

جدید فقہی تحقیقات

## میڈیکل انشورنس فقہ اسلامی کی روشنی میں

[ میڈیکل انشورنس کے سلسلہ میں علماء ہند کا فیصلہ، نیز تحقیقی  
مقالات و مناقشات کا مجموعہ، جو پندرہویں فقہی سمینار منعقدہ  
میسور مورخہ ۱۱ تا ۱۳ مارچ ۲۰۰۶ء میں پیش کئے گئے ]

**اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)**

جملہ حقوق بحق (اسلامک فنڈ انڈیا) محفوظ

نام کتاب	:	میڈیکل انشورنس - فقہ اسلامی کی روشنی میں
صفحات	:	۲۵۰
قیمت	:	.....
سن طباعت	:	مارچ ۲۰۰۷ء

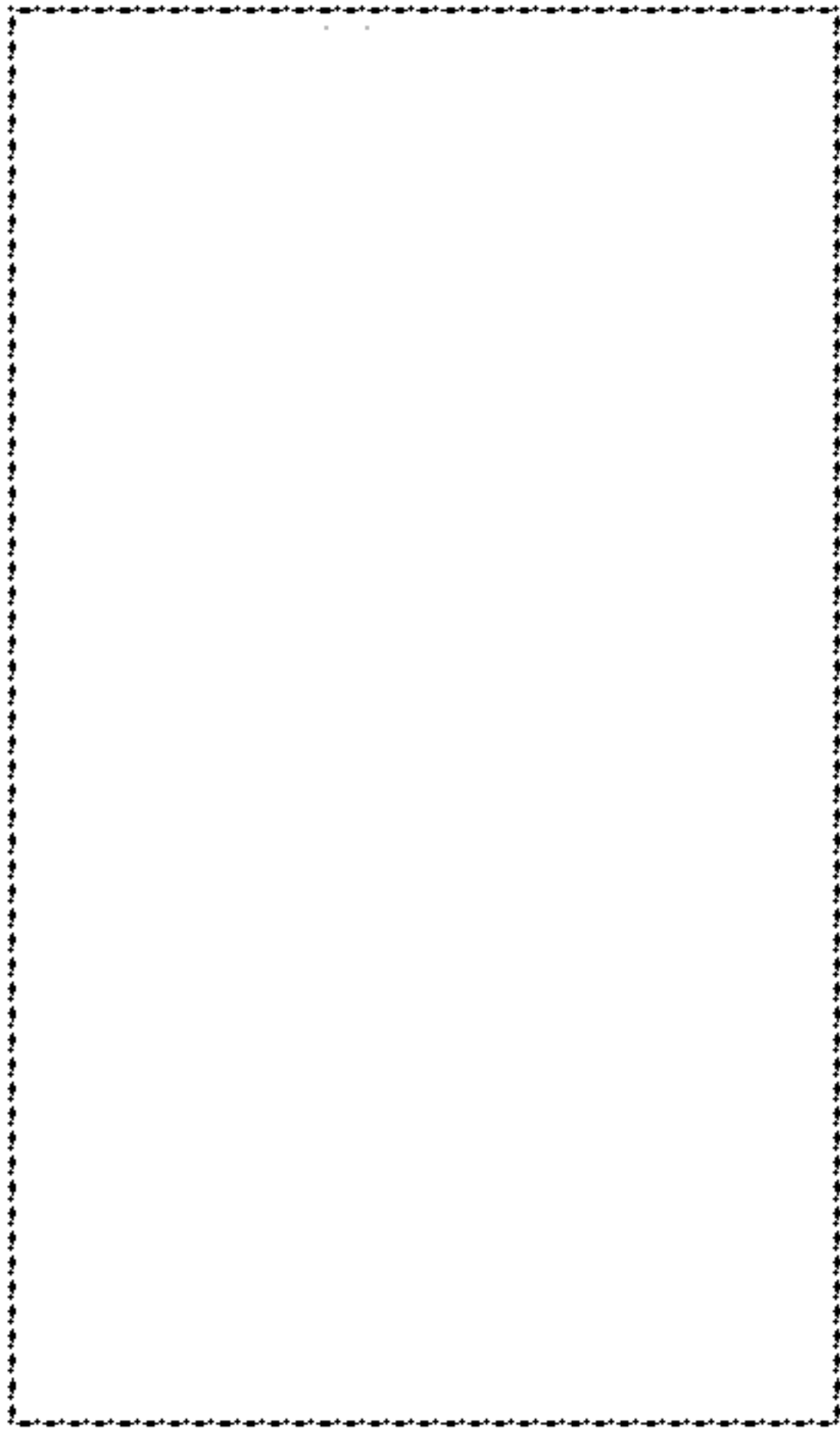
ناشر

کتب خانہ نعیمیہ

دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

## مجلس اولیٰ

- ۱- مولانا مفتی محمد ظفر الدین مفتاحی
- ۲- مولانا محمد بربان الدین سنبھلی
- ۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
- ۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- ۵- مولانا عتیق احمد بستوی
- ۶- مولانا عبید اللہ اسعدی



## فہرست مضامین

۹	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	ابتدائیہ:
<b>پہلا باب: تمہیدی امور</b>		
۱۵		لیٹمی کا فیصلہ
۱۶		سوالنامہ
۲۳	مفتی محمد سراج الدین قاسمی	تلخیص مقالات:
۳۸	مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی	عرض مسئلہ:
<b>دوسرا باب: میڈیکل انشورنس کا تعارف</b>		
۵۱	پروفیسر الصدیق محمد الامین انصاری	میڈیکل انشورنس اور صحت کا رڈ
۶۵	ڈاکٹر محمد بشیر الخياط	میڈیکل انشورنس، تعارف اور مقاصد
<b>تیسرا باب: فقہی نقطہ نظر</b>		
<b>تفصیلی مقالات:</b>		
۸۳	مولانا زبیر احمد قاسمی	میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کا حکم
۸۶	مولانا خورشید احمد اعظمی	صحت بیمہ کے احکام
۹۳	مفتی جنید عالم قاسمی ندوی	میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات
۹۸	مولانا ابوسفیان مفتاحی	میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم
۱۰۱	مولانا امیر الدین بروڈوی	شرعی نقطہ نظر سے میڈیکل انشورنس
۱۰۵	مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی	میڈیکل انشورنس کا شرعی پہلو
۱۰۹	مولانا خورشید انور اعظمی	ہیلتھ انشورنس کتاب و ملت کی روشنی میں

۱۱۶	منشی حبیب اللہ قاسمی	میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز ہے
۱۱۹	مولانا نور الحق رضانی	صحت بیمہ کا شرعی حکم
۱۲۳	منشی عبدالرحیم قاسمی	شرعی تناظر میں میڈیکل انشورنس
۱۲۸	مولانا سلطان احمد اصلانی	علاج و سہا لہ کی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا حکم
۱۳۱	مولانا ارشد مدنی چیمپارنی	ہیلتھ انشورنس کا شرعی حکم
۱۳۸	مولانا محمد ارشد فاروقی	صحت بیمہ
۱۴۱	منشی اقبال احمد قاسمی	میڈیکل انشورنس کی شرعی حیثیت
۱۴۵	منشی سعید الرحمن قاسمی	علاج و سہا لہ کا انشورنس اور اس کے احکام
۱۴۸	مولانا محمد امیر ارخان مدوی	میڈیکل انشورنس
۱۶۳	مولانا رحمت اللہ مدوی	ضرورت کے وقت صحت بیمہ
۱۶۶	مولانا محی الدین غازی فلاحی	موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس
۱۷۰	منشی تنظیم عالم قاسمی	صحت کی حفاظت کے لئے انشورنس
۱۷۶	منشی ثناء علی قاسمی	صحت بیمہ کے شرعی احکام
۱۸۲	مولانا عطاء اللہ قاسمی	موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس
<b>تحریریق آراء:</b>		
۱۸۷	مولانا محمد امیر بان الدین سنہیلی	میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم
۱۸۹	مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی	میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات
۱۹۰	منشی محبوب علی وجیبی	صحت بیمہ قمار اور سود پر مبنی ہے
۱۹۱	منشی ثناء اللہ الہدی قاسمی	میڈیکل انشورنس خالص قمار آمیز ہے
۱۹۳	منشی جمیل احمد بیری	صحت بیمہ ناجائز ہے
۱۹۵	منشی عبداللطیف پالپوری	میڈیکل انشورنس

---

۱۹۷	مولانا نیاز احمد عبدالمجید	میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز
۱۹۸	مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی	میڈیکل انشورنس میں قمار کا عنصر ہے
۲۰۰	مولانا ابو العاصم وحیدی	یہ انشورنس غیر شرعی ہے
۲۰۲	مولانا نعیم اختر قاسمی	میڈیکل انشورنس اور اس کا شرعی حکم
۲۰۳		مناقشہ

☆☆☆

جدید فقیہی تحقیقات

پہلا باب

---

تمہیدی امور



جدید فتنہ تحقیقات

دوسرا باب

---

میڈیکل انشورنس کا تعارف

جدید فقیہی تحقیقات

تیسرا باب  

---

فقہی نقطہ نظر

## ابتدائیہ

یہ دور جمہوریت کا دور ہے اور جمہوریت عوام پر عوام کی حکومت سے عبارت ہے؛ لیکن سرمایہ دارانہ نظام کے غلبہ کی وجہ سے جمہوری حکومتوں میں بھی عوام کی بنیادی ضرورتوں سے سرکار اپنا دامن بچا رہی ہے، صحت، انصاف اور تعلیم ایسی ضرورتیں ہیں جن سے نہ وہ سرمایہ دار مستغنی ہو سکتا ہے جو سونے کی پلنگ پر سوتا ہے، اور نہ وہ مزدور بے نیاز ہو سکتا ہے جس کے لئے فٹ پاتھ پر پچھی ہوئی چٹائی بستر ہے اور ابھرنے ہوئے اینٹ اور پتھر تکے، اس لئے حکومت کا فریضہ ہے کہ ان بنیادی ضرورتوں کو وہ خود ہر شہری کے لئے فراہم کرے، لیکن پرائیویٹیشن کے موجودہ رجحان کی وجہ سے اب یہ سارے بوجھ عوام کو خود اٹھانے پڑتے ہیں، تعلیم اور انصاف کو ضروری چیزیں ہیں، لیکن انسان ان کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے، مگر صحت تو ایسی لازمی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر تو انسان زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔

ایک طرف حکومت کی یہ عنایت اور دوسری طرف علاج کی گراں باری کی وجہ سے آج ترقی یافتہ ملکوں میں میڈیکل انشورنس کمپنیاں نہ صرف وجود میں آچکی ہیں، بلکہ وہ ایک سماجی ضرورت بن گئی ہیں، اور بہت سے ملکوں میں تو ہر شہری کے لئے انشورنس کی یہ صورت لازم کر دی گئی ہے، ہندوستان کے حالات ابھی ایسے نہیں ہوئے ہیں، یہاں علاج نسبتاً سستا ہے، اور لوگوں پر اس کا قانونی لزوم نہیں ہے، ہندوستان میں سرکاری انشورنس کمپنیاں تو پہلے سے موجود ہیں، جو میڈیکل انشورنس بھی کرتی ہیں، اب پرائیویٹ اور غیر ملکی کمپنیاں بھی اس میدان میں قدم رکھ رہی ہیں، ابھی کو یہ کمپنیاں خسارہ میں چل رہی ہیں، لیکن انہیں امید ہے کہ مستقبل

میں جب ان کے گاہک بڑھ جائیں گے تو انشورنس کے دوسرے شعبوں کی طرح یہ بھی ایک نفع آور شعبہ بن جائے گا۔

اس پس منظر میں اکیڈمی نے مناسب سمجھا کہ اس ابھرتے ہوئے مسئلہ پر علماء اور ارباب افتاء کی اجتماعی رائے حاصل کی جائے، چنانچہ مؤرخہ ۱۱-۱۳ مارچ ۲۰۰۶ء کو منعقد ہونے والے چند رہویں فقہی سمینار میسور میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا، اس سلسلہ میں انشورنس کے شعبہ سے متعلق لوگوں سے معلومات بھی حاصل کی گئیں، سمینار میں بھی انہوں نے صورت حال کی وضاحت کی، اس سلسلہ میں ارباب افتاء جس نتیجہ پر پہنچے وہ یہ ہے کہ انشورنس کی یہ شکل بھی قمار سے خالی نہیں ہے، اور ہندوستان میں ابھی ایسے ناگفتہ بہ حالات پیدا نہیں ہوئے ہیں کہ میڈیکل انشورنس کے بغیر انسان کے لئے علاج کرنا ممکن نہ رہے اور نہ حکومت نے اسے قانونی طور پر لازمی قرار دیا ہے؛ اس لئے ہمارے ملک کے حالات میں میڈیکل انشورنس جائز نہیں ہے۔

اکیڈمی کا یہ نقطہ نظر نہ صرف ”میڈیکل انشورنس“ کے بارے میں ہے، بلکہ یہی رائے جان و مال کے انشورنس کے بارے میں بھی ہے، قمار اور ربا کی آمیزش کی وجہ سے اکیڈمی انشورنس کی ان صورتوں کو بھی اصولاً ناجائز سمجھتی ہے، البتہ فرقہ وارانہ فسادات اور فسادات میں خاص طور پر مسلمانوں کی جان و املاک پر حملہ نیز حکومت کی طرف سے نہ صرف مسلمانوں کے تحفظ سے پہلو تہی؛ بلکہ مفسدین کی حوصلہ افزائی کے پس منظر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان و مال کا انشورنس کرانے کی اجازت ہے، اب اگر فسادات میں جان و مال کا نقصان ہو تو انشورنس کی پوری رقم حلال ہوگی؛ کیوں کہ یہ حکومت سے اپنے نقصان کا حرجانہ وصول کرنا ہے اور اگر فساد میں جان و مال کا نقصان نہیں ہوا، طبعی اسباب یا فرقہ وارانہ فساد کے علاوہ کسی اور سبب سے نقصان ہوا تو صرف

اپنی جمع کی ہوئی رقم حلال ہوگی، اور اس سے زائد ملنے والی رقم کو بلا نیت ثواب غرباء پر خرچ کر دینا یا رفاہی کاموں میں لگا دینا واجب ہوگا، یہ نہ صرف اکیڈمی کا فیصلہ ہے، بلکہ اس سے پہلے مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیت علماء ہند بھی یہی فیصلہ کر چکی ہے، اور ملک کے متعدد اکابر اور ارباب افتاء پہلے سے یہ فتویٰ دیتے رہے ہیں۔

میڈیکل انشورنس کے موضوع پر مقالات و تحقیقات اور شرکاء سمینار کے مناقشات کے اس مجموعہ کو محبت عزیز مفتی احمد در القاسمی (رفیق شعبہ علمی) نے بڑی خوش سلیقگی کے ساتھ مرتب کیا ہے، اور حسب ضرورت مجلس ادارت کے ارکان کے مشورہ اور رہنمائی سے بھی استفادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو اجر خیر عطا فرمائے، اور اس مجموعہ کو صواب و سداد کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔

(خالد سیف اللہ رحمانی)

(جنرل سکرٹری)

۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

17 فروری 2007ء

☆☆☆

## امکیت کا فیصلہ:

### میڈیکل انشورنس

شریعت اسلامی میں جوئے کی کوئی بھی شکل جائز نہیں۔ اس وقت میڈیکل انشورنس کی جو صورت رائج ہے وہ اپنے نتیجے کے اعتبار سے جو میں شامل ہے اور اس نے علاج کو خدمت کے بجائے نفع آور تجارت بنا دیا ہے۔ اس پس منظر میں سمینار نے میڈیکل انشورنس کے بارے میں درج ذیل فیصلے کئے ہیں:

- ۱- میڈیکل انشورنس، انشورنس کے دوسرے تمام شعبوں کی طرح بلاشبہ مختلف قسم کے ناجائز امور پر مشتمل ہے، لہذا عام حالات میں میڈیکل انشورنس ناجائز ہے اور اس حکم میں سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔
- ۲- اگر قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس لازمی ہو تو اس کی گنجائش ہے، لیکن جمع کردہ رقم سے زائد جو علاج میں خرچ ہو، صاحب استطاعت کے لئے اس کے بقدر بلا نیت ثواب صدقہ کرنا واجب ہے۔
- ۳- موجودہ مروج انشورنس کا متبادل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ممکن ہے اور آسان صورت یہ ہے کہ مسلمان ایسے ادارے و نظام قائم کریں، جن کا مقصد علاج و معالجہ کے ضرورت مندوں کی ان کی ضرورت کے مطابق مدد کرنا ہو۔

## میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

صحت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور حتی المقدور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ اور اس کی ذمہ داری بھی ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں صنعتی انقلاب، ماحولیاتی عدم توازن اور غذائی اجناس میں اضافہ کے لئے نئے نئے تجربات کی وجہ سے بیماریاں بڑھ رہی ہیں اور امراض پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ امراض کی تشخیص اور علاج کے نئے نئے زود اثر طریقے بھی دریافت ہو رہے ہیں، لیکن جدید طریقہ علاج اتنا گراں ہو چکا ہے کہ متوسط معاشی صلاحیت کے حامل لوگوں کے لئے بھی اس کے اخراجات ناقابل برداشت ہو جاتے ہیں، اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ طب و علاج جو خدمت خلق کا ذریعہ اور ایک باعزت پیشہ تھا اب اس نے تجارت کی صورت اختیار کر لی ہے۔

اس صورت حال نے میڈیکل انشورنس کی صورت کو وجود بخشا ہے، میڈیکل انشورنس کرنے والے ادارے سرکاری بھی ہیں اور نجی بھی، دونوں طرح کی کمپنیوں میں یہ بات مشترک ہے کہ آدمی اپنے اختیار سے ایک طے شدہ رقم سال بھر کے لئے جمع کرتا ہے جس کی بنیاد پر اس سال کے درمیان ہونے والی کسی پیچیدہ بیماری کے علاج کے لئے وہ ایک بڑی رقم (جس کی زیادہ سے زیادہ حد معاملہ کے وقت متعین ہو جاتی ہے) کا مستحق قرار پاتا ہے، اور اس سال بیمار نہ ہونے کی صورت میں اس کی جمع کی ہوئی رقم یا اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا ہے، نیز ہر سال اس انشورنس کی تجدید کے لئے طے شدہ رقم دینی ہوتی ہے۔

انشورنس انفرادی طور پر افراد کے لئے اور اجتماعی طور پر خاندان یا ادارہ کے لئے بھی

کر لیا جاسکتا ہے، واقف کار حضرات کا کہنا ہے کہ میڈیکل انشورنس کا شعبہ مسلسل اور بہت زیادہ خسارہ میں چل رہا ہے، حکومت اس تصور کے ساتھ اسے چلا رہی ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل ہوگا جو حکومت کے فرائض میں سے ہے، اور نجی کمپنیاں اس توقع کے ساتھ اسے چلا رہی ہیں کہ آئندہ یہ ان کے لئے نفع کا باعث ہوگا۔

بعض ملکوں میں اپنے شہریوں بلکہ دوسرے ملکوں سے آنے والوں کے لئے اس انشورنس کو لازماً قرار دیا گیا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مواقع پر میڈیکل انشورنس غریب اور نادار لوگوں کے لئے سہولت کا باعث ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ مسلمان لائق اور رسول کے احکام کا پابند ہے، اور اس کے لئے اسی وقت سہولتیں اور آسانیاں قابل استفادہ ہو سکتی ہیں جب کہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہو۔

اسی پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا کیا حکم ہے؟

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ

مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

۳- سرکاری و نجی اداروں میں مقصد کا جو فرق ذکر کیا گیا ہے اس کی بنا پر سرکاری

میڈیکل انشورنس کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم دوسرے اداروں سے مختلف ہوگا یا دونوں

کا حکم ایک ہوگا؟

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو

سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

۵- اگر میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت جائز نہیں ہے تو کیا اسلامی تعلیمات کی

روشنی میں اس کی کوئی متبادل صورت ہو سکتی ہے جو میڈیکل انشورنس کے بنیادی مقصد- غریبوں

کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم کرنا- کو بھی پورا کرتا ہو اور شرعاً عذرہ جواز میں بھی ہو۔



۶۔ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانے کا کیا حکم ہے اور اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پر جائیں تو کیا ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا؟

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس — ایک تعارف

ماہرین سے حاصل معلومات کی روشنی میں ضروری نکات

موجودہ دور میں تیزی سے بڑھتے امراض اور ان کے علاج میں زبردست مہنگائی کے پس منظر میں میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) لوگوں کی سہولت اور بالخصوص متوسط طبقہ کی آسانی کے لئے رائج ہوا ہے۔ اس انشورنس کا بنیادی مقصد کسی فریق کی جانب سے نفع اندوزی نہیں ہے بلکہ یہ حکومت کی سوشل سیکورٹی (سماجی تحفظ) کی ذمہ داری ادا کرنے کی ایک صورت ہے۔

ہندوستان میں اس وقت صحت بیمہ پالیسی جو سرکاری ادارہ چلا رہا ہے، اس کا نام ”جنرل انشورنس کارپوریشن آف انڈیا“ ہے، اس میں گاڑی، سامان و دکان وغیرہ کی طرح صحت بیمہ کا بھی ایک شعبہ ہے، اس شعبہ کو مذکورہ اداروں کی زیر نگرانی چار ذیلی ادارے پورے ملک میں چلا رہے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- یونائیٹڈ انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔

۲- اورینٹل انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔

۳- نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔

۴- نیو انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ۔

ان چاروں ذیلی اداروں میں باہم کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، کیونکہ یہ سب ایک ہی جنرل انشورنس کارپوریشن کے اصول و ضوابط کے پابند ہیں۔

انشورنس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف عمر کے افراد کے لئے پریمیم کی علاحدہ علاحدہ رقمیں طے ہیں، مثال کے طور پر ۵۳ سال کی عمر کے فرد اگر انشورنس کراتے ہیں تو ایک لاکھ کا

انشورنس کرانے پر ایک سال کے لئے = ۱۳۱۰ / روپے جمع کرنے ہوں گے۔ دو لاکھ کے انشورنس کے لئے ۲۴۶۹ روپے ایک سال کے لئے ہیں، اسی طرح انشورنس کی علاحدہ رقموں کے لئے علاحدہ پریم کی پوری فہرست موجود رہتی ہے۔ عمر کے بڑھنے سے پریم کی رقم بھی کسی قدر بڑھتی ہے، ۴۵ سال سے اوپر والوں کے لئے انشورنس کے وقت کچھ خاص قسم کے چیک اپ بھی ضروری ہوتے ہیں۔

انشورنس کی پریم ایک سال کے لئے ہوتی ہے اور اس سال کے اندر بیماری ہو تو انشورنس کی رقم کی حد تک علاج کا خرچ انشورنس کمپنی فراہم کرتی ہے، سال گزر جانے پر پالیسی ختم ہو جاتی ہے، اور اگلے سال کے لئے پھر پریم دینی ہوتی ہے۔ بیماری نہ ہونے کی صورت میں پریم کی رقم واپس نہیں ملتی ہے۔

میڈیکل انشورنس میں صرف اسی وقت علاج کا خرچ انشورنس کمپنی دیتی ہے جب داخلہ ہسپتال ہونا پڑے۔ آؤٹ ڈور علاج اور سر دی کھانسی وغیرہ جیسی بیماریوں کا علاج انشورنس کے ذیل میں نہیں آتا ہے۔ اسی طرح جو امراض انشورنس کرانے کے پہلے سے موجود ہوں انہیں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ صرف بعض حالات میں مزید رقم پریم میں لے کر بعض امراض موجودہ کو شامل کرتے ہیں۔

انشورنس کے بعد ہسپتال میں علاج کی ادائیگی کے دور طریقے ہیں: علاج کرانے کے بعد مل انشورنس کمپنی کو دیا جائے، کمپنی کا ڈاکٹر مل اور کاغذات چیک کرتا ہے، پھر کمپنی انشورنس ہولڈر کو وہ رقم فراہم کرتی ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انشورنس کمپنی سے بیمہ کارڈ حاصل کر لیا جائے، اس کارڈ کے ساتھ پورے ملک کے ایسے ہسپتالوں کی ایک فہرست ہوتی ہے جہاں اس کارڈ کا اعتبار ہوتا ہے، درج فہرست کسی بھی ہسپتال میں وہ کارڈ دکھا کر داخلہ لیا جاسکتا ہے، اور علاج کے بعد مریض کو ادائیگی سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ ہسپتال کو ہی کمپنی رقم ادا کرتی ہے۔

میڈیکل انشورنس انفرادی بھی کر لیا جاتا ہے اور گروپ انشورنس بھی، گروپ انشورنس

میں پوری فیملی کا انشورنس یا کسی ادارہ کے تمام ملازمین کا انشورنس کرایا جاتا ہے، گروپ انشورنس میں پریم کی ایک ہی رقم دی جاتی ہے اور جتنی مقدار کا انشورنس ہے، اس میں گروپ کے مذکورہ ممبران میں سے ایک، چند یا تمام کا علاج ہوتا ہے، گروپ انشورنس کی صورت میں پریم کے اندر تخفیف بھی رکھی جاتی ہے، نیز بعض موجودہ امراض کا علاج بھی شامل کیا جاتا ہے۔

خاص طور پر شہروں میں میڈیکل انشورنس کا رواج اب بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس وقت ایک اندازہ کے مطابق ۸۰ فی صد لوگ میڈیکل انشورنس کراچے ہیں، چونکہ انشورنس کے لئے پریم کی رقم بہت معمولی ہوتی ہے اور علاج کے بڑے اخراجات کی ادائیگی ہوتی ہے، اس لئے انشورنس کمپنیوں کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ اس سے نفع کما سکیں، چنانچہ اس وقت میڈیکل انشورنس کمپنیاں بڑے خسارے میں جارہی ہیں، لیکن چونکہ یہ سرکاری ادارے ہیں، اس لئے یہ اپنے نقصان کی تلافی دوسرے ذرائع سے کرتی ہیں، البتہ اس کی وجہ سے اب یہ کمپنیاں اپنی شرائط و ضوابط کو سخت کر رہی ہیں، چنانچہ ۴۵ سال سے زائد عمر والے افراد کا انشورنس مشکل سے کرتی ہیں، بغیر چیک اپ کے ان کا انشورنس نہیں ہوتا ہے۔

اس وقت ملک کے اندر مذکورہ سرکاری انشورنس کمپنیوں کے علاوہ کچھ پرائیویٹ کمپنیوں کو بھی میڈیکل انشورنس کرنے کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ ٹاٹا کی AIG کمپنی، ICICI بینک، HDFC بینک وغیرہ کمپنیاں میڈیکل انشورنس کر رہی ہیں، ان پرائیویٹ کمپنیوں کے پیش نظر نفع اندوزی ہوتی ہے، اس لئے یہ بظاہر اپنی پالیسیوں کو زیادہ جاذب نظر بنا کر پیش کرتی ہیں، لیکن ان میں شرائط زیادہ سخت ہیں، ویسے بنیادی ضوابط میں سرکاری اور نجی کمپنیوں کے درمیان زیادہ فرق نہیں ہے۔ پرائیویٹ کمپنیوں میں ۶۰ فی صد غیر ملکی کمپنیوں کے شیئرز ہوتے ہیں، جب کہ سرکاری کمپنیوں کا سارا سرمایہ اپنا ہوتا ہے۔ یہ کمپنیاں بھی ابھی خسارہ میں چل رہی ہیں۔ تاہم آئندہ نفع کی امید پر کام کر رہی ہیں۔

بعض ممالک میں قانونی طور پر انشورنس کرانا ضروری ہے، البتہ ہندوستان میں

میڈیکل انشورنس ابھی قانوناً ضروری نہیں ہے، ویسے بڑی تیزی سے لوگ انشورنس کر رہے ہیں، ادارے اپنے ملازمین کا گروپ انشورنس کراتے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بعض ممالک کے سفر کے وقت تو وہاں داخلہ کے ساتھ میڈیکل انشورنس قانوناً ضروری ہے۔

☆☆☆

## تلخیص :

## میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

منشی محمد سراج الدین قاسمی

## ۱۔ میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا کیا حکم ہے؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ عمومی حالات میں میڈیکل انشورنس کرنا حرام ہے، جبکہ مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شاہد علی قاسمی اور مولانا نعیم اختر قاسمی کی رائے یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی بنیاد چونکہ باہمی تعاون اور جذبہ ہمدردی پر ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہے۔

حرام قرار دینے والوں کے دلائل الفاظ و تعبیرات کے کچھ فرق کے ساتھ تقریباً یکساں ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ میڈیکل انشورنس اداروں کے طریقہ کار اسلام کے منافی ہیں، جن میں سود، قمار، غرر اور ظلم شامل ہیں، کیونکہ میڈیکل انشورنس کے اندر پالیسی ہولڈر (مدت متعینہ کے لئے) ایک متوہم بیماری کے علاج کے لئے ایک رقم جمع کرتا ہے، اگر پالیسی ہولڈر اس متعینہ مدت کے اندر بیمار ہو جاتا ہے تو پالیسی کے طے شدہ وقت میں بوقت معاملہ طے شدہ رقم تک کمپنی اس کا علاج کراتی ہے اور اگر بیمار نہیں ہوا تو یہ رقم پالیسی ہولڈر کو واپس نہیں کی جاتی ہے، اور یہی میسر (جوا) ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان“ (سورہ مائدہ ۹۰)۔

۲- اس میں غرر بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ عقد ایک امکانی خطرہ کے پیش نظر طے پاتا ہے، جو موہوم اور معدوم کی قبیل سے ہے، اور ایسے معاملات کو جن میں غرر ہو، شریعت نے منع کیا ہے، روایت میں ہے:

”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصة وعن بیع الغرر“ (صحیح مسلم)۔

۳- یہ پالیسی سود کو بھی متضمن ہے، اس لئے کہ جو رقم جمع کی جاتی ہے، حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس سے زائد رقم کی ادائیگی یا زیادہ مالیت کے علاج کا معاہدہ ہوتا ہے، یہ قرض کے ساتھ مشروط منفعت کی صورت ہے، اور یہ قاعدہ ہے: ”کل قرض جر نفعاً فهو حرام“ - ای إذا كان مشروطاً“ (۳۵/۷۷)۔

عمومی دلائل پر ایک جھلک کے بعد اب مقالہ نگاروں کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی لکھتے ہیں: صحت بیمہ جس کا رواج آج عام ہوتا جا رہا ہے، سود و قمار پر مشتمل ہے جس کی حرمت منصوص و متفق علیہ ہے، قمار یعنی ملکیت کو ایسی صورت پر معلق کر دینا جس میں خطر ہو، یعنی اس کے وجود و عدم دونوں کا احتمال ہو، اس کے اندر مکمل طور سے پایا جا رہا ہے، اس لئے کہ اگر پالیسی ہولڈر بیمار ہو جاتا ہے تو کمپنی اس کے جمع کردہ روپے سے زائد ایک متعین رقم ادا کرے گی، اور اگر بیمار نہیں ہوا تو اس کی جمع کردہ رقم بھی سوخت ہو جائے گی، یہ واضح ہے کہ اس کا بیمار ہونا یا نہ ہونا ایک امر موہوم ہے اور امر موہوم کو عقد کا دار و مدار قرار دینا بھی قمار ہے جس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: اس میں غرر کثیر ہے، کیونکہ یہ عقد مستقبل میں پیش آنے والی امکانی بیماری پر ہو رہا ہے۔ شیخ شریف جر جانی کے حوالہ سے غرر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”الغرر ما یکون مجهول العاقبة لا یدری أ یكون أم لا“ (کتاب التعریفات)، غرر کہتے ہیں جس کا نتیجہ مجہول ہو اور اس کا وجود و عدم وجود معلوم نہ ہو سکے۔ مزید لکھتے ہیں: صحت بیمہ کے عدم جواز کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس میں بیمار نہ ہونے کی صورت میں رقم واپس نہ کرنے کی

شرط ہے، اور معاملات میں ایسا کرنا قطعاً درست نہیں ہے، فقہاء نے تجارت کے اندر معاملہ طے نہ ہونے پر بیعہ کی رقم واپس نہ کرنے کو ناجائز مقرر دیا ہے (فقہ احمد ۱۳۰/۳)۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی حرمت سود کی حرمت کے برابر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ بیمہ ایک طرف سود سے ہم آہنگ ہے تو دوسری طرف قمار، غرر، رہان اور مجازفہ پر مشتمل ہے، مزید لکھتے ہیں کہ اس کو امداد باہمی کہنا قطعاً غلط ہے، کیونکہ اس میں تعاون و تکافل کے شرائط نہیں پائے جا رہے ہیں، تکافل کے شرائط ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حصہ دار اپنے واجبہ حصہ کو بطور تبرع محض اخوت اور بھائی چارگی کے لئے ادا کرے، تبرع اس شرط پر نہ ہو کہ اگر وہ کسی حادثہ کا شکار ہوگا تو اس تبرع کے عوض اس کو ایک مقرر رقم ادا کی جائے گی (الاحوال والحرام فی الاسلام، ۲۵۰)۔

مولانا تنظیم عالم تاسمی لکھتے ہیں: انشورنس کا شعبہ اگرچہ خسارہ میں ہے، تاہم یہ عقد شرعی اصول قواعد کی رو سے معنی برحرام ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز قرار پائے گا، حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے: "دعوا الربا والریبۃ" (مسند احمد)، بیمار پڑنے کا ایک شبہ ضرور رہتا ہے، لیکن اضطرار اور مجبوری کی ایسی کوئی کیفیت نہیں ہے کہ "الضرورات تبیح المحظورات" اور "الضرر یزال" وغیرہ جیسے قواعد کے ذریعہ اس کو جائز مقرر دیا جائے۔

دکتور شیخ صدیق احمد ضریح صاحب نے کافی طویل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس ادارے اور پالیسی ہولڈر کے درمیان معاہدے کی کیا حیثیت ہے، پہلے اس پر ایک نظر ڈالنی چاہئے، اس معاہدے میں انشورنس ادارے اور پالیسی ہولڈر کے درمیان معاہدے کی حیثیت اجارہ کی ہے، کیونکہ اس معاہدہ میں دونوں فریق کے درمیان ایک متعین مدت تک کے لئے دوا اور علاج کا معاہدہ ہوتا ہے، اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ اس میں اجارہ کے شرائط پائے جا رہے ہیں یا نہیں۔ اس صورت معاہدہ کے تین مرکزی نقاط ہیں: متعین مدت تک ممبر کا علاج، مریض کا ہسپتال میں قیام اور مریض کے لئے دوا اور کھانے کی فراہمی، پہلے نقطہ کے مطابق اجارہ



اس لئے درست نہیں ہے کہ پالیسی ہولڈر کا مریض ہونا متعین نہیں ہے، اور اگر پالیسی ہولڈر کو بالفرض مریض تصور کر بھی لیا جائے تو وہ کتنے دنوں تک ہسپتال میں رہے گا وہ معلوم نہیں ہے، تیسری چیز یعنی دوا اور طعام پر اجارہ نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے ان چیزوں کی فراہمی کو بیع تصور کیا جاسکتا ہے، اور بیع کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بیع معلوم و متعین ہو، لیکن بیع یعنی دوا یہاں غیر متعین ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس ناجائز ہے، البتہ موصوف نے رفاہی میڈیکل انشورنس کا تذکرہ کیا ہے اور پھر مختلف دلائل سے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

جن حضرات نے میڈیکل انشورنس کو جائز قرار دیا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی بنیاد باہمی تعاون و ہمدردی پر ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس جائز ہے۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: روٹی، کپڑا اور مکان کی طرح علاج بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، یہ علاج امیر اور غریب ہر ایک کی یکساں ضرورت ہے اور اکثر اوقات اس کی ضرورت امیر سے زیادہ غریب کو ہوتی ہے، اور بہت سی صورتوں میں علاج کے اخراجات غیر معمولی طور پر گراں ہوتے ہیں، جن کے تقاضوں کی ادائیگی میڈیکل انشورنس جیسی کسی اسکیم کے ذریعہ ہی پوری کی جاسکتی ہے، البتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے حسن ظن ضروری ہے، اس لئے اس اسکیم میں شرکت آدمی دوسرے کی مدد کی نیت سے کرے۔

مولانا نعیم اختر قاسمی لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہے، کیونکہ یہ امداد باہمی کی قبیل سے ہے، جس میں سود اور قمار وغیرہ کا تحقق نہ ہوگا اور کمپنی کا نفع حاصل کرنا شرکاء کی اجازت سے ہے، نیز حصول نفع ایک تبعی اور طبعی چیز ہے۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ

مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں نے پالیسی ہولڈر کی جمع کردہ رقم کو قرض تصور کیا ہے اور ضرورت کے

وقت اس سے زیادہ رقم لینے کو سوچنا اردیا ہے اور ان حضرات نے ان احادیث و قواعد فقہیہ کو اپنا مسئلہ بنایا ہے، جن میں قرض و ہندہ کے لئے مقروض سے زیادہ رقم لینے یا اس کی کسی چیز سے استفادہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ پالیسی ہولڈر اضافی رقم سے مستفید ہو سکتا ہے، البتہ صحت یاب ہونے کے بعد اس رقم کی واپسی کو انہوں نے ضروری قرار دیا ہے، اس کے برخلاف جن حضرات نے میڈیکل انشورنس کو جائز قرار دیا ہے، ان کے نزدیک اس اضافی رقم سے استفادہ جائز ہے۔

مولانا رحمت اللہ ندوی رقم طراز ہیں: اپنی جمع شدہ مالیت کے برابر رقم استعمال کر سکتا ہے، لیکن اس سے زائد حصہ رقم مستحقین پر واجب التصدق ہوگی، آگے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب ”جدید فقہی مسائل“ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ حکم اس وقت ہے جب موت طبعی طور پر ہوئی ہو یا کاروبار کسی آفت سماوی کا شکار ہو یا ہو، اگر ہندو مسلم فسادات میں ہلاکت ہوئی یا کاروبار برباد ہو تو اب پوری رقم جائز ہوگی، کیونکہ انشورنس کمپنی نیم سرکاری ہے اور مسلمانوں کا تحفظ بھی سرکار کی ذمہ داری ہے۔

مولانا عبدالرحیم قاسمی لکھتے ہیں: ادا شدہ رقم سے زیادہ وصول کی گئی رقم سود ہے۔  
مولانا ابراہیم خان ندوی لکھتے ہیں: جمع شدہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے اور قرض سے منافع حاصل کرنا جائز ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كل قرض جر منفعة فهو ربا“ (کنز العمال ۲۳۸/۶)۔

(ہر وہ قرض جس سے کوئی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے)۔

دوسری حدیث ہے: ”إذا أقرض أحدكم قرضاً فأهدى إليه طبقاً فلا يقبله أو حملة على دابته فلا يركبها، إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك“ (حوالہ سابق)۔

(جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے تو وہ (قرض دار) اسے طشتی ہدیہ دے تو اسے

چاہئے کہ قبول نہ کرے، یا اسے اپنی سواری پر سوار کرے تو وہ اس میں سوار نہ ہو، الا یہ کہ پہلے سے ہی ان کے درمیان اس طرح کا معمول رہا ہو۔

مولانا عطاء اللہ تاقی لکھتے ہیں: چونکہ اس صورت میں جمع شدہ رقم سے زائد رقم مشروط طور پر میعاد کے عوض میں ملتی ہے اور یہی رہا ہے، کیونکہ ربا کا تحقق معاوضات میں ہی ہوتا ہے، جس کے لئے عقد شرط ہے۔

مولانا محی الدین غازی لکھتے ہیں: اگر کسی نے میڈیکل انشورنس کرا لیا تو بیمار ہونے کی صورت میں اس کے لئے فاضل رقم سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اضطرار کی کیفیت ہو تو اس رقم سے استفادہ درست ہوگا تاہم انشورنس کرانے کے عمل کا وبال اس پر ہوگا۔

مولانا عبداللطیف پالنپوری لکھتے ہیں: اگر کسی نے لاعلمی میں صحت بیمہ کرا لیا ہو تو اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور جمع شدہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا جائز نہیں ہے۔  
ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کرانے والا زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہو سکتا ہے، یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، یوں بھی ہم حکومت کے طرح طرح کے فلاحی و رفاهی اداروں سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی لکھتے ہیں: صحت بیمہ کرانے والا جمع کردہ رقم سے جو زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے، اس کو قرض سمجھا جائے گا، لہذا تندرست ہونے کے بعد مریض پر اس زائد رقم کی ادائیگی ضروری ہوگی۔

مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کی اگر یہ صورت ہو کہ پالیسی ہولڈر اگر بیمار نہیں ہوا تو اس کی جمع کردہ ساری رقم واپس مل جاتی ہو تب تو زیادہ مالیت سے استفادہ جائز ہوگا اور اس کو کمپنی کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، ورنہ جائز نہیں ہوگا۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: اگر دوسرے کی مدد کی نیت سے صحت بیمہ کرائے تو اس کے لئے ضرورت کے وقت اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ کا علاج کرانا جائز ہے۔

مولانا شاہد علی قاسمی لکھتے ہیں: صحت بیمہ کرانے والا بیمار ہونے پر اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ سے مستفید ہوتا ہے، وہ اس کے حق میں جائز ہے، اور یہ دوسرے پالیسی ہولڈر کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، کیونکہ ہر بیمہ کنندہ یہ سمجھ کر رقم جمع کرتا ہے کہ اگر میں بیمار نہیں ہوا تو اس کا بیمار ہونے والا بھائی اس رقم سے استفادہ کرے گا۔

۳- سرکاری و نجی اداروں میں مقصد کا جو فرق ذکر کیا گیا ہے اس کی بنا پر سرکاری میڈیکل انشورنس کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم دوسرے اداروں سے مختلف ہوگا یا دونوں کا حکم ایک ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس ادارے سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، چونکہ دونوں کے طریقہ کار میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب، قاضی عبدالخلیل صاحب اور مفتی عبدالرحیم صاحب بھوپال نے دونوں اداروں کے درمیان فرق کیا ہے، ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ چونکہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی نہیں ہے، بلکہ عوام کی خدمت ہے، اس لئے اس اسکیم سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔

مفتی محمد ثناء الہدی صاحب لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں سرکاری اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہوگا، کیونکہ دونوں کے طریقہ کار میں فرق نہیں ہے، صرف یہ کہنا کہ سرکاری ادارے، سماجی تحفظ کے ادارے اور نجی کمپنیاں منافع کے حصول کے لئے یہ بیمہ کراتی ہیں اور سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے خرچ کی گئی زیادہ رقم کو امداد و تعاون مان لیا جائے گا، صحیح نہیں، کیونکہ جو رقم بیمار نہ ہونے کی شکل میں بیمہ کمپنیوں کی ملکیت ہوگی، اس کو معاملات کے کس خانہ میں ڈالا جائے گا۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی لکھتے ہیں: چونکہ سرکاری ادارے اور نجی ادارے دونوں اس امر پر

متفق ہیں کہ اگر پالیسی ہولڈر بیمار ہو تو ایک متعین اضافی رقم سے اس کی مدد کی جائے، لیکن اگر پالیسی مدت میں وہ صحت یاب رہا تو اس کی یہ جمع کردہ رقم کا عدم ترادوی جاتی ہے، اس لئے دونوں کا حکم عدم جواز ہی کا ہوگا۔

مولانا عبداللطیف پالنپوری لکھتے ہیں: عدم جواز کی علت (سود، قمار) دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

مولانا محی الدین غازی لکھتے ہیں: حکومت اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہے، تاہم جہاں ضروری ہو وہاں ”أهون البلیتین“ کے اصول پر سرکاری ادارے کو ترجیح دی جائے گی۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: سرکاری اداروں کے بارے میں یہ کہنا کہ حکومت اسے سماجی خدمت کے لئے چارہی ہے، مغالطہ ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر یہ خدمت ہر فرد کے لئے ہوتی، خواہ وہ پالیسی ہولڈر رہو یا نہ ہو، اس لئے کہ سرکار بدون کسی معاوضہ عوام کے ہر فرد کی حفاظت اور ان کے لئے قیام امن کی ذمہ دار ہے۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: اگر حکومت بلا کسی پیشگی شرط اور انشورنس کے سوشل سیکورٹی کے تحت انسانی بنیادوں پر امداد دے تو اسے عطیہ کہا جاسکتا ہے اور اس سے استفادہ جائز ہو سکتا ہے، بصورت دیگر استفادہ جائز نہیں ہوگا۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: حکومت کا اپنی طرف سے مریض کے علاج میں زائد رقم خرچ کرنا اور مریض کا اس سے استفادہ جائز ہونا چاہئے، لیکن چونکہ یہاں یہ مشروط ہے کہ حکومت صرف صحت بیمہ کرانے والوں کو ہی یہ سہولت دیتی ہے، جن لوگوں کا بیمہ نہیں ہے ان کو نہیں دیتی ہے، لہذا یہ ”کل قرض جر منفعة فهو ربا“ کے تحت داخل ہوگا۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: چونکہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی نہیں، بلکہ سماجی تحفظ کی ذمہ داری کو پورا کرنا ہے، اس لئے پرائیوٹ و سرکاری بیمہ صحت کے اداروں کے احکام جداگانہ ہوں گے۔

فاضل عبد الجلیل صاحب لکھتے ہیں: سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مفتی عبدالرحیم صاحب بھوپالی لکھتے ہیں: نجی اداروں اور پرائیویٹ کمپنیوں کا معاملہ سود و جوئے پر مشتمل ہوگا، لہذا ان سے معاملہ جائز نہیں ہے، البتہ سرکاری اداروں سے صحت بیمہ کرانے کے سلسلہ میں وہ ابوزہرہ اور شیخ عبدالمنعم نمر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: حکومت کے زیر اہتمام جو اجتماعی بیمے ہوتے ہیں ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، ان میں اجتماعی تعاون پایا جاتا ہے، خواہ ان کا دائرہ کار بعض گروہ تک محدود ہو یا عام ہو، سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے، کیونکہ حکومت مختلف انتظامات کے ذریعہ عوام کی نگرانی و مالی کفالت کی ذمہ دار ہے۔ آگے مفتی نظام الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں: سرکاری بیمہ کمپنیوں کی طرف سے جو زائد رقم دی جاتی ہے اس کا وہی حکم ہوگا جو پرائیویٹ فنڈ کا ہے اور ہم اسے حکومت کی طرف سے عطیہ و انعام کہہ سکتے ہیں۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کی اسکیم سے فائدہ اٹھانے میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے اداروں کا حکم ایک ہوگا اور ان دونوں کے مقاصد کے جزوی فرق سے اس کے حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔

مولانا شاہد لکھتے ہیں: جس طرح سرکاری میڈیکل انشورنس ادارہ سے صحت بیمہ کرانا جائز ہے، اسی طرح پرائیویٹ ادارہ سے بھی جائز ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ پرائیویٹ ادارہ جمع شدہ رقم کو سود یا حرام پر مبنی کاروبار میں خرچ نہ کرنا ہو۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟  
اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے ملنے والی

اضافی رقم کو تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، کیونکہ عرف میں بلا معاوضہ بطور احسان محض انسانی بنیادوں پر مدد کرنے کو تعاون اور امداد کہتے ہیں، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر سرکاری انشورنس ادارہ بغیر کسی شرط کے اور پہلے روپے جمع کرائے بغیر اگر یہ ادارے رقم دیں تو پھر یہ ان کی طرف سے تعاون ہوگا، جبکہ قاضی عبدالجلیل صاحب، مولانا ابوسفیان صاحب مفتاحی، مولانا نعیم اختر صاحب قاسمی، مولانا سلطان احمد صاحب اصلاحی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب اور مفتی عبدالرحیم صاحب قاسمی کی رائے ہے کہ سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے دی جانے والی اضافی رقم ان کی طرف سے تعاون ہے اور اس کا لیما جائز ہوگا۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: اگر اس کو امداد قرار دیا جائے تو یہ تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہوگا، جو کہ ناجائز ہے۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مقررہ رقم دیتا ہے اسے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ تعاون و تکافل کے شرائط اس پر منطبق نہیں ہوتے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب لکھتے ہیں: سرکاری اس رقم کو امداد نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اگر اس کے پیش نظر امداد ہوتی تو بغیر کسی عوض کے وہ یہ خدمت فراہم کرتی، نیز بیماری کے نہ ہونے کی صورت میں جمع شدہ رقم واپس مل جانی چاہئے۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: بیمہ پالیسی ایک عقد و معاملہ ہے، جس میں غرر و قمار کے ذریعہ نفع اندوزی ہوتی ہے اور یہ ایک ناجائز و حرام عقد ہے اس لئے اگر اس کو امداد و تعاون قرار بھی دیا جائے تو یہ تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہوگا جو کہ ممنوع ہے۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: سرکاری طرف سے ملنے والی رقم کو امداد نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ عرف عام میں بلا معاوضہ بطور احسان محض انسانی بنیادوں پر مدد کرنے کو تعاون اور امداد کہتے ہیں اور انشورنس اس کے بالکل ضد ہے۔

مولانا تنظیم عالم قاسمی لکھتے ہیں: سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مظلوم یا مقررہ رقم دیتا ہے، اسے سرکار کی طرف سے امداد و تعاون نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اگر تعاون پیش نظر ہوتا تو بیمار نہ پرنے کی صورت میں پالیسی ہولڈر کو اس کی جمع کی ہوئی رقم واپس مل جانی چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے محض نام کے بدلنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوں گے۔

مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: اگر پہلے سے رقم جمع کرنے کی شرط کے بغیر سرکاری ادارہ امداد دیتا ہے تو اس کا استعمال درست ہوگا۔

مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں: حکومت اگر بطور امداد بغیر کسی شرط کے یہ رقم دے تب تو جائز ہے، لیکن اگر یہ شرط لگائی ہو کہ ایک متعین رقم متعین مدت کے لئے جمع کرو اس مدت میں اگر تم بیمار ہوئے تو ہم خرچ کریں گے اور اگر بیمار نہیں ہوئے تو یہ رقم سوخت ہو جائے گی، تو یہ صورت جائز نہ ہوگی۔

قاضی عبدالجلیل قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شاہد علی قاسمی اور مفتی عبدالرحیم قاسمی کی رائے یہ ہے کہ سرکار کی طرف سے دی جانے والی اضافی رقم کو امداد و تعاون قرار دیا جاسکتا ہے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی لکھتے ہیں: سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مظلوم یا رقم یا مقررہ رقم دیتا ہے تو اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جانا چاہئے، کیونکہ بے کس اور مجبوروں اور معذوروں کے علاج و معالجہ کی ذمہ داری سرکار و حکومت پر عائد ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے سرکار کی طرف سے ہسپتال قائم کئے جا رہے ہیں جن میں مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے اور وہ انہیں مفت دی جاتی ہیں، سرکار اس طرح اپنی ذمہ داری ادا کرتی ہے، لہذا اس کو سرکاری امداد و تعاون کا ہی درجہ دیا جانا چاہئے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: میڈیکل انشورنس کرانے والا زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہو سکتا ہے، یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، گورنمنٹ کی امداد لینے میں کوئی



مضانقہ نہیں معلوم ہوتا، یوں بھی ہم حکومت کے طرح طرح کے فلاحی و رفاہی اداروں سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، اس لئے حدود شرع میں رہ کر ان سے انتفاع جائز ہونا چاہئے۔

۵- اگر میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت جائز نہیں ہے تو کیا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی کوئی متبادل صورت ہو سکتی ہے، جو میڈیکل انشورنس کے بنیادی مقصد، غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم کرنا، کو بھی پورا کرتا ہو اور شرعاً دائرہ جواز میں بھی ہو؟

اس سوال کے جواب میں عموماً مقالہ نگاروں نے یہ رائے دی ہے کہ زکوٰۃ و صدقات اور عطیات کا اجتماعی نظم، اور اس سے اس طرح کے ادارے قائم کئے جائیں جن سے ضرورت مندوں کا علاج کیا جائے۔

مولانا نیاز احمد عبدالحمید صاحب لکھتے ہیں: ملکی، صوبائی، ضلعی اور قریبی پیمانہ پر زکوٰۃ کا اجتماعی نظام، بیت المال کا قیام، رفاہی تنظیموں کا قیام صرف طبی خدمات کے لئے رفاہی تنظیم کا قیام، زکوٰۃ کے مال سے ہسپتال کا قیام اور مستحقین زکوٰۃ اور فقراء و مساکین کے لئے مفت علاج کا انتظام۔

مولانا ابراہیم ندوی لکھتے ہیں: زکوٰۃ و صدقات سے علاج، اجتماعی مضاربت، جس کی صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر ایک کمیٹی تشکیل دیں اور اس کے جو ممبر مقرر ہوں وہ ہر ماہ معین رقم اس میں جمع کرتے رہیں اور مضاربت کے اصول کے مطابق اس جمع شدہ رقم سے تجارت کی جائے، انشورنس تعاونی جس کی صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر قسط وار ایک مقررہ رقم آپس میں جمع کریں اور شرکاء میں سے جو بیمار ہوں اس کی رقم اس کے علاج میں صرف کردی جائے اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں حسب مطالبہ اس کی رقم واپس کردی جائے۔

مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں: اس مقصد کے لئے خیراتی و امدادی ادارے قائم

کئے جاسکتے ہیں، جن میں بغیر کسی پیشگی رقم کی ادائیگی کی شرط کے معذوروں کی مدد کی جائے۔  
 مولانا عبداللطیف پالنپوری لکھتے ہیں: مسلمانوں کو چاہئے کہ عطیات کی مدد سے ہر شہر میں اپنا الگ ہسپتال قائم کریں۔

مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: باہمی کفالت کا ایک نظام بنا لیا جائے، جس میں ہر صاحب استطاعت اپنی استطاعت کے مطابق یا کوئی متعین رقم تبرعاً جمع کرے، اور اس سے بغیر کسی شرط کے متاثرہ شخص کا تعاون کیا جائے۔

مولانا عطاء اللہ قاسمی لکھتے ہیں: مسلم سرمایہ دار بطور وقف اعلیٰ معیار کے ہسپتال اور میڈیکل کالج قائم کریں جس سے پوری قوم مستفید ہو اور اس کی آمدنی سے ضرورت مندوں کا علاج بھی کیا جائے۔

مولانا رحمت اللہ ندوی لکھتے ہیں: شخصی طور پر رفاہی تنظیموں کا قیام، بیت المال کا قیام، غیر سودی قرضے، شعبہ زکوٰۃ و صدقات کو مستحکم بنانا، امدادی فنڈ ریلیف وغیرہ۔

مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی لکھتے ہیں: بیمہ کا متبادل تعاونی بیمہ ہے جس میں شرکاء اپنی مرضی سے فنڈ میں رقمیں جمع کراتے ہیں اور ختم سال پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو حصہ رسدی واپس کر دی جاتی ہے یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے ان کے حصہ کے طور پر رکھ دی جاتی ہے۔

۶۔ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو کیا ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا؟

تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں داخل ہونے کے لئے

انشورنس لازم کر دیا گیا ہے، تو اس مجبوری کی حالت میں انشورنس کرانے کی حاجت ہوگی، مولانا عبداللطیف پانپوری، مولانا نعمت اللہ تاقسی، مولانا تنظیم عالم تاقسی اور مولانا امیر ارخان ندوی لکھتے ہیں کہ ایسے ملکوں میں انشورنس کرانے کی اجازت تو ہوگی، لیکن کمپنی میں جمع کردہ رقم سے زیادہ کے استعمال کی اجازت نہیں ہوگی، بعض مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں میڈیکل انشورنس کو لازمی قرار دیا گیا ہے بغیر کسی ناگزیر شرعی مجبوری کے جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

مولانا محی الدین غازی، مولانا نیاز احمد اور مولانا عطاء اللہ تاقسی لکھتے ہیں: جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانا مجبوری ہے، اس لئے بوجہ مجبوری محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے، اور بیمار ہو جانے کی صورت میں انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا بوجہ مجبوری درست ہوگا۔

مولانا خورشید اعظمی لکھتے ہیں: اجباری یا لازمی انشورنس جسے حکومتیں ضروری قرار دیتی ہیں جائز ہے یہ بمنزلہ ٹیکس ہے جو حکومت کو ادا کیا جاتا ہے۔

مفتی حبیب اللہ تاقسی لکھتے ہیں: عوارض کی بنیاد پر ضرورتاً اس کی اجازت ہو سکتی ہے اور اس جواز کی بنیاد الحاجة إذا عمت كانت كالضرورة، الضرر یزال، الحرج مدفوع، الضرورات تبیح المحظورات، کم من شیء یثبت ضمناً لا یثبت قصداً جیسے قوہد ہیں۔

مولانا محمد برہان الدین سنہجلی لکھتے ہیں: حکومتی قانون کی مجبوری کو فقہاء نے حاجت کے درجہ میں رکھا ہے، بنا پر اس حاجت کی وجہ سے جو محظورات جائز ہو جاتے ہیں وہ اس صورت میں بھی جائز ہو جانے چاہئیں، لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ایسے ملکوں میں جانا جہاں یہ قانون رائج ہے، ہر کس وناکس کے لئے جائز نہ ہوگا، صرف انہی لوگوں کے لئے جائز ہوگا جو وہاں کابا شنہدہ ہو یا کسی ناگزیر شرعی مجبوری کے تحت جا رہا ہو۔

مولانا ابو العاص و حیدی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی ثناء الہدی تاقسی، مولانا رحمت اللہ ندوی اور مولانا نعیم اختر تاقسی لکھتے ہیں: اضطرار کی وجہ سے انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی اور

انشورنس کرنے والے بیمار پر جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے استفادہ جائز ہوگا۔  
مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں: جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے  
شہریوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے وہاں یہ انشورنس کرایا جاسکتا ہے، اور ضرورت کے تحت  
انشورنس کی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

قاضی عبدالجلیل صاحب لکھتے ہیں: جن ممالک میں وہاں جانے والوں کے لئے  
میڈیکل انشورنس لازم کر دیا گیا ہے، وہاں کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ حکومت اپنے  
یہاں آنے والوں سے اتنی رقم بطور فیس لیتی ہے، اگر وہ بیمار نہ ہو تو وہ اپنی فیس ادا کر چکا ہے اور اگر  
وہ بیمار ہو جائے تو حکومت کی طرف سے اس کے علاج پر جو خرچ ہوگا اس کو حکومت کی طرف سے  
امداد و تعاون سمجھا جائے گا۔

مولانا ابرار خان ندوی لکھتے ہیں: جن ممالک میں داخلہ کے لئے میڈیکل انشورنس قانوناً  
ضروری ہے ایسے ممالک میں سیر و تفریح اور سیاحت کے لئے جانا جائز نہیں ہے البتہ جن لوگوں کو  
وہاں جانا ضروری ہو تجارتی مقاصد کی غرض سے، دعوت و تبلیغ، یا کسی دوسرے مقاصد کے حصول  
کے لئے، الضرورات تبیح المحظورات کے تحت میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت  
ہوگی۔ ضرورت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر ممنوع چیز کا  
استعمال نہ کرے تو بلاک ہو جائے گا یا بلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے گا ایسی صورت میں حرام کا  
استعمال مباح ہے (الاشباہ والنظائر للسيوطی)، نیز وہاں مقیم مسلمانوں کے لئے صحت بیمہ سے کوئی مفر  
نہیں ہے، لہذا إذا ضاق الأمر اتسع کے تحت اس کی اجازت ہوگی، دیگر یہ کہ صحت بیمہ  
کے عدم جواز کی ایک وجہ غرر بھی ہے اور معاملات میں غرر سے بچنا محال ہو تو غرر کے ساتھ معاملہ  
کرنا جائز ہے۔ ابن القیم فرماتے ہیں: ہر غرر حرمت کا باعث نہیں ہوتا ہے، اگر غرر معمولی ہو یا اس  
سے بچنا ممکن نہ ہو تو معاملہ کے درست ہونے میں وہ مانع نہیں ہوتا ہے (زاد المعاد)، البتہ اپنی جمع  
شدہ رقم سے زائد سے مستفید ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔

## عرض مسئلہ :

## میڈیکل انشورنس

مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی

سوال (۱) میڈیکل انشورنس کے متعلق جن مقالہ نگار علماء کرام نے پہلے سوال کے جواب میں قمار و ربوہ کی علت کی بنا پر میڈیکل انشورنس کو ناجائز کہا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، قاضی عبدالجلیل قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محی الدین غازی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد، مولانا خورشید اعظمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب، مولانا ابوالعاص و حیدی، مولانا اطہر حسن صاحب، مولانا عبداللطیف پالنپوری، مفتی محبوب علی وجیبی، مولانا نعمت اللہ قاسمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی اور راقم الحروف محمد عبدالرحیم قاسمی، ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان (سورہ مائدہ ۹۰)، لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل (سورہ نساء ۲۹)، كل قرض جر منفعة فهو ربا (کنز العمال)، نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر (صحیح مسلم)، كل قرض جر نفعاً حرام أى إذا كان مشروطاً (تای ۳۵۷/۷)، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان (سورہ مائدہ ۲۵)، إذا

اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الربوا فضل خال عن عوض بمعیار شرعی مشروط لأحد المتعاقدين فی المعاوضة (الموسمہ اہمیہ)، لا خلاف بین أهل العلم فی تحريم القمار وإن المخاطرة من القمار (احکام القرآن للخصام)۔  
 دوسرا نقطہ نظر باہمی تعاون کے مقصد سے بیمہ کرانے کی اجازت ہے، یہ رائے مولانا شاہد علی تاشمی، مولانا نعیم اختر تاشمی اور مولانا سلطان احمد اصلاحی کی ہے، ان کی دلیل یہ آیت ہے تعاونوا علی البر والتقوی الآیہ، نیز حضرت مولانا یوسف لدھیانوی نے بھی امداد باہمی اور تعاون کی بنیاد پر بیمہ کی جائز صورت لکھی ہے (آپ کے مسائل دوران کاحل ۲۵۸/۶)۔

مجوزین کی مستدلات یہ ہیں: احادیث رسول ﷺ: المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعض (متفق علیہ)، مثل المؤمنین فی توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (متفق علیہ)، خیر الناس أنفعهم للناس (رواہ الدارقطنی)، من استطاع منكم أن ينفع أخاه فلیفعل (رواہ مسلم)، من نفس وفی روایة فرج عن أخیه كربة من كرب الدنيا نفس وفی روایة فرج الله عنه كربة من كرب يوم القیمة (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)۔

سوال (۲): کے جواب میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے فرمایا کہ اگر بیمار نہیں پڑا تو جمع کردہ رقم سوخت ہو جاتی ہو تو اس میں قمار کی شان آگئی، لہذا یہ ناجائز ہوگا، اگر جمع شدہ کل رقم واپس مل جاتی ہو تو پھر زیادہ مالیت سے استفادہ کمپنی کی طرف سے گویا تبرع ہونے کی وجہ سے شرعاً جائز ہوگا، جمع کردہ رقم سے زیادہ اضافی رقم سے استفادہ کو ربوا اور قمار کی بنا پر ناجائز کہنے والے علماء کرام کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: مولانا عبدالجلیل

تاسمی قاضی امارت شرعیہ پٹنہ، مفتی ثناء الہدی تاسمی، مفتی حبیب اللہ تاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ تاسمی، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مفتی محبوب علی وجیبی، مولانا نعمت اللہ تاسمی اور راقم الحروف محمد عبدالرحیم تاسمی۔

مولانا محی الدین غازی نے علاج کا کوئی ذریعہ نہ ہونے کی خطراری حالت پر محمول کر کے اس زائد رقم سے علاج کو درست قرار دیا ہے تاہم انشورنس کرانے کا وبال اس پر ہوگا۔

مفتی تنظیم عالم تاسمی نے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ زائد سے استفادہ کو درست قرار دیا:

- ۱- اس مرض میں جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔
- ۲- اتنا غریب اور بے بس ہو کہ از خود علاج نہیں کر سکتا۔
- ۳- انشورنس کمپنی کے علاوہ دوسرے سے قرض ملنا ناممکن ہو۔
- ۴- انشورنس کمپنی سے حاصل شدہ زائد رقم صحتیابی کے بعد کمپنی کو واپس کر دینے کا عزم رکھتا ہو۔

گویا زائد رقم اس کے حق میں قرض کی حیثیت میں ہوگی، اگر کمپنی کو واپس کرنے کی کوئی شکل نہ ہو، یا کمپنی کو واپس کرنیکی صورت میں غلط جگہوں میں استعمال کرنے کا اندیشہ ہو تو بینک کے سود کی طرح وہ زائد رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی جائیگی، فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ (سورہ بقرہ ۲/۱۷۳)، رسول اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کو ازراہ علاج اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا (ترمذی ص ۲۱)، عالم گیری میں ہے یجوز للعلیل شرب البول والدم واکل المیتة للتداوی، إذا أخبره طبیب مسلم

أَنْ شَفَانَهُ فِيهِ وَلَمْ يَجِدْ مِنَ الْمَبَاحِ مَا يَقَامُ مَقَامَهُ (مالگیری ص ۵۵ ج ۵)، علامہ ابن حکیم  
مصری نے حلق میں پھنسنے ہوئے لقمہ کو نگھنے کے لئے شراب پینے، مخمضہ کی حالت میں مردار  
کے کھانے اور جان کے تحفظ کے لئے بحالت اکراہ کلمہ کفر زبان سے ادا کرنیکی اجازت دی  
ہے (اشباہ ۹۳)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب نے میڈیکل انشورنس کرانے والوں کو اپنی رقم سے  
زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونیکی اجازت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حکومت کی  
جانب سے امداد ہے، گورنمنٹ کی امدالینے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا شاہد علی تاسمی کی نظر میں جمع شدہ رقم سے زیادہ علاج میں خرچ شدہ رقم  
انشورنس کی اس اسکیم میں حصہ لینے والوں کی طرف سے تبرع ہے اس لئے جائز ہے۔ مولانا  
نعیم اختر تاسمی نے بھی جمع شدہ رقم سے زائد مالیت کے علاج سے مستفید ہونے کو جائز لکھا  
ہے۔ مولانا اطہر حسن صاحب نے جمع شدہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج میں خرچ ہوئی رقم  
کو قرض قرار دیا ہے، جس کا ادا کرنا لازم ہوگا یا قدرت نہ ہونے کی صورت میں سرکاری تنظیم  
سے اس کو معاف کرانا پڑے گا۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی نے لکھا ہے کہ اپنے مولیٰ سے حسن ظن کے تقاضہ سے  
پیماری سے محفوظ رہنے کا آرزو مند ہو اور دوسروں کے تعاون کی نیت سے بیمہ کرائے، پھر  
ضرورت پڑنے پر جمع کردہ رقم سے زیادہ علاج کرائے تو اس کے لئے اس اضافی رقم سے  
استفادہ کرنا جائز ہوگا۔

سوال (۳) حکومتی اور نجی اداروں سے بیمہ کے عدم جواز میں یکسانیت:  
حکومت کے انشورنس محکموں اور نجی کمپنیوں دونوں کے طریقہ کار میں ربا و قمار کی  
حقیقت مشترک ہونے کی بنا پر ان سے بیمہ کرانے کے عدم جواز میں دونوں کا حکم یکساں



کہنے والے علما کرام کے اسماء یہ ہیں: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی حبیب اللہ تاسمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ تاسمی، مفتی ثناء الہدی تاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد حمید، مولانا خورشید احمد عظیمی، مولانا عبد اللطیف پالپوری، مولانا نعمت اللہ تاسمی، مفتی تنظیم عالم تاسمی، مولانا ابو العاص و حیدی، مولانا اطہر حسن صاحبان۔

حکومتی اور نجی اداروں سے بیمہ کے جواز میں یکسانیت:

مولانا نعیم اختر تاسمی اور مولانا سلطان احمد اصلاحی سرکاری اور نجی دونوں دونوں قسم کے اداروں سے انشورنس کرا کر علاج کے لئے زائد رقم کے استفادہ کو یکساں طور پر انشورنس کے مشابہ ہے۔ یہ امداد باہمی ہی کا شعبہ ہے، خواہ اسے سرکاری طور پر چلایا جائے یا نجی طور پر۔

نجی اور سرکاری اداروں سے بیمہ کرانے کے حکم میں فرق:

مولانا تاضی عبد الجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مولانا محی الدین غازی حکومت اور نجی اداروں سے بیمہ کرنے کو منع کرتے ہیں، تاہم ضرورت کے وقت ”اہون البلیتین“ کے اصول پر سرکاری ادارے سے بیمہ کرانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مفتی محبوب علی وجیبی نے لکھا ہے کہ نجی کمپنیوں کی نیت تو تجارت کی ہے، اس لئے یہ اور بھی زیادہ برا ہے، البتہ جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومت نہیں نہ ان کی موثر طاقت ہے، وہاں ”الضرورات تبیح المحظورات“ کے تحت اس قانون پر عمل کرنے سے معافی کی امید ہے۔

مولانا شاہد علی تاسمی سرکاری بیمہ کے ادارہ سے صحت بیمہ کرا کے استفادہ کرنے کو

جائز کہتے ہیں اور پرائیویٹ کمپنی کے بیمہ سے استفادہ کی یہ شرط لکھتے ہیں کہ پرائیویٹ ادارے جمع شدہ رقم کو سود یا حرام پر مبنی کاروبار میں انویسٹ نہ کرتے ہوں۔

راقم الحروف محمد عبد الرحیم قاسمی نے ”نظام الفتاویٰ“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نجی اداروں اور پرائیویٹ و پبلک بیمہ کمپنیوں کا معاملہ سود و جوئے پر مشتمل ہوگا، لہذا یہ معاملہ جائز نہیں، ان سے اگر انشورنس کر لیا تو چونکہ ان سے ملنے والی رقم آپسی معاملہ کی بنیاد پر ہوگی، اس لئے اس ملی ہوئی رقم میں اپنی اصل رقم سے زائد ملی ہوئی رقم کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے صدقہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنے کا حکم متوجہ ہوتا ہے (نظام الفتاویٰ ۲/ ۳۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ نجی اداروں اور پرائیویٹ و پبلک بیمہ کمپنیوں سے بیمہ کرانے کی شرعا جائز نہیں اور اگر بیمہ کر لیا تو اپنی جمع کی ہوئی رقم کے علاوہ زائد رقم سے استفادہ کرنا شرعا جائز نہیں ہوگا، بلکہ اس کو بغیر نیت ثواب ملکیت سے نکالنا ضروری ہوگا۔

سوال (۴) بیمہ دار کا سرکاری علاج تعاون نہیں لہذا ممنوع ہے:

سرکاری انشورنس ادارہ بیمہ دار کو علاج کیلئے جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے یہ پہلے سے رقم کرنیکی شرط کے ساتھ مشروط ہے، لہذا یہ تعاون و امداد نہیں اور اس کو استعمال کرنا درست نہیں ہوگا، یہ رائے مندرجہ ذیل علماء کرام کی ہے: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابرار خان ندوی، مولانا نیاز احمد، مولانا خورشید اعظمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا ابو العاص و حیدی، مولانا عبد اللطیف پالپوری، مفتی محبوب علی و جیبی اور مفتی تنظیم عالم قاسمی۔

مولانا محی الدین غازی نے لکھا ہے کہ اس رقم کے سوا کوئی چارہ علاج نہ ہو تو اسے استعمال کیا جائے گا، ورنہ احتراز ضروری ہوگا، مولانا نعمت اللہ قاسمی نے بھی اسی طرح لکھا

ہے کہ جب نظر ار کی صورت نہ ہو اس کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔

بیمہ دار کا علاج یا امداد سرکاری تعاون ہے:

سرکاری انشورنس ادارہ علاج کیلئے جو مظلوم بہ یا مقررہ رقم بیمہ دار کو دیتا ہے، اس کو سرکاری امداد و تعاون قرار دیا جائے گا، اس رائے کے حاملین مولانا تاضی عبد الجلیل، مولانا اطہر حسن، مولانا نعیم تاضی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا شاہد علی تاضی اور رقم الحروف محمد عبد الرحیم تاضی۔ حضرت مفتی نظام الدین صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں: حکومت کی بیمہ کمپنی اپنے قانون حکومت کے اعتبار سے رقم اپنے بیمہ کرنے والوں کو دیگی اس رقم کا حکم وہی ہوگا جو پرائیویٹ فنڈ میں حکومت یا محکمہ اپنے قانون کے اعتبار سے خواہ کسی نام سے دے، ہم اس کو شرعاً عطیہ و انعام قرار دیکر اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ یا ایکسڈینٹ وغیرہ میں یا کسی جانی و مالی نقصان کے حادثہ میں جو رقم حکومت دیتی ہے اس کو ہم عطیہ شمار کرتے ہیں، اسی طرح اس رقم کو بھی حکومت کے عطیہ کے قبیل سے قرار دے سکتے ہیں پس حکومت سے اس ملی ہوئی رقم کو خواہ نیشنل بیمہ کمپنی کے ذریعہ اور واسطہ سے دے اس کو یا اس کے کسی جزء کو ناجائز یا ربو وغیرہ قرار دے کر اخراج عن الملک کا حکم شرعاً نہ ہوگا (نظام الفتاویٰ ۲/۳۶۷)۔

سوال (۵) بیمہ کے متبادل نظام کی تجویزیں:

مولانا سلطان احمد اصلاحی کی رائے ہے کہ سرکاری اور نجی انشورنس اسکیموں کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جائے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب لکھتے ہیں: بیمہ صحت کرانے والا یہ سوچ لے کہ اگر میں بیمار نہ پڑا تو میری یہ رقم میرے دوسرے بھائیوں کے کام آوے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر

مسلم۔ مولانا نعیم اختر تاقی کی نظر میں انشورنس ادارہ جمع شدہ سرمایہ میں اضافہ کی غرض سے غیر شرعی طریقہ اپناتا ہو تو ادارہ کا ایسا کرنا درست نہیں، بقیہ چیزیں خلاف شرع معلوم نہیں ہوتیں۔

مولانا عبداللطیف پالپوری کی تجویز ہے: عطیات کی مد سے اسپتال قائم کریں، ان میں غریبوں کا علاج زکوٰۃ کی مد سے مفت کیا جاسکتا ہے۔

مولانا ابو العاص وحیدی کی تجویز ہے: بیت المال قائم کیا جائے، رفاہی تنظیمیں بنائی جائیں، صدقات واجبہ و نافلہ سے اسپتال قائم کئے جائیں۔

مولانا عطاء اللہ تاقی کی تجویز ہے: خیراتی اور رفاہی ادارے کیلئے چندے سے فنڈ اکٹھا کیا جائے اور اس سے اسپتال قائم کریں، مولانا رحمت اللہ ندوی کی تجویز ہے: زکوٰۃ اور عطیات کا فنڈ الگ الگ ہو، ویلفیئر سوسائٹیوں اور رفاہی اداروں کے ذریعہ ضرورت مندوں کی امداد کی جائے۔

مولانا خورشید اعظمی کی تجویز ہے: ہر صاحب استطاعت بطور تبرع متعین رقم جمع کرے، جس سے اس کا کسی فرد کا علاج کیا جائے۔

مولانا نیاز احمد کی تجویز ہے: رفاہی تنظیم کا قیام اور زکوٰۃ کے مال سے اسپتال کا قیام اور فقراء کے مفت علاج کا انتظام ہو۔

مولانا شاہد علی تاقی لکھتے ہیں: سوالنامہ میں مفروضہ کمپنی کی جو تفصیلات ذکر کی گئیں وہ تقریباً شریعت کے دائرہ میں ہیں۔

مولانا محمد ہان الدین سنبھلی نے تحریر فرمایا: بغیر پیٹنگی رقم کی ادائیگی کی شرط یا اس جیسی کوئی شرط لگائے بغیر ضرورت مندوں کی مدد کیلئے خیراتی و امدادی ادارے قائم کئے جائیں۔

مولانا محی الدین غازی نے لکھا ہے کہ تجارتی بنیادوں کے بجائے تعاونی بنیادوں پر ادارہ تشکیل دیا جائے جس میں دی گئی رقم تبرع کی حیثیت رکھے۔

مولانا امدار خان ندوی کی تجویز ہے: انشورنس تعاونی کی صورت یہ ہے کہ چند افراد مل کر قسطوار ایک مقررہ رقم آپس میں جمع کریں، شرکا میں سے جو بیمار ہو اس کی رقم اس کے علاج میں صرف کر دی جائے، بیمار نہ ہونے کی صورت میں حسب مطالبہ اس کی رقم واپس کر دی جائے، شیخ و بیہ زحیلی نے تعاونی انشورنس کی بحث میں اس جیسی صورت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، ایک صورت یہ بھی ہے کہ قسط جمع کر نیوالا کمیٹی کو مالک بنا دے۔

مفتی تنظیم عالم تقاسمی کی تجویز ہے کہ تمام شرکاء چندہ کی رقم جمع کرتے ہوئے، باہمی امداد کی نیت کر لیں، ان میں سے کسی کے بیمار پڑنے پر اس فنڈ سے رقم دی جائے اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں پیسہ فنڈ میں جمع رہے کسی کو واپس نہ کیا جائے، اسی سے ملتی جلتی شکل حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی نے لکھی ہے (۲پ کے مسائل اور احکام ص ۲۵۷)۔

راقم الحروف محمد عبدالرحیم تقاسمی نے جدید معیشت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بیمہ کا متبادل تعاونی بیمہ ہے، جس میں شرکاء اپنی اپنی مرضی سے فنڈ میں رقمیں جمع کراتے ہیں اور سال کے دوران جن جن لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا اس فنڈ سے ان کی امداد کرتے ہیں، پھر سال کے ختم پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو حصہ رسدی واپس کر دی جاتی ہے، یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے ان کے حصے کے طور پر رکھ دی جاتی ہے، شرعا اس میں کوئی اشکال نہیں اور جتنے علماء نے بیمے پر گفتگو کی ہے وہ سب اس کے جواز پر متفق ہیں (اسلام اور جدید معیشت ص ۱۶۱ مصنفہ حضرت مفتی تقی عثمانی)۔

سوال (۶) میڈیکل انشورنس جبری ہو یا اختیاری جائز ہے:

مولانا نعیم اختر تقاسمی کی رائے ہے کہ میڈیکل انشورنس میں حصہ لینا جبراً یا اختیاراً جائز ہے، لہذا علاج کے وقت اس کی سہولیات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، مفتی حبیب اللہ تقاسمی نے لکھا ہے: میڈیکل انشورنس فی نفسہ ناجائز ہے، البتہ عوارض کی بنا پر ضرورتاً اس کی اجازت ہو سکتی

ہے اور اس جواز کی بنیاد ”الحاجة إذا عمت كانت كالضرورة - الضرر يزال - الحرج مدفوع، الضرورات تبيح المحظورات، کم من شیء یثبت ضمناً لا یثبت قصداً“ جیسے قواعد ہیں، جن ممالک میں میڈیکل انشورنس لازم کر دیا گیا ہے وہاں تو قانونی مجبوری ہے لیکن جن ملکوں میں لازمی نہیں مذکور ہوا اصولی کی بنیاد پر گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

قانونی مجبوری کی بنا پر بیمہ کرانا اور استفادہ کرنا جائز ہے:

جن ممالک میں رہنے والوں پر یا وہاں جانے والوں پر میڈیکل انشورنس لازم کر دیا گیا ہے تو قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت ہوگی۔ یہ رائے مندرجہ ذیل علما کرام کی ہے:

مفتی ثناء الہدی قاسمی مولانا محی الدین غازی، مولانا محمد ابراہیم ارخان ندوی، مولانا نیاز احمد عبد الحمید، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا رحمت اللہ ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب، مولانا ابو العاص و حیدری، مفتی محتوب علی و جیبی، مولانا اطہر حسن، مفتی عبدالرحیم قاسمی اور قاضی عبدالجلیل صاحب۔

دلائل: ”يجوز التأمين الإجباری أو الإلزامی الذی تفرضه الدولة؛ لأنه بمثابة دفع ضريبة للدولة“ (فہم الاسلائی وأدلتہ ۳۲۲/۵)۔ ”المشقة تجلب التيسير۔ الضرورات تبيح المحظورات“۔

مولانا عبد اللطیف پالنبوری کی رائے ہے کہ جتنی رقم جمع کی ہے اس سے زیادہ علاج کی سہولت حاصل کرنا جائز نہیں زائد رقم غربا و محتاجوں کو بلا نیت ثواب تقسیم کر دی جائے۔

جبری بیمہ جائز، استفادہ نا جائز:

مولانا نعمت اللہ قاسمی اور مفتی تنظیم عالم قاسمی کے نزدیک ان ممالک میں جانے یا رہنے کے لئے قانونی مجبوری کی بنا پر انشورنس کر لیا جاسکتا ہے، جہاں رہے یا داخلہ کیلئے صحت بیمہ کرانا

---

قانونی طور پر لازم ہے، لیکن انشورنس کئے ہوئے سے استفادہ کرنا درست نہیں مولانا نعمت اللہ  
قاسمی کہتے ہیں اپنی رقم واپس لینا جائز ہوگا۔

بلا حاجت ان ملکوں میں جانے یا رہنے کی اجازت نہیں:

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے تحریر فرمایا کہ حکومتی قانونی کی مجبوری کو فقہاء نے  
حاجت کے درجہ میں رکھا ہے، بنا بریں حاجت کی وجہ سے جو محظورات جائز ہو جاتے ہیں وہ اس  
صورت میں بھی جائز ہو جانے چاہئیں، لیکن اس صورت میں ایک بات یہ ملحوظ رکھنی ہوگی کہ جن  
ملکوں میں ایسے قوانین رائج ہیں جو اصلاً ممنوع شرعی ہیں، وہاں کا یہ شخص یا تو اصل باشندہ ہو یا باہر  
کا کوئی شخص ایسے کام سے گیا ہو جس کے لئے جانا شرعاً گزیر تھا، ورنہ ایسے ملکوں میں جانا اتنی  
مدت کے لئے کہ یہ قانون لاگو ہو جائے یا منتقل رہنا شریعت کے اصل حکم کی رو سے جائز نہیں۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس اور صحت کارڈ

پروفیسر الصدیق محمد الاٹن الطبری

موضوع کے بنیادی عناصر:

- ۱- میڈیکل انشورنس کی تعریف اور صحت کارڈ کے استعمال کا شرعی حکم۔
- ۲- مختلف کمپنیوں اور اسپتالوں کے مابین ایک متعین مدت کے لئے دوا اور آپریشن وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ شہریوں کے علاج معالجہ سے متعلق طے پانے والے معاہدہ کا شرعی حکم۔
- ۳- کسی فرد اور اسپتال کے درمیان طے شدہ معاہدہ کا شرعی حکم۔
- ۴- علاج سے فائدہ اٹھانے والوں اور علاج کی ذمہ داری قبول کرنے والے ادارہ کے باہمی تعلق میں کسی تجارتی یا امدادی انشورنس کمپنی کے واسطے کا شرعی حکم۔
- ۵- معاوضہ کا مستحق ہونے کے لئے شفا یابی کی شرط لگانے کا شرعی حکم۔

۱- میڈیکل انشورنس کی تعریف اور صحت کارڈ کے استعمال کا شرعی حکم:

اول- میڈیکل انشورنس کی تعریف:

تانون دانوں نے مختلف حیثیتوں سے بیمہ کی مختلف قسمیں کی ہیں، چنانچہ انہوں نے مقصد کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں کی ہیں: (الف) سوشل انشورنس (ب) اسپیشل انشورنس۔ سوشل انشورنس کا مقصد معاشرہ یا سماج کی عام مصلحت کی تکمیل ہے، جیسے مزدوروں کو



درپیش بعض خطرات سے تحفظ فراہم کرنا جن کے لاحق ہونے سے وہ کام کرنے کی اہلیت سے محروم ہو سکتے ہیں مثال کے طور پر بیماری، معذوری اور بوڑھاپا، بیمہ کی اس قسم کا دارومدار سماجی تحفظ کے تصور پر ہے (المکافل الاجتماعی فی الاسلام، ۹۰، وانظر أيضا المآثرین الصغی ۸۰)۔

جہاں تک بیمہ کی خاص قسم کا تعلق ہے تو اس کا مقصد بیمہ پالیسی ہولڈر کی اپنی مخصوص مصلحت ہے (الوسیط للڈکٹور اسمبوری ۷/۱۱۵۶، ۱۳۷۵، و المآثرین فی القانون المصری و المقارن للڈکٹور ابدر اوی ۳۹، و السلوب لإسلامی لمزاولۃ المآثرین للڈکٹور السید عبدالمطلب ۲۰) بیمہ کے ماہرین نے سوشل انشورنس کی متعدد تعریفیں کی ہیں جن میں سب سے بہتر تعریف ڈاکٹر سید عبدالمطلب کی ہے۔ اس تعریف کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سوشل انشورنس سے متعلق اصطلاحات کی کمیٹی نے تسلیم کیا ہے۔ یہ تعریف مندرجہ ذیل ہے:

سوشل انشورنس خطرات کو کسی ادارہ کی طرف منتقل کر کے انہیں دور کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ ادارہ عموماً سرکاری ہوتا ہے۔ بیمہ قانون کے مطابق معین شروط کے ساتھ مخصوص خسارہ کے واقع ہونے کی صورت میں ادارہ کے ممبر بننے والے افراد کو یہ ادارہ مخصوص خدمات فراہم کرنے کا پابند ہوتا ہے (السلوب لإسلامی لمزاولۃ المآثرین، ۱۵۵)۔

### سوشل انشورنس کا دائرہ

ایک شہر کے سوشل انشورنس کا دائرہ دوسرے شہر کے سوشل انشورنس کے دائرہ سے مختلف ہوتا ہے، لیکن بعض قسمیں سوشل انشورنس کی ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہیں خواہ شہر کوئی بھی ہو، یہ قسمیں درج ذیل ہیں:

- |                     |                                   |
|---------------------|-----------------------------------|
| (۱) بوڑھاپے کا بیمہ | (۲) اتفاقی موت کا بیمہ            |
| (۳) معذوری کا بیمہ  | (۴) بے روزگاری کا بیمہ            |
| (۵) صحت کا بیمہ     | (۶) حوادث کا بیمہ (المصدر السابق) |

۱۶۹، وانظر أيضا المآثرین الصغی و المآثرہ فی حمایۃ القوی العالیۃ، ۳۵، و المآثرین الاجتماعیۃ و المکافل الاجتماعی فی الاسلام ۳۷، ۳۷، ۳۷، ۳۷۔

### میڈیکل انشورنس کی تعریف:

میڈیکل انشورنس سوشل انشورنس کی ایک قسم ہے۔ اسی وجہ سے سوشل انشورنس کی تعریف عام طور پر اس پر صادق آتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ بعض (فی کتاب التا من الصح وائزہ فی حمایتہ القویٰ الحاملہ ۹/۱۳۱ ازڈاکٹر شوکت محمد الفیوری) ماہرین نے میڈیکل انشورنس کی تعریف یوں کی ہے کہ میڈیکل انشورنس ایک ایسا نظام ہے جس کا دارومدار بیمہ پالیسی ہولڈر کو ممبر شپ یا پیشگی ادا کردہ یا قسط وار ادا کی جانے والی رقم کے عوض انشورنس سسٹم کے طے کردہ حالات میں اس کی طرف سے خدمات یا سہولیات کی فراہمی پر ہے۔ ان قسطوں کو ادا کرنے میں مزدور، مالک اور بعض ممالک میں حکومت کی بھی شرکت ہوتی ہے (حوالہ سابق)۔

بعض (حوالہ سابق) لوگوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ میڈیکل انشورنس سوشل انشورنس کا ایک طریقہ ہے جس کا تعلق براہ راست طبیعی سماجی بیماریوں سے ہے جیسے عارضی بیماری، عدم صحت و بوڑھاپے کی مجبوری۔ اگر ایک طرف صحت بیمہ مریض کو طبی ادویہ وغیرہ فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف مریض کی کوئی آمدنی نہ ہونے کی صورت میں مالی متبادل بھی فراہم کرتا ہے (حوالہ سابق)۔

### دوم - صحت کارڈ:

صحت کارڈ ایک ایسا کارڈ ہوتا ہے جس کو انشورنس ادارہ بیمہ پالیسی ہولڈر کو عطا کرتا ہے۔ اس کارڈ کی بدولت بیمہ پالیسی ہولڈر میڈیکل انشورنس کی خدمات و سہولیات سے مستفید ہونے کا مستحق قرار پاتا ہے۔

### سوم - میڈیکل انشورنس کا حکم:

میڈیکل انشورنس کے مذکورہ بالا مفہوم کی رو سے اس کے جواز کے سلسلے میں معاصر

فقہاء کے مابین مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں ہے۔ اسی طرح اس سوشل سیکورٹی کے جواز کے سلسلے میں بھی مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں جس پر میڈیکل انشورنس کا دارومدار ہے۔ بعض اسلامی اکیڈمیوں نے اس نظام کے جواز سے متعلق فیصلے کئے ہیں اور اس کو عام کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان میں سے بعض فیصلے درج ذیل ہیں:

۱۔ ”مجمع الجعوث الاسلامیہ“ کی دوسری کانفرنس منعقدہ قاہرہ مورخہ محرم ۱۳۸۵ھ مطابق مئی ۱۹۶۵ء کے فیصلہ میں کہا گیا ہے: پنشن کا سرکاری نظام اور اس کے مشابہ سوشل سیکورٹی کا نظام جو کہ بعض ملکوں میں رائج ہے، اسی طرح سوشل انشورنس کا نظام، یہ سب جائز اعمال ہیں۔

۲۔ ”مجمع الجعوث الاسلامیہ“ کی تیسری کانفرنس منعقدہ قاہرہ مورخہ ۱۷/رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۶ء کے فیصلہ میں کہا گیا ہے: جہاں تک تعاونی اور سوشل انشورنس اور ان دونوں کے ذیل میں آنے والے معذوری، بے روزگاری، بوڑھاپے اور ناگہانی حادثات وغیرہ سے تحفظ کے لئے کرائے جانے والے میڈیکل انشورنس وغیرہ کا تعلق ہے تو دوسری کانفرنس اس کے جواز کا فیصلہ کر چکی ہے۔

۳۔ اسلامی قانون سازی سمینار منعقدہ لیبیا مورخہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مطابق مئی ۱۹۷۲ء کی سفارشات میں مذکور ہے:

سوشل سیکورٹی کو عام کرنا ضروری ہے تاکہ ہر خاندان کو ایسا اطمینان بخش آمدنی کا ذریعہ مل جائے جو اس کی کفالت کرنے والے کی وفات، معذوری یا دیگر کسی بھی انقطاع رزق کا باعث بننے والے سبب کے لاحق ہونے کے وقت اس کی کفالت کر سکے۔ میڈیکل انشورنس کے جواز کی بنیاد رعایا کی مصلحت ہے جس کی ذمہ داری حاکم وقت پر ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ میڈیکل انشورنس کے نظام اور سوشل انشورنس کی تمام قسموں میں رعایا کی مصلحت ہے۔ خصوصاً غیر ترقی یافتہ ممالک کے لئے یہ نظام زیادہ ہی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ ممالک مفت میں ہیلتھ سروس کی فراہمی پر قادر نہیں ہیں۔

۲- مختلف کمپنیوں اور اسپتالوں کے مابین ایک متعین مدت کے لئے دوا اور آپریشن کے اہتمام کے ساتھ شہریوں کے علاج معالجہ سے متعلق طے پانے والے معاہدہ کا شرعی حکم:

یہ معاہدہ بنیادی طور پر عقد اجارہ میں داخل ہے، لہذا اس کے اوپر اجارہ کا حکم ثابت ہوگا، اس معاہدہ میں اجارہ کی تمام شرطوں کا مکمل طور سے پایا جانا ضروری ہے، اجارہ کی بعض شرطیں تو اس کے الفاظ سے متعلق ہوتی ہیں جبکہ بعض شرطیں عقد کرنے والوں سے متعلق ہوتی ہیں اور ان میں سے بعض اجرت سے متعلق ہوتی ہیں جبکہ بعض کا تعلق محل سے ہوتا ہے۔

ہم یہ مان لیں کہ صیغہ اور عقد کرنے والوں سے متعلق شرطیں اس معاہدہ میں موجود ہیں، اسی طرح اجرت سے متعلق شرطیں بھی اس میں موجود ہیں، اس لئے کہ اس کے بارے میں مقررہ رقم کی بات کہی گئی ہے۔ اب محل کے بارے میں غور کرنا باقی ہے۔

اس معاہدہ میں محل تین چیزوں سے مرکب ہے:

اول- بذات خود مقصود (ایک متعین مدت کے لئے کسی ادارہ کے ملازمین کا علاج و معالجہ) یہ صورت اشخاص کے اجارہ میں داخل ہے اور اس میں اجیر مشترک ہوتا ہے، یعنی اسپتال، ڈاکٹر اور اسپتال کا عملہ جو ادارہ کے ملازمین کے علاج کا کام انجام دیتے ہیں۔ یہ سب اجیر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا اس معاہدہ پر اجیر مشترک کے اجارہ کا حکم ثابت ہوگا۔

دوم- مریض کے اسپتال میں قیام کی صورت میں اسپتال کے بیڈ اور کمرے، یہ چیزیں اعیان کے منافع کے اجارہ کے قبیل سے ہیں۔ لہذا ان کے اوپر اعیان کے منافع کو اجارہ پر دینے کا حکم ثابت ہوگا۔

سوم- دوا اور آپریشن وغیرہ:

جہاں تک آپریشن کی بات ہے تو وہ پہلی شق میں داخل ہے اور جہاں تک دوا اور اس

جیسی چیز جیسے کھانے وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ چیزیں اجارہ کا محل نہیں بن سکتیں، اس لئے کہ یہ اعیان کے قبیل سے ہیں اور اجارہ اعیان میں نہیں بلکہ اعیان کے منافع میں ہوتا ہے۔ لہذا ایک متعین رقم کے عوض دوا وغیرہ کا التزام بیع شمار کیا جائے گا اور اس کے اوپر بیع کا حکم لگایا جائے گا۔

پہلی شق (ایک متعین مدت کے لئے ادارہ کے ملازمین کا علاج و معالجہ):

اس کا حکم جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ادارہ کے ملازمین کا مفہوم متعین ہو جائے، اسی طرح یہ بھی متعین ہو جائے کہ مدت سے کیا مقصود ہے؟ جہاں تک مقررہ مدت کی بات ہے تو مجھے سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ادارہ اسپتال کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرے کہ اسپتال اس کے ملازمین کا علاج کرے گا اور بدلے میں ادارہ ہر مہینہ یا ہر سال ایک مقررہ رقم ادا کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسپتال اس مقررہ رقم کے بدلے مثلاً دو مہینہ تک علاج کرے گا اور پھر چھوڑ دے گا جیسا کہ عبارت سے یہی مفہوم ذہن میں آتا ہے۔ اگر مدت مقرر ہو اور اجرت بھی مقرر ہو تو مجھے اس اتفاق میں کوئی شرعی مانع نظر نہیں آتا۔

ادارے کے ملازمین سے مقصود کبھی تو تعداد کی تحدید کئے بغیر ادارہ کے تمام ملازمین ہوتے ہیں اور کبھی وہ ملازمین مراد ہوتے ہیں جن کی تعداد متعین ہو اور ان دونوں حالتوں میں یہ اتفاق غرر (دھوکہ) پر مشتمل ہے جو محل کے مجہول ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں مقدار نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یہ غرر پیدا ہوتا ہے اور دونوں حالتوں میں علاج کے ضرورت مند افراد کی تعداد اور علاج کی نوعیت کے مجہول ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

دوسری شق (اسپتال کے بیڈ اور کمرے) کا حکم:

میری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں معاہدہ اعیان کے منافع کے اجارہ کے قبیل سے ہے۔ لہذا اس اتفاق میں اس کی تمام شرطوں کا پوری طرح پایا جانا ضروری ہے اور اس کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عقد کے وقت منفعت معلوم ہو نیز جب منفعت توسیع کی حامل ہو تو اجارہ کی مدت کو بھی بیان کر دینا چاہئے۔

اور اس حالت میں منفعت بیڈ اور کمروں کا استعمال ہے اور یہ منفعت توسیع کی حامل ہے۔ لہذا اس کے اندر مدت کی تحدید ضروری ہے جبکہ اس اتفاق میں مدت کی تحدید نہیں ہے۔ مریض اسپتال میں کبھی ایک دن، کبھی ایک ہفتہ اور کبھی ایک مہینہ بھی ٹھہرتا ہے، اس لئے اس میں غرر ہے جس سے عقد فاسد ہو جاتا ہے۔

### تیسری شق (دوا وغیرہ) کا حکم:

اس صورت میں اتفاق بیع ہے، لہذا اس پر بیع کا حکم لگایا جائے گا۔ بیع کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کو فروخت کیا جائے وہ معلوم ہو، یہاں بیع دوا ہے اور دوا کی نوعیت اور مقدار دونوں مجہول ہیں۔ لہذا اس اتفاق میں دو طرف سے غرر پایا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ اتفاق ہر پہلو سے غرر پر مشتمل ہے۔ اس اتفاق میں عقد بیع کا غرر ہے جس کے بارے میں خصوصی ممانعت وارد ہوئی ہے، اسی طرح اس میں عقد اجارہ کا غرر ہے جس کو فقہاء نے بالاتفاق بیع کے ساتھ ملحق کیا ہے، اسی طرح اس میں معقود علیہ میں غرر ہے۔ اس اتفاق کی ضرورت و حاجت بھی نہیں، کیونکہ اس غرر پر مشتمل طریقہ کے علاوہ علاج کے دوسرے جائز ذرائع موجود ہیں۔ اسی لئے اتفاق کی یہ صورت میرے نزدیک حرام ہے۔

### ۳- کسی فرد اور اسپتال کے درمیان طے شدہ معاہدہ کا شرعی حکم:

اس صورت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اسپتال سے اس بات پر معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اسپتال کو ایک مقررہ رقم ادا کرے گا، اس کے بدلہ میں اسپتال سرجری اور دوا وغیرہ کے ساتھ اس شخص کے علاج کا معاہدہ کرتا ہے، اس صورت کا حکم سابقہ صورت کی طرح ممانعت کا ہے، اس لئے کہ اس صورت میں بھی غرر پایا جاتا ہے۔ یہ غرر دوا کی مقدار اور اس کی نوعیت کے مجہول ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مزید برآں علاج کے حصول کے مجہول ہونے سے بھی غرر پایا

جاتا ہے، اس لئے کہ کبھی وہ شخص مقررہ رقم ادا تو کر دیتا ہے لیکن متعین وقت میں اس کو علاج کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، کبھی اس کی موت اپنے گھر میں ہوتی ہے اور کبھی کسی حادثہ کے پیش آنے کی وجہ سے راستہ ہی میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے اور اسپتال کو اس کا علاج کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، تو کس بنیاد پر وہ رقم اسپتال کے لئے حلال ہو جائے گی جو اس نے اس شخص سے لی ہے۔ اس صورت میں بغیر کسی مجبوری کے غرر کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس لئے کہ یہ شخص مرض لاحق ہونے پر اسپتال جا کر جائز طریقہ سے اس سے معاہدہ کر سکتا ہے۔

۴- علاج سے فائدہ اٹھانے والوں اور علاج کی ذمہ داری قبول کرنے والے ادارہ کے باہمی تعلق میں کسی تجارتی یا امدادی انشورنس کمپنی کے واسطے کا شرعی حکم: علاج سے فائدہ اٹھانے والوں اور اسپتال کے درمیان کسی تجارتی بیمہ کمپنی کا آنا کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے اجلاس منعقدہ شعبان ۱۳۹۸ھ میں تجارتی بیمہ اور اس کی تمام انواع و اقسام کی حرمت کے بارے میں فیصلہ کیا جا چکا ہے، اسی طرح جدہ فقہ اکیڈمی کے اجلاس دوم منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء کے فیصلہ میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ تجارتی بیمہ کمپنیوں کے عقد میں تجارتی کمپنیوں کی مجوزہ قسطوں کی وجہ سے بہت زیادہ غرر پایا جاتا ہے، یہ غرر عقد کے لئے مفسد ہے۔ لہذا یہ شرعاً حرام ہے۔ میرے خیال میں اس کے بعد تجارتی بیمہ کمپنیوں کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ جہاں تک علاج کرانے والوں اور اسپتال کے مابین تعلقات کے قیام کے لئے تعاونی بیمہ کمپنی کے بیچ میں آنے کی بات ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے کہ تمام معاصر فقہاء کے نزدیک تعاونی بیمہ کمپنیوں کے ساتھ کاروبار کرنا جائز ہے۔ سوال یہاں اس طریقہ کے بارے میں باقی رہ جاتا ہے جس کے ذریعہ تجارتی بیمہ کمپنی بیچ میں آتی ہے۔ اگر ادارہ اور اسپتال کے درمیان یا فرد اور

ہسپتال کے درمیان آنے کا مقصود وہی ہے جو دوسرے اور تیسرے عنصر میں مذکور ہے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ طریقہ قطع نظر اس کے کہ اس کو اپنانے والا کون ہے، بذات خود ممنوع ہے۔  
ادارہ اور ہسپتال یا فرد اور ہسپتال کے بیچ میں آنے کا جائز طریقہ وہی ہے جس کو بعض اسلامی تعاونی کمپنیاں مشترکہ تحفظ صحت کے نظام کے تحت اختیار کرتی ہیں۔

### ۵- معاوضہ کا مستحق ہونے کے لئے شفایابی کی شرط لگانے کا شرعی حکم:

اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء کا خلاصہ یہ ہے:

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا کبھی اجارہ کے لفظ سے ہوتا ہے اور کبھی ”جعالہ“ کے لفظ سے اگر شرط صیغہ اجارہ کے ذریعہ سے ہو تو امام مالک کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ ”المدونہ“ (دیکھئے المدونہ ۱۱/۶۳)، ”الہججہ“ (الہججہ شرح النجاشی ۲/۴۸، نیز دیکھئے علی العامم مع الہججہ) اور ”الشرح الکبیر“ (الشرح الکبیر مع حاشیہ الرسول ۳/۵۷) اور اس کے حاشیہ میں ہے، لہذا ڈاکٹر بیماری سے شفایابی کے حصول پر ہی مستحق اجر قرار پائے گا۔ اشرح الصغیر (الشرح الصغیر علی اقرب المسائل مع حاشیہ الصوی ۳/۴۳، ۴۵) میں مذکور ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ فقہاء حنابلہ میں سے ابن ابی موسیٰ نے اس کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ ’المغنی‘ میں ابن قدامہ (المغنی لابن قدامہ ۵/۵۳۱) کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے، ان دونوں کے علاوہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

اگر شرط جعالہ کے ذریعہ سے ہو تو شافعیہ کے نزدیک اور ابن قدامہ کی روایت کے مطابق حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، جبکہ ’المقتع‘ کے محشی کی روایت کے مطابق مذہب کے صحیح قول کی رو سے جائز نہیں ہے، فقہاء مالکیہ کا اس بارے میں اختلاف ہے، باجی کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں امام مالک کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو عدم جواز کا ہے جو ’المدونہ‘ میں مذکور ہے اور ایک قول جواز کا ہے۔ درودیر نے ’الشرح الکبیر‘ میں نیز دسوقی نے ذکر کیا ہے کہ ڈاکٹر کے ساتھ بیماری سے شفایابی کی شرط لگانا ہمیشہ اجارہ ہی کے حکم میں ہوگا، اگرچہ شرط لفظ جعالہ کے ذریعہ لگائی گئی



ہو، درودیر نے 'اشرح الصغیر' میں بیان کیا ہے کہ یہ شرط اجارہ کے حکم میں ہوگی اگر لفظ "جعالہ" کے ذریعہ نہ لگائی گئی ہو، صاوی نے ان سے اس بات میں اتفاق کیا ہے کہ اگر عقد میں جعالہ کی صراحت نہ ہو تو یہ شرط اجارہ کے حکم میں ہوگی ورنہ جعالہ قرار پائے گی جو لازم نہیں ہوگی۔ حنفیہ کے نزدیک صیغہ جعالہ کے ذریعہ ڈاکٹر سے شرط لگانا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان کے نزدیک یہ صیغہ اجارہ کے ذریعہ سے بھی جائز نہیں ہے، جعالہ کے سلسلے میں ان کے اقوال سے مجھے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس موضوع کے سلسلے میں مجھے ان کی طرف سے صراحت کا علم نہیں ہے۔

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کے عدم جواز کے قائلین میں سے "ظاہریہ" بھی ہیں۔ علامہ ابن حزم کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا بالکل ہی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کسی کو شفا دینا یا نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ کسی آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہے اور شفایابی پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (المکمل ۱/۲۲۷)۔

عدم جواز کی صراحت زید نے بھی کی ہے۔ ان لوگوں نے ممانعت کی علت یہ بتائی ہے کہ شفا دینا ڈاکٹر کے ہاتھ میں نہیں ہے (البحر الزخار ۳/۳۶۱)۔ جو حضرات ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے دوا کی ذمہ داری مریض پر عائد کی ہے، اگر یہ ذمہ داری ڈاکٹر پر عائد کی جائے تو عقد درست نہ ہوگا۔

ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانے کے سلسلے میں میری رائے:

میرے نزدیک یہ شرط چاہے صیغہ اجارہ سے ہو یا لفظ "جعالہ" سے جائز نہیں ہے اس کے وجوہ یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر سے شفایابی کی شرط لگانا صیغہ اجارہ کے ذریعہ سے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے اندر محل عقد میں غرر پایا جاتا ہے، نیز عقد سے جڑی ہوئی شرط کے اندر بھی غرر ہے، اس لئے کہ جس چیز پر عقد ہو رہا ہے وہ شفایاب ہونے تک علاج کرنا ہے، اس کے اندر غرر مدت علاج کا علم نہ ہونے کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے، کیونکہ مریض کبھی تو ایک دن کے علاج کے بعد، کبھی

ایک ہفتہ کے علاج کے بعد اور کبھی ایک مہینہ کے علاج کے بعد شفلیاب ہوتا ہے۔ لہذا معاوضہ کا دارومدار شفلیابی پر ہے۔

اس عقد اجارہ میں شرط کی وجہ سے پیدا ہونے والا ایک دوسرا غرر بھی ہے۔ مریض ڈاکٹر کو اپنے علاج پر معاوضہ ادا کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ ایک مقررہ رقم کے بدلے وہ اپنی بیماری سے شفلیاب ہو جائے، یہ شرط فاسد ہے جو عقد کے لئے مانع ہے۔ اس شرط کے فساد کی وجہ یہ ہے کہ اس کے وجود ہی میں غرر ہے۔ اس لئے کہ شفلیابی کبھی ملتی ہے اور کبھی نہیں ملتی۔

کاسانی کا کہنا ہے کہ صحت بیع کی شرطوں میں سے ایک بیع کا فاسد شرطوں سے پاک ہونا بھی ہے، پھر وہ کہتے ہیں کہ فاسد شرطوں کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس کے وجود ہی میں غرر ہو یا اس طور کہ جس چیز کی شرط لگائی گئی ہو اس کے وجود اور عدم دونوں کا احتمال ہو اور حال میں اس کی واقفیت ممکن نہ ہو (البدائع ۱۶۸/۵)۔

اسی وجہ سے میری رائے معاوضہ کے استحقاق کے لئے ڈاکٹر سے شفلیابی کی شرط لگانے کے سلسلے میں عدم جواز کی ہے۔

(۲) لفظ جعالہ کے ذریعہ ڈاکٹر سے شفلیابی کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جعالہ جیسا کہ ابن رشد نے اس کی تعریف کی ہے: ”ایسی منفعت پر اجارہ ہے جس کے حصول کا گمان ہو“۔

جعالہ فقہاء کے نزدیک جائز ہے، جعالہ کے جواز کے قائلین کا کہنا ہے کہ از روئے قیاس جعالہ میں غرر ہے، اس لئے کہ اس کے اندر عمل مجہول ہوتا ہے نیز مدت بھی، اس لئے کہ عامل کام سے فراغت کے بعد ہی مزدوری کا مستحق ہے اور یہاں وقت مجہول ہوتا ہے، البتہ حاجت کے وقت جعالہ جائز ہے۔

وہ حاجت جو باہمی لین دین کے معاملہ میں غرر کو غیر موثر بنا دیتی ہے متعین ہے اور اس کے تعین سے مراد یہ ہے کہ مقصد کے حصول کے لئے اس ایک راستہ کے سوا جس میں غرر پایا جا رہا

ہے بقیہ تمام جائز راستے بند ہو چکے ہوں اور یہ صورت شفلایابی سے مشروط جعالہ میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ مریض کے لئے ممکن ہے کہ وہ علاج کے سلسلے میں شرعی شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ڈاکٹر کے ساتھ اجارہ کا معاہدہ کر لے۔ عرف عام میں یہی طریقہ رائج ہے، لہذا شفلایابی پر جعالہ کی ضرورت ہی نہیں، نیز شفلایابی جیسا کہ مانعین کا کہنا ہے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے علاوہ اس پر کوئی قادر نہیں (البحر الرخاۃ ۶، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹)۔

اسی لئے میری رائے یہ ہے کہ جس جعالہ کا دار و مدار شفلایابی پر ہو وہ جائز نہیں ہے اگرچہ دو مریض ہی کی جانب سے کیوں نہ ہو۔

اگر دوا کی ذمہ داری ڈاکٹر پر ہو تو پھر ممانعت اور زیادہ شدید ہو جائے گی، اس لئے کہ ڈاکٹر سے شفلایابی کی شرط لگانے کو جائز قرار دینے والوں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس صورت میں دو مریض کی طرف سے ہوگی۔

ڈاکٹر سے شفلایابی کی شرط لگانے کو جائز قرار دینے والوں نے جھاڑ پھونک کے جواز سے متعلق حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس حدیث سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ جھاڑ پھونک پر اجرت لیا جائز ہے۔ اس میں شفلایابی کی شرط کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

### مصادر وما آخذ

#### کتاب فقہ:

#### فقہ حنفی کی کتابیں

۱- بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - علاء الدین ابو بکر مسعود کاسانی متوفی 587ھ - مطبعہ الجمالیہ بمصر

1910-

۲- رد المحتار علی الدر المختار - محمد ابن بن عمر عابد بن العظیم باب بن عابد بن متوفی 1252ھ - طبع بولاق۔

#### فقہ مالکی

۳- المدونہ الکبریٰ - رویہ حمون بن سعید التوفی عن الامام عبدالرحمن بن القاسم بن اس لامکی متوفی

179ھ - مطبعہ اسعادۃ 1323ھ۔

۳- البتھی شرح مؤطا امام مالک- ابو الولید سلیمان بن خلف البزازی لاغدی متوفی 494ھ- مطبعہ  
-۱۰۵۰

۵- عقد الجواهر الثمینیہ- جلال الدین عبداللہ بن نجم بن شاش متوفی 616ھ- مطبعہ دار المعرب  
الاسلامی۔

۶- لندخیرہ شہاب الدین احمد بن ادریس القرانی متوفی 684ھ- مطبعہ دار الغرب الاسلامی۔

۷- اشرح الکبیر مع حاشیہ الدسوقی- احمد بن محمد بن احمد الصوی الشحیر بالدردیہ متوفی 1201ھ- مطبعہ  
الانبریہ۔

۸- اشرح الصغیر مع حاشیہ الصاوی الدردیہ- مطبعہ دار المعارف۔

۹- البھیج فی شرح التہذیب- ابو الحسن علی بن عبدالسلام اتسولی- مطبعہ البھیج۔

۱۰- سبویۃ المکتبہ ونہایۃ المتقصد- ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد القرطبی متوفی 595ھ- مطبعہ مصنفی  
المبایلی النعلنی۔

### فقہ شافعی

۱۱- التکلیف الثمینیۃ را مجموع شرح المہذب مطبعہ دار الفکر۔

۱۲- نہایۃ المحتاج الی شرح المحتاج- خمس الدین محمد بن ابی العباس بن حمزہ بن شہاب الدین المرلی متوفی  
1004ھ- مطبعہ مصنفی المبایلی النعلنی۔

### فقہ حنبلی

۱۳- البغی- ابو محمد عبداللہ بن احمد محمد بن قندلہ المقدسی متوفی 620ھ- مطبعہ عالم الکتب بیروت۔

۱۴- حاشیہ علی المتقصد- مطبعہ مکتبۃ الریاض الحدیثہ۔

### دیگر فقہی مسائل

۱۵- البحر الرخاار الجامع لمرآة عیون علماء الأمصار- احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ بن مفضل بن منصور الحنفی متوفی  
840ھ- مطبعہ القاہرہ۔

۱۶- الحلی- ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم لقاہری متوفی 456ھ- مطبعہ الامام

**دیگر مؤلفات**

۱۔ الغرور اثرہ فی الحقہ فی الفقہ الاسلامی - الدكتور الصدیق محمد الامین الہنری - دوسرا ایڈیشن 1416ھ۔

**کتاب قانون**

- ۱۔ الوسیط - للدكتور عبد الرزاق اشوري - مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر۔
- ۲۔ التائین فی القانون المصری والقارن - للدكتور عبدالمعتم البدروي - مطبعة مھنۃ مصر۔
- ۳۔ الاسلوب الاسلامی لجزاوتہ التائین - الدكتور السيد عبدالمطلب عبدہ پہلا ایڈیشن۔
- ۴۔ التائین الصحی واثرہ فی حمایۃ القوی العامۃ - المركز العربی للتحا بنات الاجتماعیۃ۔
- ۵۔ التحا بنات الاجتماعیۃ والحکافل الاجتماعی فی الاسلام - المركز العربی للتحا بنات الاجتماعیۃ - الخرطوم۔
- ۶۔ قانون الصحیۃ الحدیۃ للتحا بنات الصحی 1۹۹۳ء - سوڈان۔



## میڈیکل انشورنس، تعارف اور مقاصد

ڈاکٹر محمد شمیم الحیاط ✽

یہ مقالہ میڈیکل انشورنس سے متعلق ہے۔ اس موضوع کی تمہید میں ہم سب سے پہلے صحت اور انشورنس کی تعریف الگ الگ بیان کریں گے اور اس کے بعد میڈیکل انشورنس کی تعریف، اس کی تاریخ، انواع و اقسام، مقاصد و ہدف کا تذکرہ کریں گے تاکہ اس سلسلہ میں احکام شرعیہ تک رسائی حاصل ہو سکے۔

### صحت:

نصف صدی قبل عالمی صحت کے ادارہ نے اپنے دستور میں صحت کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی: صحت محض مرض یا بیماری یا معذوری کا فقدان نہیں بلکہ صحت یہ ہے کہ انسان جسمانی، نفسیاتی اور سماجی ہر طرح کی بیماریوں سے محفوظ رہے۔

اس تعریف سے ہمیں نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد آتی ہے جو صحیح ابن ماجہ میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے: "سَلَوُ اللّٰهِ الْمَعَاْفَاةَ فَاِنَّهٗ لَمْ يُوْتْ اَحَدٌ - بَعْدَ الْيَقِيْنِ - خَيْرًا مِّنَ الْمَعَاْفَاةِ" (اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، کیونکہ ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے)۔

عالمی ادارہ صحت کی اس تعریف کو کافی سراہا گیا۔ اس سے پہلے یورپ کے اطباء صحت

کی تعریف محض مرض کی عدم موجودگی سے کیا کرتے تھے، ٹھیک ویسے ہی جیسے کچھ لوگ حیات کی تعریف عدم موت سے کرتے ہیں۔

ہماری اسلامی اور عربی ثقافت کے علمبردار اطباء نے اس میدان میں سیکڑوں سال قبل کارہائے نمایاں انجام دیئے جبکہ اس صدی کے نصف اول تک دانشوران یورپ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔

صحت بقول علی بن عباس ایک جسمانی کیفیت ہے جس کی بدولت انسانی انفعال طبعی رفتار میں پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

یا صحت جیسا کہ سات سو سال قبل ابن النفیس نے کہا تھا: وہ جسمانی کیفیت ہے جس کی وجہ سے انسانی انفعال صحیح طریقہ پر انجام پاتے ہیں اور مرض اس کے برعکس جسمانی کیفیت کا نام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے تمام اطباء کے نزدیک صحت بنیادی شے اور اصل مرچشمہ ہے اور مرض صحت کے برعکس کیفیت سے عبارت ہے۔

علی بن عباس نے بہت ہی فصیح و بلیغ اور مختصر عبارت میں صحت کی تعریف ”اعتدال بدن“ سے کی ہے۔

انسان کا کوئی بھی کام نقصان کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا، اگر کوئی پیدل چلتا ہے تو ممکن ہے کہ اس کا پیر پھسل جائے اور وہ گر پڑے، اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے اور اس کی صحت برباد ہو جائے، ممکن ہے کہ بس میں سوار آدمی کو کوئی حادثہ لاحق ہو جائے اور اس کو اسپتال جانا پڑے، اس میں بھی صحت کا نقصان ہے، گھر میں سوئے ہوئے کسی آدمی پر یا اس کے گھر پر کوئی آفت آسکتی ہے اور اس سے اس کا گھر برباد ہو سکتا ہے اگر کوئی تاجر ہے تو ممکن ہے کہ اس کا سامان ڈھونے والی کشتی ڈوب جائے اور اس کا سامان تجارت برباد ہو جائے لیکن ان تمام صورتوں میں نقصان کے اندیشہ کو ہم یقین کا درجہ نہیں دے سکتے، محض یہ شک ہی ہوتا ہے جس

کے بارے میں انسان سوچتا ہے جیسے کوئی شک کے ساتھ موت کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں اس طرح کے نقصانات کا خیر یا شر سے کوئی تعلق نہیں اور نہ درستگی اور خطا سے اس کا کوئی ربط ہے، نامی اس میں اللہ کی رضامندی یا ناراضگی شامل ہے، اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے: وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (سورہ بقرہ ۲۱۶) (ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو، اسی طرح ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو)۔ ایسے امور میں تجارت افضل اعمال میں سے ہے جن میں خطرات کے پیش آنے کا احتمال ہوتا ہے۔

کوئی عقلمند آدمی اس بات میں اختلاف نہیں کرے گا کہ مال و دولت، جسم و جان اور بچوں کو ممکنہ خسارہ سے بچانے کے لئے انسان کو ضروری اقدام کرنا چاہئے یا یہ کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ خلیفہ راشد عمر بن خطابؓ کے کلام سے ثابت ہے، آپؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے ایک فیصلہ سے دوسرے فیصلہ کی طرف بھاگنا ہے۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو برائی سے بچتا ہے اس کو بچایا جاتا ہے“، اور ہمیں آپ ﷺ نے سکھایا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں کہ ہم ان خطرات سے کیسے بچیں۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی ہماری کسی مسجد یا بازار سے گزرے اور اس کے ساتھ تیر ہو تو اس کو پکڑ کر چلے یا فرمایا کہ تمام کر چلے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مسلمان کو چوٹ پہنچائے“۔

اللہ کے رسول نے اس امت کی بھلائی کو تفصیل سے بیان کیا ہے، چنانچہ بھلائی پر تعاون کے سلسلے میں اللہ کے رسول نے متعدد احادیث میں اس کی اہمیت اور ضرورت کو بیان فرمایا ہے، بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے: ”المؤمن للمؤمن كالبنيان



یشد بعضہ بعضاً۔

ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ کوئی عمارت اس وقت تک مکمل اور نفع بخش نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کا بعض حصہ بعض سے مربوط نہ ہو اور ایک دوسرے کو مضبوطی نہ عطا کرتا ہو۔

مصالح اور منافع کے حصول کا یہ ایک ایجابی پہلو ہے جو کہ تعاون علی الہر کا ایک مظہر ہے، تعاون علی الہر کا ایک دوسرا مظہر اور پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ مؤمنین سے مفاسد کو دور کیا جائے، برائیوں سے ان کو بچایا جائے، ان کے مصائب و پریشانیوں کو ختم کیا جائے، بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ تو وہ اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کے اوپر کسی خطرہ کو پیش آتے ہوئے دیکھا اور اس کو بچانے کے لئے کوئی کام نہ کیا یا اس کو کوئی خطرہ لاحق ہو گیا اور اس نے اس مصیبت زدہ شخص کو خطرہ سے بچانے کے لئے کوئی کام نہ کیا تو سمجھ لو کہ اس نے اپنے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ کر رسوا کیا۔

عز بن عبد السلام نے بعض مکلفین پر بعض کے حقوق اور ان حقوق کے قاعدہ و ضابطہ کے سلسلے میں کافی اچھی بحث کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ”اس طرح کے حقوق کی اساس ہر طرح کی مصلحت کا حصول ہے چاہے وہ واجب ہو یا اختیابی اور ہر طرح کی برائی کا ازالہ ہے چاہے وہ حرام ہو یا مکروہ، ان میں سے کچھ حقوق فرض عین کی حیثیت رکھتے ہیں، کچھ فرض کفایہ کی، کچھ سنت عین اور کچھ سنت کفایہ کی۔ ان تمام چیزوں کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”و تعاونو علی البر والتقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم و العداوان“ (سورہ مائدہ: ۲۵) ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور حاضر میں بیمہ یا تحفظ کے متعدد طریقے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اوپر آنے والی مصیبت یا خسارہ سے محفوظ ہو جائے، مثلاً یہ کہ تجارت میں

گھانا اس کو مفلس نہ بنا دے، خاندان کے افراد اس بات سے مامون ہو جائیں کہ ان کے سرپرست کی موت کی وجہ سے وہ اتنا ماوار نہیں ہو جائیں گے کہ انہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر پڑے گا۔ اسی طرح ایک انسان کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ وہ تھوڑی سی مشقت اٹھا کر اپنی بیماری کا علاج کروا سکے گا۔

پچھلی صدی میں لوگوں کے سامنے متعدد طریقے ابھر کر سامنے آئے، تاکہ ان کے ذریعہ اس طرح کے تحفظ (بیمہ) کا وجود ممکن ہو سکے۔ ان میں سے بعض بہت ہی اہم ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

۱- چھوٹی تعاونی بیمہ کمپنیاں: ان کی ایک واضح شکل یہ ہے کہ لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ممکنہ خطرات کی تلافی میں تعاون کرنے پر اتفاق کرتی ہے، چنانچہ ان میں سے ہر آدمی ہر مہینہ اپنے مال میں سے طے شدہ رقم جمع کرتا ہے جو اسے خسارہ یا خطرہ لاحق نہ ہونے کی صورت میں واپس نہیں ملتی۔ اگر ان میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو وہ اپنے خسارہ کی تلافی کے لئے اس مجموعی مال سے روپیہ لینے کا مستحق قرار پاتا ہے، ان چھوٹی تعاونی بیمہ کمپنیوں میں تعاون علیٰ اہر اچھی طرح سے نمایاں ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کمپنیوں کی سرگرمیوں میں اعلیٰ پیمانہ پر غریب جہالت موجود ہے، لیکن یہ جہالت تنازع کا سبب نہیں ہے، ایسا غرر ہے جو ان شاء اللہ قابل معافی ہوگا، لیکن بیمہ کی اس قسم کا فائدہ بہت ہی محدود ہے، اس لئے کہ مجموعی مال جس کو آپس میں تعاون کرنے والے دیتے ہیں، کبھی کبھی ایک ہی آدمی کے خسارہ کی تلافی میں ختم ہو جاتا ہے اور باقی لوگوں کے پاس مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ خطرات سے نمٹنے کے لئے کوئی محفوظ سرمایہ نہیں ہوتا ہے۔

۲- بڑی تعاونی بیمہ کمپنیاں: یہ کمپنیاں مذکورہ بالا کمپنیوں کے مشابہ ہوتی ہیں، فرق اتنا ہے کہ ان میں آپس میں مدد کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اس کے دو فائدے ہیں (۱) جو

مال بھی ہوتا ہے بڑی مقدار میں ہوتا ہے، (۲) اس کی وجہ سے بیمہ کمپنیاں بڑی تعداد کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہیں اور احتمالات کے تخمینہ میں بڑی تعداد کی شان ہی کچھ الگ ہوتی ہے، اس لئے کہ اس میں خطرہ پیش آنے کا احتمال ظنی ہوتا ہے جس میں شک کا پہلو غالب ہوتا ہے، بہر حال بڑی تعداد میں شک دھیرے دھیرے ختم ہوتے ہوتے تقریباً معدوم ہو جاتا ہے اور خسارہ ایک حد تک یقینی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کا حساب لگانا آسان ہو جاتا ہے، ہم اس قول کی توضیح کے لئے ایک مثال پیش کریں گے۔ مان لیجئے کہ کسی تجارتی کام میں ایک شخص کے حوالہ سے خسارہ کے پیش آنے کا احتمال بیس فیصد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ خسارہ اٹھائے گا (اب ہو سکتا ہے کہ یہ احتمال سو فیصد ثابت ہو جائے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی خسارہ ہی نہ اٹھائے تو ایسی صورت میں احتمال زیر و فیصد ہو جاتا ہے، لیکن جب اس کام کو کرنے والے آدمی ایک ہزار ہوں تو خسارہ کے پیش آنے کا تخمینہ احتمال جو کہ بیس فیصد ہے حتمی یا تقریباً قطعی ثابت ہوتا ہے، لہذا وہ خسارہ جو مجموع پر واقع ہوتا ہے اس کے وقوع کا احتمال تا کیدی یا تقریباً مؤکد ہو جاتا ہے، اگرچہ اس خسارہ کا تحقق بعینہ ایک ایک شخص کے حوالہ سے ظنی شکل میں باقی رہتا ہے، اسی وجہ سے غریب یا جہالت کا شبہ کم ہوتا رہتا ہے، یا تقریباً ختم ہو جاتا ہے، اگر اس میں کچھ غرر باقی بھی رہ جائے تو وہ غرر ان شاء اللہ معنو عنہ ہے، اس لئے کہ بڑی تعاونی بیمہ کمپنی ایک مخصوص سال میں درپیش ہونے والے خسارہ کا اندازہ لگا سکتی ہے جو کہ یقین کے مشابہ ہے، لہذا وہ ان قسطوں کی تعیین کر سکتی ہے، جنہیں ہر ایک پالیسی ہولڈر کو خسارہ کے واقع ہونے کی صورت میں خسارہ کی تلافی کے لئے ادا کرنی چاہئے، ٹھیک ویسے ہی جیسے ہر ایک تعاون کرنے والا اپنے اختیار سے جو کچھ ادا کرتا ہے اسے شروع ہی سے یقین ہوتا ہے کہ وہ اتنی مقدار میں گھانا اٹھائے گا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس طرح کی بڑی تعاونی بیمہ کمپنیاں اتنا بڑا انتظام، اتنی بڑی رقوم پر دفتری کاروائیاں، قسطوں کی وصولی اور رقوم کی ادائیگی کا کام محض رضا کارانہ طور پر

انجام نہیں دے سکتی ہیں، ان تمام کاموں کو کرنے کے لئے کمپنیوں میں تنخواہ دے کر کچھ ملازمین کو رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ملازمین زکاۃ وصول کرنے والے عاملین کی طرح ہیں جو بڑی بیمہ کمپنی کے خزانہ سے اپنی تنخواہ و مشاہرہ وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں، اسی طرح اسی خزانہ سے تمام مشترک اخراجات نکالے جاتے ہیں۔

۳- بیمہ کمپنیاں: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑی تعاونی کمپنی کی مجموعی رقوم اتنی نہیں ہوتیں کہ وہ کمپنی کے ممکنہ خطرہ یا خسارہ کی تلافی کر سکیں تو یہاں ایک دوسری پارٹی (یہ دوسری پارٹی ایک حکومت یا ایک فرد یا ایک جماعت بھی ہو سکتی ہے) اس تعاونی کمپنی میں ایک مقررہ رقم دے کر شریک ہو جاتی ہے، بسا اوقات اس پارٹی کی دی ہوئی رقم پہلے جمع کرنے والے لوگوں کی مجموعی رقم سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ دوسری پارٹی کمپنی کے گھائے میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح ملازمین اور کمپنی کے تمام دیگر اخراجات نیز خسارہ لاحق ہونے کی صورت میں معاوضہ کی ادائیگی کے بعد اگر کمپنی کو نفع ہوتا ہے تو وہ اس میں شریک ہوتی ہے، اسی وجہ سے یہ دوسری پارٹی پہلی پارٹی کے ساتھ مل کر ایک ایسی کمپنی تشکیل دیتی ہے جو دیگر کمپنیوں سے الگ نہیں ہے، لہذا اس کمپنی میں غریب جہالت کا پہلو کمزور یا معدوم ہو جاتا ہے بڑی تعداد کے قانون کی بدولت جس کا ہم نے ابھی بڑی تعاونی بیمہ کمپنیوں کے بحث میں ذکر کیا ہے، یہ ایسی کمپنی بن جاتی ہے جس میں قمار بازی یا سٹہ بازی کا شبہ ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس میں کسی بے بنیاد خطرہ یا خسارہ کو فرض نہیں کیا جاتا ہے جیسے کہ قمار بازی یا سٹہ بازی میں ہوتا ہے۔

۴- سوشل اور پنشن بیمہ کمپنیاں: اس طرح کی کمپنیوں کا مقصد ملازمین یا کارکنان یا ان جیسے لوگوں کو مستقبل کے کسی ممکنہ خطرہ کے احتمال سے جو یقینی بھی ہو سکتا ہے، تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے جیسے عمر کی ایک متعین منزل میں پہنچنے پر تنخواہیں بند ہو سکتی ہیں یا کام کاج وغیرہ چھوڑ دینے کی صورت میں پریشانی لاحق ہو سکتی ہے، اس طرح کی بیمہ کمپنیوں میں قسطوں کا کچھ حصہ ملازمین یا کارکنان یا ان جیسے جو لوگ ہیں وہ جمع کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف کچھ قسطیں حکومت یا کام

کرانے والے یا جوان کے حکم میں ہیں وہ ادا کرتے ہیں۔ لہذا ایک پارٹی تو یہاں ملازمین اور کارکنان کی ہوتی ہے اور دوسری پارٹی حکومت یا کام کرانے والوں کی ہوتی ہے جو اس طرح کی بیمہ کمپنیوں کی مجموعی مالیات میں اپنی مقررہ رقم جمع کرتی ہے، پھر اس مجموعی مال یا رقم سے کمپنی میں کام کرنے والے کی تنخواہ اور کمپنی کے دیگر اخراجات نکالے جاتے ہیں اور چونکہ حکومت ان کمپنیوں سے براہ راست نفع حاصل نہیں کرتی ہے اس لئے تمام حکومتیں یہاں تک کہ جو ترقی یافتہ بھی ہیں عام طور پر اس مجموعی رقم میں سے کچھ رقم قرض لیتی ہیں جو بسا اوقات ان کے عام بجٹوں کو تقویت پہنچانے کے لئے کافی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا یہ بالواسطہ طور پر نفع ہے جس کو حکومت کمپنی میں شریک ہونے کے بدلے لیتی ہے اور اس وجہ سے یہ کمپنیاں بیمہ کمپنیوں کے بہت زیادہ تریب نظر آتی ہیں۔

### میڈیکل انشورنس (صحت کا بیمہ):

آج صحت و تندرستی کا اعتبار انسانی حقوق میں ہوتا ہے، لیکن صرف صحت و تندرستی کی اہمیت و مقام کا اعتراف کافی نہیں بلکہ اس کو عملی طور پر نافذ بھی کرنا ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہر شہر میں ایسا نظام بنایا جائے جس کے تحت ہر شہری کو بلا کسی امتیاز و تفریق کے تحفظ صحت کا حق ملے۔

عہد اسلامی میں ما دار لوکوں کے علاج کی ذمہ داری بیت المال کی ہوتی تھی یعنی زکاۃ وغیرہ سے یہ ضرورت پوری ہوتی تھی، جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے کہ اسلامی حکومت بیت المال سے حفاظت صحت پر بھی خرچ کرتی تھی جو کہ علاج سے اہم ہے، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں آتا ہے کہ حکومت تمام بچوں کی رضاعت اور بہترین غذا کے اخراجات بیت المال سے پورا کرتی تھی، ان میں اٹھائے ہوئے بچے بھی شامل ہیں۔

صحتی خدمات کے ضمن میں یہ تین مہادی بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

۱- وسائل حفظان صحت کی فراہمی میں عدل و مساوات کی ضمانت کا لازمی طور پر لحاظ رکھنا۔

۲- صحتی خدمات کی عمدگی کی ضمانت۔

۳- حفظان صحت کے اداروں سے زیادہ حفاظتی اقدامات کا اہتمام۔

ان اصولوں کی روشنی میں ہیلتھ سروس میں سرمایہ کاری کی مندرجہ ذیل شکلیں ہو سکتی

ہیں:

۱- مریض ہیلتھ سروس کا خرچہ براہ راست خود ادا کرے یا یہ کہ حکومت خود اس صرفہ کی ذمہ داری لے اور سرکاری خزانہ سے اس مقصد کے لئے لازمی سرمایہ پیش کرے (اس لئے کہ سرکار براہ راست یا بالواسطہ طور سے مختلف قسم کے ٹیکس کے ذریعہ اپنے سرمائے اکٹھا کرتی ہے) اس طرح سوشل انشورنس کمپنی کی بدولت ہیلتھ سروس کے اخراجات حاصل کئے جاسکتے ہیں، نیز سرمایہ کا حصول میڈیکل انشورنس کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ:

☆ پہلی صورت جس میں مریض اپنی جانب سے براہ راست ڈاکٹر، ڈینٹسٹ، سرجن، دواساز، ایکس رے اسپیشلسٹ یا ہسپتال کو فیس ادا کرتا ہے، کے علاوہ بقیہ تمام صورتوں میں جس میں مرض یا معذوری کے تمام ممکنہ خطرات کے پیش نظر لوگ اجتماعی شکل میں بیمہ کراتے ہیں اور نقصانات کی تلافی میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں، اس طور پر کہ مریض کو ہمیشہ اس کی بیماری میں صرف ہونے والے اخراجات سے کم ادا کرنا پڑتا ہے، ان تمام طریقوں میں تعاون کا کوئی نہ کوئی عنصر موجود ہوتا ہے، اس لئے کہ جو لوگ براہ راست یا بالواسطہ طور پر حکومت کے ٹیکس یا سوشل انشورنس کی قسطیں یا اسپیشل میڈیکل انشورنس کی قسطیں ادا کرتے ہیں وہ معاشی اعتبار سے

برابر نہیں ہوتے، اس لئے کہ جن کو اللہ نے دولت و ثروت سے نوازا ہے یا جن کو اللہ نے صحت و تندرستی عطا کی ہے یا جنہیں یہ دونوں نعمتیں دی گئی ہیں وہ تنگ دست اور غیر صحت مند لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

۲- ایک بڑی کمپنی یا ادارہ اپنے ملازمین کی صحت کے تحفظ کے لئے ایک مستقل حفاظتی فنڈ قائم کرے۔

جہاں تک اسپیشل میڈیکل انشورنس (جس کو بعض لوگ تجارتی بیمہ بھی کہتے ہیں) کی بات ہے تو یہ مخصوص کمپنیوں کے بیمہ کی ایک قسم ہے جو حفظانِ صحت کے اخراجات کے لئے مخصوص ہوتی ہے، اس میں لوگ بیماری کے لاحق ہونے کے تخمینی احتمالات کے تناسب سے روپیہ ادا کرتے ہیں جیسے نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنے والے، عمر دراز اور اسی طرح دائمی بیماری کے شکار جنہیں مرض کے لاحق ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے جنہیں امراض لاحق ہونے کا احتمال کم ہوتا ہے جیسے نوجوان اور نشہ آور چیزوں کا استعمال نہ کرنے والے لوگ۔

بہر حال ہیلتھ سروس کی فراہمی کے بدلے بیمہ کمپنی کی مدد سے فائدہ اٹھانے والے لوگ مندرجہ ذیل طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ آدمی خدمتِ صحت کے بدلے ڈاکٹر، اسپتال دوا ساز وغیرہ کو کچھ دے اور نہ بیمہ کمپنی کو کچھ ادا کرے اور جو ادائیگی بھی اس کی طرف سے ہو وہ محض بیمہ کی قسطوں تک محدود ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہیلتھ سروس کے بدلے مریض ہیلتھ سروس انجام دینے والوں کو ایک چھوٹی سی رقم کٹوتی کر کے دے دے اور بقیہ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کر دے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مریض ہیلتھ سروس کے بدلے کل اخراجات کے فیصدی تناسب سے ہیلتھ سروس پیش کرنے والوں کو دے اور بقیہ بیمہ کمپنیوں کو دے دے، ان تمام حالات میں بیمہ کمپنی جو کچھ ادا کرتی ہے وہ متعین بھی ہو سکتا ہے اور غیر متعین بھی۔

اسی طرح بیمہ کمپنیوں کے خدمات کی فراہمی کی صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- یہ کہ مریض اپنے تمام اخراجات خدمت گزار کو ادا کر دے اور پھر بیمہ کمپنیوں سے یہ پورے کے پورے اخراجات یا فیصدی تناسب سے وصول کر لے۔

۲- یہ کہ مریض ہیلتھ سروس کرنے والے کو فیصدی تناسب سے کٹوتی کی ہوئی رقم کے علاوہ کچھ بھی نہ دے اور ہیلتھ سروس کرنے والے اپنی سروس کے اخراجات کی ادائیگی کے لئے بیمہ کمپنیوں کے پاس اخراجات کا بل بھیج دیں۔

۳- یہ کہ مریض ہیلتھ سروس کرنے والوں کو کچھ بھی نہ دے اور بیمہ کمپنی اپنی جانب سے ہیلتھ سروس کے آدمیوں کو تنخواہ یا معاوضہ ہیلتھ سروس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد کے تناسب سے دے یا متعین رقم کی صورت میں ادا کرے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں سوانامہ کا جواب یہ ہے:

۱- ہر ایک انسان اپنی صحت کی حفاظت کرنے کا حریص ہوتا ہے اور وہ تمام وسائل و ذرائع اپناتا ہے جن کی بدولت وہ بیماری سے محفوظ رہ سکے، اس کی مشروعیت میں کسی کو اختلاف بھی نہیں ہوگا۔

۲- اس بات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ مریض طبی خدمات پیش کرنے والے کو وہ فیس ادا کر سکتا ہے جس فیس پر بالفعل ان دونوں کے درمیان اتفاق ہوا ہو یا حکماً (مثلاً اس طرح کہ ایک ریٹ معروف و مشہور ہو)، طبی خدمت پیش کرنے والے سے مراد طبیب، نرس، ڈنٹسٹ، دواساز، اسپتال، ایکس رے کرنے والا یا ہر وہ



شخص ہے جو کسی بھی طرح کا حفظانِ صحت کا کام کرنا ہو۔

۳- مریض فیس کی ادائیگی کے لئے طبی خدمت پیش کرنے والے سے شفا یابی کی شرط لگا سکتا ہے۔ یہ جعالہ کی ایک قسم ہے جس کو امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے متعین ہونے کی صورت میں جائز قرار دیا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول ”ولمن جاء به حمل بعير و أنا به زعيم“ (سورہ یوسف: ۷۲) سے استدلال کیا ہے۔

۴- کسی متعین طبیب یا ہسپتال، اسی طرح کسی متعین علاجی ادارہ کے ساتھ ایک متعین مدت کے دوران مخصوص رقم کے بدلے کوئی ادارہ اپنے ملازمین کے علاج کے لئے جن کی تعداد متعین ہو، معاہدہ کر سکتا ہے، ایسی صورت میں علاج کے لئے ضروری دوا تشخیص اور دیگر علاجی لوازمات کی فراہمی کا التزام ہسپتال کرے گا، ان مستلزمات و ضروریات کے مجہول ہونے کی وجہ سے عقد کی تنفیذ میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہوگی۔

حنفیہ نے اسی پر قیاس کرتے ہوئے عام وکالت کو جائز قرار دیا ہے ٹھیک ایسے ہی جیسے انہوں نے مستقبل میں ثابت ہونے والے حقوق کی کفالت کو جائز قرار دیا ہے، فقہاء نے ضرورت کے پیش نظر دایہ کو بشمول کھانے، پینے اور لباس کے اجرت پر رکھنے کو جائز قرار دیا ہے باوجودیکہ دونوں جانب غرر و جہالت کا وجود ہوتا ہے، اس لئے کہ دودھ کی مقدار نیز دوران رضاعت کھانے اور پینے کی مقدار بھی نامعلوم ہوتی ہے، اسی طرح کھانا اور لباس اور ان دونوں کی نوعیت بھی مجہول ہوتی ہے۔

۵- مذکورہ تمام عقود میں کوئی ایسی جہالت موجود نہیں جو عقد کو فسخ کر دے، مزید اس طرح کے بیمہ کی ضرورت بھی ہے۔

ابن قدامہ نے ”المغنی“ میں جعالہ کی تائید میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی نصوص ذکر

کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ضرورت اس کا (عقدِ حالہ کا) تقاضا کرتی ہے، لہذا عمل کے تحقق کے نامعلوم ہونے کے باوجود جعل (مزدوری) کے مباح ہونے کا ضرورت تقاضا کرتی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے ”القواعد النورانیہ“ میں ذکر کیا ہے کہ ہر اس چیز میں غرر معاف ہے جس کا دار و مدار حاجت و ضرورت پر ہو یا جس میں غرر کم ہو، چنانچہ ان کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مالک احمد وغیرہ ائمہ کے قول سے ایسے معاملات کے جواز کی صراحت ملتی ہے۔ اکثر سلف صالحین کا یہی مسلک ہے، ایسا نہ کرنے سے انسان کی معاشی زندگی غیر متوازن ہو جائے گی اور ہر وہ شخص جو غرر کو حرام سمجھنے میں غلو سے کام لیتا ہے، ایسی حالت میں وہ یا تو اپنے اس مسلک سے خروج کرتا ہے جس کی وہ تقلید کرتا ہے یا یہ کہ اس کے بارے میں کوئی حیلہ یا بہانہ کرتا ہے پھر امام ابن تیمیہؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ بیع میں غرر کی علت دشمنی اور بغض وعداوت پیدا ہونے کا گمان ہے، نیز ناحق طریقے سے اموال کو کھانا بھی بیع میں غرر کی علت ہے، لہذا اگر کوئی مصلحت اس مفسدہ کے بالمقابل آجاتی ہے تو پھر مصلحت کو مقدم کیا جائے گا۔

۶- جائز بلکہ مستحب ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت دفع مرض کے لیے باہم ایک دوسرے کا تعاون کرے اور طبی اخراجات میں لوگ ایک دوسرے کے شریک ہوں، مثلاً وہ مل کر ایک کمپنی قائم کریں جس میں اپنی مرضی سے ایک مقررہ رقم بیمہ کی فسطوں کی شکل میں ادا کریں اور اس مشترکہ فنڈ سے تمام لوگوں کی مرضی سے علاج کے محتاج شخص کے اخراجات کے لئے رقم لی جائے۔

۷- اس فنڈ کے سرمایہ کو حلال طریقہ سے بڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس کی

- وجہ سے زیادہ بہتر طریقہ سے لوگ اس فنڈ سے مستفید ہو سکیں گے، نیز بسا اوقات قسطوں کی ادائیگی کے لئے مقررہ رقم میں اسی کی بدولت تخفیف بھی کی جاسکتی ہے۔
- ۸- کمپنی کو تعاون دینے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس سے فنڈ میں اطمینان بخش سرمایہ ہوگا نیز بڑی تعداد کے قانون کی وجہ سے مرض کے پیش آنے کا احتمال متحقق ہوگا۔ جہالت و عدم علم کا صفایا ہوگا، ایسے ادارہ کے نظم و نسق اور انتظام و انصرام کے لئے ملازمین کی تقرری میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ حال طریقے سے مال میں اضافہ کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ کمپنی کے علاجی اداروں وغیرہ سے معاملہ کرنے میں کوئی حرج ہے، نیز ایسے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ اگر کمپنی کے فنڈ سے لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۹- میڈیکل انشورنس کے تمام ادارے جن میں اسپیشل بیمہ کمپنیاں بھی شامل ہیں، کامیاب بنانے کے لئے حکومت کو ایک اہم رول ادا کرنا چاہئے جیسے جو لوگ قسطوں کی ادائیگی نہیں کر سکتے ان کی قسطوں کو ادا کرنا، اسی طرح بیمہ کے پروگرام کی کامیابی کی ضمانت کے لئے حکومت کو نگرانی اور منصوبہ بندی کا کردار نبھانا چاہئے۔ یہ بھی مناسب ہوگا کہ حکومت کم سے کم خرچ میں عمدہ سے عمدہ ہیلتھ سروس کی فراہمی کے لئے خاص بیمہ کمپنیاں قائم کرے جو دیگر کمپنیوں سے خدمات فراہم کرنے میں مقابلہ کریں، اسی طرح سے حکومت اسپیشل بیمہ کمپنیوں کے اوپر ان کی آمدنی کا کچھ حصہ دواسازی، جدید آلات کی تفتیش اور علمی تحقیق کے لئے لازم کرے۔
- ۱۰- حکومت غیر مستطیع جیسے ریٹائرڈ، معذور اور سماجی امداد کے محتاج افراد کی قسطوں کی ادائیگی (زکاۃ اور سماجی امور کی وزارتوں کے فنڈ یا خیراتی ادارے سے) کرے۔ اسی طرح قیدیوں اور طلباء کے قسطوں کی ادائیگی زکاۃ یا سماجی امداد کے فنڈ سے

---

کرے، اور انہیں میڈیکل کارڈ فراہم کرے تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ لوگ مفت  
حفظانِ صحت کے لئے بیمہ کمپنی کو کارڈ پیش کر سکیں، اسی طرح سے جو لوگ کلی طور پر  
اپنی قسطوں کو ادا نہیں کر سکتے جیسے کسان، مختلف قسم کے پیشوں سے وابستہ افراد اور  
چھوٹی آمدنی والے لوگ ان کی مدد کرے، حکومت ان کی قسطوں کو ایک خاص نظام  
کے تحت ادا کرے۔

☆☆☆

## تفصیلی مقالات :

## میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کا حکم

سولانا زہیر احمد ٹاکی ۶۶

۱- میڈیکل انشورنس جس میں ہر ممبر ایک خاص مقدار میں سال بھر کے لئے رقم جمع کرتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اگر سال کے اندر بیمار ہو تو جمع کردہ رقم کے ساتھ مزید ایک خاص حد تک اضافہ شدہ رقم کے مجموعہ سے علاج ہوگا، ورنہ یہ جمع کردہ رقم بھی سوخت ہو جائے گی۔ یہ معاملہ بنیادی طور پر سود، قمار، غرر بلکہ ظلم تک پر مشتمل ہے، اس لئے اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی، زائد از جمع کردہ رقم سے استفادہ رہا ہے تو مجہول العاقبہ ہونے اور معلق علی الامر دہونے کے سبب غرر و قمار ہے اور جمع کردہ رقم کے عدم واپسی کی شرط کے سبب ایک ظلم ہے، ظاہر ہے ان تمام امور ممنوعہ کے باوجود اس انشورنس کو کیسے جائز کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ اگر جمع کردہ رقم کی واپسی بھی مشروط ہوئی تب بھی یہ معاملہ ناجائز ہی ہوتا، کیونکہ بیمار ہونے کی صورت میں جو قدر زائد سے استفادہ ہوگا وہ بہر حال سود ہی ہوگا، اسے کمپنی کی طرف سے تصریح و امداد نہیں کہا جاسکتا، تصریح و تعاون لازم و مشروط نہیں ہوتا، جبکہ یہاں علاج از زائد لازم و مشروط ہوتا ہے۔

۲- جمع کردہ رقم سے زائد مالیت سے استفادہ و علاج شرعاً سود و ربا ہی کہلائے گا ”وہو ظاہر جدا، و رود النصوص الصریحة“۔

۳- انشورنس کے ادارے، خواہ سرکاری ہوں یا نجی، دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا، سرکاری طرف سے بھی اسے تعاون و تبرع کہنا مشکل ہے، تبرع و تعاون مشروط نہیں ہوتا، اور سرکاری تبرع و تعاون سے استفادہ میں پوری رعایت یکساں طور پر ایک درجہ میں ہوتی ہے جبکہ یہاں سرکار کے اس ظاہری تعاون سے خاص شرط کے ساتھ خاص ہی امر او مستفید ہو سکتے ہیں، جو تعاون و تبرع کی اصل حقیقت کے بھی منافی ہے اور سرکاری ذمہ داریوں سے بھی میل نہیں کھاتا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر جمع کردہ رقم سے زائد مقدار علاج پر خرچ کرتا ہے اسے تعاون سرکاری نہیں کہا جاسکتا، جیسے کہ اوپر سوال نمبر ۳ کے ذیل میں یک کونہ مفصل عرض کر دیا گیا ہے۔

۵- ایک رفاہی اور تعاونی ادارہ و انجمن کی تشکیل کی جائے اور اس کے سارے ممبران و شرکاء اپنی اپنی استطاعت و سہولت کے بقدر محض تبرعاً اور محتاجوں کے ہر طرح کے تعاون کی نیت سے جمع کریں اور ضابطہ یہ طے ہو جائے کہ سارے شرکاء و نامزد ممبران ہر ماہ یا ہر سال، اپنی رضا سے اور اپنی استطاعت و گنجائش کے مطابق جتنی رقم چاہیں جمع کریں اور اس جمع شدہ رقم سے ہر ایک محتاج و ضرورت مند کا خواہ وہ شریک و نامزد ہوں یا نہ ہوں روپے جمع کرتے رہے ہوں یا نہ، ہر ایک کا جب وہ تعاون و مدد کے حاجت مند ہوں تو تعاون ہر قسم کا بشمول علاج کیا جائے، اور جمع شرکاء و ممبران کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً اس کی اجازت ہو کہ ہماری یہ رقم بطور صدقہ نافلہ ایک تبرع کے طور پر جمع ہے، اسے ہم کو کبھی واپس نہیں لینا ہے، بلکہ ہر محتاج کی مدد و اعانت کے لئے جمع کر رہے ہیں تو یہ صورت بے نفل و غش شرعاً جائز ہوگی اور ایک عظیم خدمت خلاق و ملت ہوگی۔

اے کاش کہ قوم مسلم خصوصاً ارباب مال خدمت خلاق کے اس مخلصانہ جذبات کے حامل ہو جائیں اور اس طرح کی تشکیل دادہ انجمن و کمیٹی کے جو ذمہ دار بنائے جائیں ان کی امانت و دیانت لائق صدر رشک بھی ہو جائے تو

مشکلے نیست کہ آسان نشود

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں، یا وہاں جانے والوں کے لئے قانوناً لازم کر دیا جائے تو شہریوں کے لئے تو بدرجہ مجبوری اس انشورنس کی اجازت ہوگی، مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنی جمع کردہ رقم سے زائد قدر سے ہرگز مستفید نہ ہوں اور وہاں جانے والے اگر کسی ناگزیر ضرورت کے تحت اس ملک میں جانے پر مجبور ہو جائیں تو ایک حاجت کے تحقق کی بنا پر "الخرج مدفوع بالشرع" کے تحت ان کو میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت تو دی جاسکتی ہے، مگر استفادہ بس اپنی جمع کردہ رقم ہی سے کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

## صحت بیمہ کے احکام

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

### ۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا حکم:

انشورنس یا بیمہ، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک شخص اس خیال سے کہ اسے جان، مال، یا صحت کا خطرہ درپیش ہے، اس کی تلافی کے لئے کسی فرد یا کمپنی کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے، یا کوئی کمپنی، لوگوں کے ساتھ اس قسم کا معاہدہ کرتی ہے کہ وہ شخص یکمشت یا قسط وار ایک سال میں (مخصوص مدت میں) ایک مخصوص رقم فرد یا کمپنی کو ادا کرے، اور اس مدت مخصوص میں اسے جان، مال صحت یا جس کا بھی بیمہ مقصود ہے وہ خطرہ پیش آگیا تو وہ فرد یا کمپنی ایک متعین رقم جو جمع کردہ رقم سے کئی گنا زائد ہوتی ہے، اس شخص کو ادا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔

اور اگر مدت مخصوصہ میں وہ خطرہ پیش نہیں آیا تو وہ جمع کردہ رقم فرد یا کمپنی کی ہوگی، اور وہ شخص اس رقم کو واپس نہیں لے سکے گا یا بیمہ کرانے والا شخص، وہ مخصوص رقم پوری جمع نہیں کر سکا، تو ایک، دو قسطیں جو وہ جمع کر چکا ہے وہ رقم بھی فرد یا کمپنی کی ہو جائے گی اور جمع کرنے والے کو واپس نہیں ملے گی اور نہ وہ متعین رقم کو پانے کا مستحق ہوگا (اگر اسے حادثہ پیش آجائے)۔

معاملہ کی مذکورہ صورت یا انشورنس متعدد شرعی خرابیوں کو متضمن معلوم ہوتا ہے۔

۱- اس میں ”میسر“ اور ”قمار“ کی صورت پائی جاتی ہے کہ متعاقدین میں سے ایک



شخص بلا مقابل خسارہ کا شکار ہوتا ہے، جو ہومہ خطرہ پیش نہ آنے کی صورت میں رقم جمع کرنے والا اپنی پوری رقم سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور خطرہ پیش آنے کی صورت میں کمپنی ایک بڑی رقم کے خسارہ سے دوچار ہوتی ہے۔

۲- بیمہ یا انشورنس غرر کو مشتمل ہے، اس لئے کہ یہ معاملہ ایک امکانی خطرہ کے پیش نظر طے پاتا ہے جو ہومہ ہے معدوم کی قبیل سے ہے، اور ایسے معاملات جو غرر کو مشتمل ہوں، شریعت میں ممنوع ہیں، بیع کی متعدد صورتیں محض اس لئے ناجائز ہیں کہ وہ غرر پر مشتمل ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے صریح الفاظ میں بیع غرر سے منع کیا ہے:

”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصة وعن بیع الغرر“ (صحیح مسلم)۔  
جس خطرہ کی تلافی کے لئے رقم جمع کی گئی ہے نہیں معلوم وہ خطرہ پیش آئے گا بھی یا نہیں۔

۳- بیمہ پالیسی ”التزام ما لا یلزم کو متضمن ہے، یعنی بیمہ کرانے والے کو جو خطرہ پیش آتا ہے یا جو بیماری لاحق ہوتی ہے اس میں بیمہ کمپنی کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اس لئے اس کا ضمان، تاوان یا ذمہ داری شرعی طور پر اس پر لازم نہیں ہوتی، اس لئے اس سے لیما جائز نہیں ہوگا۔  
۴- بیمہ پالیسی سود اور ربا کو بھی متضمن ہے، اس لئے کہ جو رقم جمع کی جاتی ہے حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس سے زائد کی ادائیگی یا زیادہ مالیت کے علاج کا معاہدہ ہوتا ہے اور یہ قرض کے ساتھ مشروط منفعت کی صورت ہے۔

”وکل قرض جر نفعاً حرام أي إذا کان مشروطاً“ (بخاری ۳۹۵۷)۔  
۵- نیز بیمہ پالیسی یا انشورنس کو اگر کفالت یا باہمی تعاون کا نام دیا جائے، تو کفالت یا باہمی تعاون چونکہ تبرع محض ہے جس پر اجرت لیما جائز یا مستحسن نہیں ہے۔

## ۲- صحت بیمہ میں زائد رقم سے استفادہ کا حکم؟

صحت بیمہ کرانے والا جو رقم بیمہ کمپنی میں جمع کرتا ہے، وہ رقم ودیعت یا امانت نہیں ہوتی، اس لئے کہ رقم جمع کرنے والا جانتا ہے کہ وہ رقم بجز ایک صورت کے کہ دوران مدت اسے حادثہ پیش آجائے، واپس نہیں ملنے والی اور یہ مضاربہت کے طور پر بھی بیمہ کمپنی کو نہیں دی گئی ہے، اس لئے کہ بیمہ کرانے والا بیمہ کمپنی کی تجارتوں میں شریک نہیں ہوتا اور نہ ان کے نفع و نقصان میں شریک ہوتا ہے۔

بلکہ اس کا رقم جمع کرنا ایک جوا، اور قمار کے طور پر ہوتا ہے کہ حادثہ پیش آ گیا تو اس سے زیادہ رقم ہاتھ آجائے گی، ورنہ یہ رقم ہاتھ سے گئی، گویا یہ قرض کی صورت ہوگئی کہ ملا، ملا نہیں ملا تو ڈوب گیا، اس صورت میں یہ زائد رقم ربا کی قسم سے ہوگی جس کا لینا جائز نہیں ہوگا، بلکہ جمع کرنے والا صرف اتنی ہی رقم کا مستحق ہوگا جو اس نے جمع کیا ہے۔

## ۳- نجی و سرکاری ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم:

جواب یہ ہے کہ دونوں کا حکم ناجائز اور حرام ہونے میں ایک ہے۔

سرکاری اداروں کے بارے میں یہ کہنا کہ حکومت اس تصور کے ساتھ اسے چارہی ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل ہوگا جو حکومت کے فرائض میں سے ہے، ایک زبردست مغالطہ ہے۔

کیا حکومت کے فرائض میں سے صرف انہیں لوگوں کو سماجی تحفظ ہے جو بیمہ کرائیں، اور جو لوگ کمزور ہیں، حقیقتہً حکومتوں کی نظر کرم کے مستحق ہیں وہ حکومت اور سرکاری اداروں کی کرم فرمائیوں سے محروم ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بیمہ پالیسی ایک خوبصورت فریب ہے جس کے ذریعہ لوگوں کی

دولت پر ہاتھ صاف کیا جاتا ہے، بے سبب دولت کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ نجی کمپنیاں ہوں یا سرکاری اداروں درحقیقت دونوں کا مقصد یہی نفع اندوزی ہے، اس لئے دونوں کا حکم ایک ہے۔ یہ اشکال کہ سرکار اور حکومتیں، حفاظت اور قیام امن کی ذمہ دار ہیں، اس لئے جو بیمہ کمپنیاں سرکاری ہیں ان کے ساتھ بیمہ پالیسی درست ہونی چاہئے، وجہ جواز نہیں بن سکتا، اس لئے کہ سرکار بدون کسی معاوضہ عوام کے ہر ہر فرد کی حفاظت اور ان کے لئے قیام امن کی ذمہ دار ہے۔

### ۴- سرکاری انشورنس ادارہ سے ملنے والی امداد و تعاون کا حکم؟

بیمہ پالیسی کے تحت سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون قرار دینے پر انشراح نہیں ہوتا، بیمہ پالیسی تو ایک عقد و معاملہ ہے جس میں غرر و قمار کے ذریعہ نفع اندوزی ہوتی ہے، اور یہ ایک ناجائز اور حرام عقد ہے، اس لئے اگر کسی طرح سے اسے امداد و تعاون قرار دے بھی دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ یہ معاملہ جائز ہے، اس طرح کا تعاون تو سودی معاملات میں بھی پایا جاتا ہے، تو کیا سود کو امداد و تعاون قرار دے دیا جائے گا، تعاون علی اہر بھی ہوتا ہے اور تعاون علی الاثم بھی، اللہ تعالیٰ نے تعاون علی اہر کا حکم دیا ہے اور تعاون علی الاثم سے منع کیا ہے۔

﴿تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ (سورۃ

مائدہ)۔

### ۵- نعم البدل:

کسی بھی معاشرہ کی فلاح و بہبود، اس کی بھلائی اور کامیابی اس پر منحصر ہے کہ اس کے افراد میں باہم ترابط و اتحاد کس حد تک پختہ اور مضبوط ہے، ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کے جذبات کس حد تک پائے جاتے ہیں اور وہ معاشرہ، آپسی بدخواہی، ایذا رسانی اور عیب جوئی سے

کس حد تک پاک و صاف ہے۔

چنانچہ اسلام نے ایسی ہی تعلیمات کفر و غوغا دیا ہے جو اعلیٰ قدروں کی حامل ہیں، انسانی اخوت اور بھائی چارگی کی علم بردار ہیں، بلکہ اس نے دین ہی نصیحت و خیر خواہی کو قرار دیا ہے۔ "الدین النصیحة" (صحیح مسلم) اور ایسی تمام باتوں سے منع کیا ہے جس سے معاشرہ کے افراد میں باہم کشیدگی اور زنجش پیدا ہو۔

اس نے خاص طور سے مسلم معاشرہ کو ایک ایسی عمارت سے تعبیر کیا ہے جس کی اینٹ، پتھر اور دیگر حصے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں، "المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً" (صحیح مسلم کتاب لہر واصلہ) اور کبھی انہیں باہم ایک دوسرے پر شفقت و محبت، او رحم دلی کی ترغیب دیتے ہوئے انہیں ایک جسم سے تعبیر کیا ہے۔

"مثل المؤمنین في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى" (صحیح مسلم)۔

(مؤمنین کی ایک دوسرے سے محبت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی مثال بدن کے مثل ہے، کہ جب اس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بخار (تکلیف) اور جاگنے میں سارے بدن کے اعضاء ایک دوسرے کو (شرکت کی) دعوت دیتے ہیں)۔

اسی طرح معاشرہ میں کسی مومن فرد کو کوئی پریشانی لاحق ہو تو معاشرہ کے سارے افراد کو اس کے درد میں شریک ہونا چاہئے، اس کی مدد کرنا چاہئے، اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے:

"المسلم أخو المسلم لا يظلم ولا يخذله.... الخ" (صحیح مسلم کتاب لہر واصلہ)۔  
(مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے، بلکہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے وہی ہر مسلمان کے ساتھ کرنا چاہئے)۔

ایک حدیث میں کچھ اس طرح ارشاد ہے:

”قال رسول الله ﷺ: يا ابن آدم! إنك أن تبذل الفضل خير لك  
وأن تمسك شر لك، ولا تلام على كفاف وابدأ بمن تعول، واليد العليا خير  
من اليد السفلى“ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، حدیث: ۹۷۵)۔

(اے ابن آدم! تم اپنی ضرورت سے زائد (مال) کو (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو،  
تمہارے لئے بہتر ہے گا، اور اس کو روکے رکھو گے تو تمہارے لئے برا ہوگا، اور ضرورت بھر رکھنے  
میں کوئی ملامت نہیں، اور جن کے تم کفیل ہو نہیں سکتے (یعنی پہلے ان پر خرچ کرو) اور  
اوپر (دینے) والا ہاتھ نیچے (لینے) والے ہاتھ سے بہتر ہے)۔

ان گرانقدر تعلیمات کے پیش نظر باہمی کفالت کا ایک نظام بنا لیا جائے جس میں ہر  
صاحب استطاعت اپنی استطاعت کے مطابق، یا کوئی متعین رقم تبرع اور بھائی چارگی کے طور پر  
جمع کرے۔

اور بلا کسی متعین رقم کی شرط کے بوقت ضرورت کسی حادثہ، یا پریشانی کے موقع پر معاشرہ  
کے کسی بھی فرد کا اس رقم سے تعاون کیا جائے، خود رقم جمع کرنے والے کو کوئی مصیبت پیش آجائے  
تو اس کا بھی تعاون ہو، تو اس طرح انشاء اللہ بڑے سے بڑے حادثات و خطرات میں ایک  
دوسرے کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی، اور اس طرح لوگ عند اللہ اجر عظیم کے بھی مستحق  
ہوں گے، اور غریب یا امیر سبھی کے گراں علاج کی سہولت فراہم ہو جائے گی۔

۶۔ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے  
لازم کر دیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانا قانونی مجبوری کے تحت جائز ہوگا۔

”يجوز التأمين الإجباري أو الإلزامي الذي تفرضه الدولة لأنه  
بمثابة دفع ضريبة للدولة“ (فقہ الاسلامی وادلائہ ۵/۲۲۲)۔

( اور اجباری یا لازمی انشورنس جسے حکومتیں ضروری قرار دیتی ہیں جائز ہے، اس لئے  
کہ وہ بمنزلہ ٹیکس ہے جو حکومت کو ادا کیا جاتا ہے )۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات

منشی جنید عالم ندوی ✽

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی طرف سے پندرہویں فقہی سمینار کے لئے جو سوالات ارسال کئے گئے ہیں ان میں سے کچھ سوالات ”میڈیکل انشورنس“ سے متعلق بھی ہیں، میڈیکل انشورنس کا طریقہ یہ ہے کہ مختلف عمر کے افراد سال بھر کے لئے متعین رقم جمع کرتے ہیں، اگر سال بھر کے اندر وہ کسی پیچیدہ امراض کے شکار ہو گئے تو انشورنس کرنے والی کمپنی انشورنس میں طے شدہ رقم علاج کے لئے دیتی ہے، اگر سال گذر گیا اور وہ بیمار نہیں ہوئے تو جمع شدہ رقم واپس نہیں ہوتی ہے، دوسرے سال کے لئے دوسری رقم جمع کرنی پڑتی ہے، سردی، نزلہ وغیرہ امراض کے لئے یہ رقم نہیں ملتی ہے، انہیں بیماروں کو انشورنس کی رقم ملتی ہے جو ہسپتال میں داخل ہوں، بیمار پڑنے والوں کو اس اسکیم کے تحت جمع کردہ رقم سے زائد رقم ملتی ہے، ”میڈیکل انشورنس“ کرنے والی کمپنیاں سرکاری بھی ہوتی ہیں اور غیر سرکاری بھی، سرکاری کمپنیوں کا مقصد خدمت خلق ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ کمپنیاں خسارے میں چل رہی ہیں اور غیر سرکاری کمپنیوں کا مقصد نفع اندوزی ہے، اگرچہ یہ کمپنیاں بھی ابھی خسارے میں ہیں، لیکن مستقبل میں نفع کی امید پر کام کر رہی ہیں، اس سلسلے میں چند سوالات ہیں جن کے جوابات مطلوب ہیں۔

### میڈیکل انشورنس کرانے کا شرعی حکم:

پہلا سوال یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے میڈیکل انشورنس کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی مہلک مرض کے علاج کے لئے بیک مشنت بڑی رقم جمع نہیں کر سکتے ہیں، وہ تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر کے اس اسکیم کے تحت کسی مہلک مرض کے علاج کے قابل ہو جاتے ہیں۔

”میڈیکل انشورنس“ کی حقیقت پر غور کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اس کا پورا نظام غیر شرعی اصولوں پر قائم ہے، اس میں سود بھی ہے، قمار بھی ہے اور غرر و دھوکہ بھی ہے نیز ظلم و ستم بھی ہے اور یہ سب ناجائز و حرام ہیں، سو اس لئے ہے کہ اگر واقعی بیمار پڑ گئے تو جمع کردہ رقم سے زائد رقم ملتی ہے جو سود ہے جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور قمار اس لئے ہے کہ قمار میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے، مذکورہ صورت میں اگر بیمار پڑ گیا تو اصل رقم سے زائد رقم ملے گی جو نفع ہے اور اگر بیمار نہیں پڑا تو جمع شدہ رقم واپس نہیں ہوگی جو نقصان ہے اور قمار بھی جس قدر آئی حرام ہے:

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ

الشَّيْطَانِ﴾ (سورہ مائدہ: ۹۰)۔

اس میں ظلم بھی ہے، اس لئے کہ سال کے اندر بیمار نہ پڑنے کی صورت میں اصل رقم واپس نہیں ہوتی ہے، جبکہ فقہاء کرام نے بیعانہ کی رقم کو معاملہ ختم ہو جانے کی صورت میں واپس کر دینے کا حکم دیا ہے، اگر کوئی شخص یہ رقم واپس نہ کرے یا کسی معاملہ میں یہ رقم سوخت ہو جائے تو یہ ناجائز ہے، پھر یہ کہ بیمار پڑنے کی صورت میں انشورنس کمپنیوں سے رقم نکالنے کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، نیز امر موہوم پر معاملہ ہونے کی وجہ سے غرر و دھوکہ بھی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ سود، قمار، غرر و دھوکہ اور ظلم و ستم پر مبنی ہونے کی وجہ سے



”میڈیکل انشورنس“ کرنا شرعاً حرام ہے۔ ہر مسلمان پر اس سے احتراز لازم ہے۔

۲، ۴: اصل رقم سے زائد رقم کا حکم:

دوسرا سوال یہ ہے کہ بیمار پڑنے پر ”میڈیکل انشورنس“ کرانے والے شخص کو کمپنیوں کی طرف سے ملنے والی اضافی رقم کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اس رقم کو اپنے علاج یا دیگر مصارف پر استعمال کر سکتا ہے؟ نیز کیا اس کو سرکاری طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دے سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ملنے والی اضافی رقم سود ہے جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ اس رقم کو لے کر اپنے علاج یا کسی دوسرے مصرف پر صرف نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کو لے کر بلا نیت ثواب صدر کرنا ہوگا، ہر کاری اداروں کی طرف سے بھی اضافی رقم ایک ایسے معاہدہ کے تحت مل رہی ہے جو غیر شرعی اصولوں پر قائم ہے، اس لئے اس اضافی رقم کو امداد و تعاون کا درجہ نہیں دے سکتے ہیں۔

۳- سرکاری و نجی اداروں کا حکم:

جہاں تک اس سوال کے جواب کا تعلق ہے کہ سرکاری اور نجی کمپنیوں میں فرق ہوگا یا دونوں کا حکم یکساں ہوگا؟ اس لئے کہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے، جب ہم دونوں کمپنیوں کی حقیقت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی حقیقت یکساں ہے دونوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں ہے، کہنے کی بات ہے کہ سرکاری کمپنیوں کا مقصد خدمت اور سہولت پہنچانا ہے۔ درحقیقت ان کمپنیوں کا مقصد بھی نفع اندوزی ہے، یہی وجہ ہے کہ نجی کمپنیوں کی طرح سرکاری کمپنیاں بھی بیمار نہ پڑنے کی صورت میں جمع کردہ رقم واپس نہیں کرتی ہیں۔ ”میڈیکل انشورنس“ کرانے کی حرمت کی جو علتیں بیان کی گئی ہیں وہ دونوں طرح کی کمپنیوں میں پائی جاتی ہیں، لہذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا، یعنی ”میڈیکل انشورنس“ کرنا حرام ہوگا، خواہ سرکاری کمپنیاں کریں یا نجی کمپنیاں۔

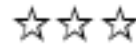
### میڈیکل انشورنس کی متبادل صورت:

ایک اہم سوال یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کے ناجائز ہونے کی صورت میں متبادل صورت کیا ہے، جو میڈیکل انشورنس کے بنیادی مقاصد کو بھی پورا کرے اور حد جواز میں بھی ہو۔ غور کرنے کے بعد متبادل صورت یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اجتماعی نظام قائم کیا جائے، جہاں امارت شرعیہ قائم ہو اور امیر شریعت کے تحت بیت المال کا نظام چل رہا ہو وہاں بیت المال کے نظام کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کیا جائے، زکاۃ اور دیگر صدقات و اجبہ کی رقم بیت المال میں جمع کی جائے، بلکہ اصحاب خیر حضرات عطیات کی رقم سے اس طرح کے علاج کے لئے علاحدہ سے بیت المال میں فنڈ قائم کرائیں اور اس فنڈ کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی جائے جیسا کہ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ و جھارکھنڈ کے بیت المال سے حسب گنجائش مریضوں کی مدد کی جاتی ہے اور جہاں امارت شرعیہ قائم نہ ہو اور اس کے تحت بیت المال کا نظام نہ چل رہا ہو وہاں پر مسلمان باہمی اتفاق و اتحاد سے اجتماعی نظام قائم کریں اور غریبوں کے علاج کے لئے فنڈ قائم کر کے صدقات و اجبہ و صدقات نافلہ اور عطیات کی رقم اکٹھا کر کے غریبوں کی مدد کریں، اس اجتماعی نظام میں علماء کی شمولیت بھی ضروری ہے تاکہ ہر رقم اس کے مصرف پر صرف ہو سکے۔

### قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس کرانے کا حکم:

اس سلسلہ کا آخری سوال یہ ہے کہ بعض ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا قانوناً ضروری ہے، کو یا کہ یہ قانونی مجبوری ہے، ملک کے باشندوں کے لئے بھی اور باہر سے جانے والے حضرات کے لئے بھی، سوال یہ ہے کہ ان ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہوگا؟ اور میڈیکل انشورنس کرانے کی صورت میں بیمار پڑنے پر ملنے والی اضافی رقم کا استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا لازم ہے ان ممالک میں میڈیکل انشورنس ایک ضرورت ہے اور ضرورت کے تحت بعض ناجائز و حرام چیزیں بھی جائز

ہو جاتی ہیں، جیسا کہ تصویر کھینچنا حرام ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے، بینک میں رقم جمع کرنے کی صورت میں گناہ اور معصیت کے کام میں تعاون دینا ہے، لیکن حفاظت کی غرض سے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا گیا ہے، مذکورہ صورت میں جبکہ قانونی مجبوری ہو میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہوگا، خواہ وہ ملک کا باشندہ ہو یا دوسرے ملک سے کسی ضرورت کے تحت وہاں گیا ہو، البتہ بیمار پڑنے کی صورت میں ملنے والی اضافی رقم سود ہے، اس کو اپنے علاج پر صرف نہیں کر سکتے ہیں، الا یہ کہ انشورنس کرانے والا شخص مجبور و پریشان حال ہو، اس کے پاس علاج کرانے کے لئے رقم نہ ہو اور کہیں سے تعاون کی بھی امید نہ ہو اور علاج نہ کرانے کی صورت میں ہلاکت یا بیماری کے بڑھنے کا اندیشہ ہو تو بدرجہ مجبوری اس اضافی رقم کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔



## میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

مولانا ابوسفیان مفتاحی

۱- چونکہ انسان کو مرض لاحق ہونے کا علم نہیں ہو سکتا، تو فقط علم جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور انسان یہ بھی جاننے سے قاصر ہے کہ مرض لاحق ہوگا تو معمولی درجہ کا سردی، زکام وغیرہ یا خطرناک مہلک درجہ کا تو جس چیز کے جاننے کے بارے میں انسان قاصر ہے تو اس کے بیمہ کا جواز کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ لہذا میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔  
خلاصہ کلام یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) شرعاً جائز نہیں ہے۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے تو مالیت سے زیادہ علاج میں جو رقم خرچ ہوتی ہے وہ بر سبیل قرض کی تسلیم کی جائے گی، لہذا اتنا درست ہونے کے بعد مریض کو وہ قرض ادا کرنا لازم ہوگا، یا قدرت نہ ہونے کی صورت میں سرکار سے یا تنظیم سے اس کو معاف کرا لے گا، یا سرکار اور وہ تنظیم اس رقم زائد کو امداد و تعاون کا نام دے کر اسی سے اس رقم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔  
خلاصہ کلام یہ ہے کہ زائد مالیت کو قرض کا درجہ دیا جائے گا۔

۳- سرکاری میڈیکل انشورنس کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا جو حکم ہے یہی حکم رہے گا دوسرے اداروں سے فائدہ اٹھانے کا، یعنی دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ رقم یا مقررہ رقم دیتا ہے تو اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ دیا جانا چاہئے، کیونکہ بے کس اور مجبوروں اور معذوروں کے علاج و معالجہ کی ذمہ داری سرکاری حکومت پر عائد ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے سرکار کی طرف سے دینا حکومتوں میں سرکاری اسپتال قائم کئے گئے ہیں اور قائم کئے جاتے ہیں، جن میں مریضوں کا علاج مفت میں کیا جاتا ہے اور وائیس مفت دی جاتی ہیں یہ اس طرح سے سرکار اپنی ذمہ داری ادا کرتی ہے، اور دنیا کی سرکاروں میں عوام کے لئے اور طرح کے بھی امدادی ادارے قائم ہوتے ہیں، جن سے غرباء و مساکین کی مدد کی جاتی ہے، لہذا اس کو سرکاری امداد و تعاون کا ہی درجہ دیا جانا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت میں جو رقم مطلوب دیتا ہے اس کو امداد و تعاون کا درجہ دیا جانا چاہئے۔

۵- میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت شرعاً جائز نہیں ہے تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی بہترین متبادل صورت شریعت مطہرہ نے بتادی وہ زکوٰۃ و صدقات ہیں جس کی شکل یہ ہوگی کہ ہر شہر و دیہات میں مسلمان اپنی ایک تنظیم قائم کریں اور اس کے لئے ذمہ داران کو منتخب کیا جائے اور زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے اسی رقم سے غریبوں و مسکینوں کے لئے علاج کی سہولت فراہم کی جائے اور اپنی نگرانی میں علاج کرایا جائے اور یہ شکل و صورت عین ممکن ہے اور اسی رقم سے تحقیق کر کے غریب لڑکے و لڑکیاں ان کی شادی کا بندوبست کیا جائے اور جن کے رہنے کے لئے گھر و مکان نہ ہو تو تحقیق کر کے اس کے لئے گھر و مکان بنوادیا جائے یہ بہترین، حلال، جائز، طیب اور پاکیزہ صورت ہے جس کو مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت کے بجائے اسلامی تعلیمات

کی روشنی میں اس کی بہترین حلال و طیب صورت یہ ہے کہ ہر جگہ مسلمان اپنی اسلامی تنظیم بنا کر زکوہ و صدقات وصول کریں اور ان سے یہ کام لیں۔

۶۔ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے قانوناً لازم کر دیا گیا ہے تو ضابطہ فقہ ”اضرورات تیج المخطورات“ کے پس منظر میں ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرانے کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

بنا بریں قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پر جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قانون کی وجہ سے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا درست

ہوگا۔

## شرعی نقطہ نظر سے میڈیکل انشورنس

مولانا محمد قمر الدین بڑودوی ✽

### ۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام ایک ایسے مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے جس کی تعلیمات و ہدایات بحیثیت اصولی آسمانی ہیں، اور جن کی تشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی ہے، اسی لئے شریعت کا دار و مدار عقول انسانی پر نہیں رکھا گیا ہے، بلکہ دنیوی اور اخروی طور پر انسان کے فلاح و بہبود پر رکھا گیا ہے جو رضاء الہی پر منتج ہوتا ہے، لہذا ایسے امور و افعال و اعمال کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس میں دنیوی و اخروی فوائد کے ساتھ ساتھ رضاء الہی بھی شامل ہو اور ایسے امور و افعال و اعمال سے احتراز کا حکم دیا گیا جن میں انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر دنیوی و اخروی فائدہ نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ رضاء الہی سے بھی وہ خالی ہو، اسی لئے شریعت مطہرہ نے جو اوامر و نواہی دئے ہیں ان پر عمل یا ان سے احتراز ضروری ہے۔

اسلام نے سود، میسر (قمار) وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے، لہذا وہ اشیاء کہ جن میں سود کا یا قمار کا تحقق ہو وہ حرام قرار دی جائیں گی، اب اس پہلو سے ہم میڈیکل انشورنس کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں قمار کی شکل پائی جاتی ہے، کیونکہ میڈیکل انشورنس میں پالیسی ہولڈر کے لئے ہر سال پر بیمہ کے طور پر ایک متعین رقم انشورنس ادارہ کو جمع کرنی پڑتی ہے اور اس کے عوض پالیسی ہولڈر کو

کسی موہوم بیماری کے علاج کے لئے ایک مخصوص رقم خرچ کا ادارہ عہد و پیمان کرتا ہے اب اگر وہ پالیسی ہولڈر اس کی مقرر کردہ مدت میں بیمار ہو جاتا ہے تو ادارہ نے اس کے پریمیم کے عوض جو رقم اس کے علاج کے لئے مخصوص کی تھی اس حد تک وہ رقم خرچ کرتا ہے اور اگر پالیسی ہولڈر اس مقررہ مدت میں بیمار نہ ہو تو پریمیم کی دی ہوئی رقم انشورنس ادارہ واپس نہیں کرتا ہے اور یہ شکل جوے (میسر) کی ہو جاتی ہے جو نص قرآنی کی رو سے ناجائز ہے، ساتویں پارہ کے دوسرے رکوع میں یہ آیت صریح طور پر اس کی حرمت پر دال ہے وہ یہ ہے: ﴿يا ايها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (سورہ مائدہ: ۹۰) علاوہ ازیں اس میں سود کی بھی حقیقت پائی جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں پالیسی ہولڈر جتنی رقم جمع کرتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ رقم کے ذریعہ علاج کا معاہدہ ہوتا ہے، گویا اس نے جو قرض دیا اس کے عوض ایک زائد رقم سے فائدہ اٹھانے کی شرط لگا دی اور فقہ کا یہ اصول ہے: کل قرض جر نفعاً فهو حرام۔

نیز اس اعتبار سے بھی بیجا جائز ہے کہ اس میں غرر ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت موجود ہے: تنهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر، اس لئے میڈیکل انشورنس حرام ہے۔

## ۲- صحت بیمہ میں جمع مالیت سے زیادہ مستفید ہونا؟

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں جب میڈیکل انشورنس کرانا ہی حرام قرار پایا جو دی گئی رقم سے زیادہ کی مالیت سے فائدہ اٹھانا ہی کیسے جائز ہوگا۔

اگر کسی نے میڈیکل انشورنس کر لیا ہے اور اب متعینہ مدت میں وہ بیمار ہو جائے تو اس نے جتنی رقم انشورنس ادارہ کو جمع کرائی ہے اس سے زیادہ رقم سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پالیسی ہولڈر نے جو رقم پریمیم کے طور پر ادارہ کو دی ہے وہ بطور قرض ہے اور قرض کی شکل میں



مقرض کے لئے زیادہ رقم سے فائدہ اٹھانا سود میں داخل ہے اور وہ حرام ہے، جیسا کہ ماسبق میں قاعدہ ہنتمیہ: "کل قرض جر نفعاً فهو حرام" کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے، اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "حجۃ اللہ الباغۃ" کی دوسری جلد میں فرمایا ہے: "الربا هو القرض علی أن یؤدی إلیہ أكثر وأفضل مما أخذ" ربا درحقیقت اس شرط کے ساتھ قرض دینا ہے کہ مقرض اس کو اصل میں اضافہ کے ساتھ یا اس سے عمدہ چیز واپس کرے گا۔

لہذا دی ہوئی رقم قرض کے عوض میں زیادہ رقم سے فائدہ اٹھانا سود میں داخل ہوگا اور وہ

حرام ہے۔

### ۳- انشورنس کے سرکاری وغیر سرکاری ادارہ سے فائدہ اٹھانے میں فرق:

میڈیکل انشورنس ادارہ سرکاری ہو یا پرائیویٹ دونوں ہی میں یہ بات قدر مشترک ہے کہ وہ پالیسی ہولڈر کی جانب سے ہر سال ایک متعین رقم لیتے ہیں اور مدت مقررہ میں بیماری کی شکل میں وہ معاہدہ میں طے شدہ رقم جو پرییم سے زیادہ ہوتی ہے وہ خرچ کرتے ہیں اور مدت مقررہ میں عدم بیماری کی صورت میں وہ دی گئی رقم واپس نہیں دی جاتی، اس لئے سرکاری ادارہ ہو یا پرائیویٹ دونوں میں وہی سود، قمار، غرروالی شکلیں پائی جاتی ہیں جو ناجائز ہیں، لہذا پرائیویٹ ادارہ والا میڈیکل انشورنس بھی جائز نہ ہوگا۔

### انشورنس کے ادارے سے ملنے والی رقم کیا امدادی اور تعاونی ہے؟

سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے جو امداد رقم دی جاتی ہے اسے تعاون اور امداد نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ امداد و تعاون اسے کہتے ہیں جس کے مقابل کوئی عوض نہ ہو، بلکہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد جاری ہو اور یہاں یہ بات مفقود ہے، کیونکہ پالیسی ہولڈر سے پیشگی ایک متعین رقم لی جاتی ہے اور وہ رقم بصورت عدم بیماری واپس بھی نہیں دی جاتی اور صرف پالیسی ہولڈر

کوئی یہ رقم فراہم کی جاتی ہے دوسروں کو نہیں دی جاتی، اگر انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہ امداد ہوتی تو ہر ایک اس کا مستحق ہو سکتا ہے، لہذا یہ اضافی رقم امداد و تعاون نہیں شمار کی جائے گی اور یہ ناجائز ہوگی۔

علاوہ ازیں اس میں تعاون علی الاثر بھی پایا جاتا ہے، اس لئے بھی یہ ناجائز ہے۔

### ۵- کیا میڈیکل انشورنس کی اسلامی متبادل صورت ہو سکتی ہے؟

اسلام نے مال داروں پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے علاوہ ازیں فقراء، مساکین وغیرہ پر خرچ کرنے کی ترغیبات اور ان پر اجر و ثواب کا وعدہ قرآن و حدیث میں جگہ جگہ مذکور ہے، اس لئے جہاں اسلامی ملکیتیں ہیں وہاں بیت المال کے ذریعہ سے مفت علاج کی سہولیات وغیرہ کا انتظام آسان ہے، البتہ جہاں اسلامی حکومتیں نہیں ہیں ان ممالک میں مسلمان باہمی طور پر بیت المال کی امداد، مفت علاج کی سہولت وغیرہ کا انتظام کریں۔

اس طرح کا انتظام میڈیکل انشورنس کا متبادل ہو سکتا ہے، اور شریعت میں وہ نہ صرف جائز، بلکہ مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہے۔

### ۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس لازم کر دیا گیا ہے، ان کا کیا حکم ہے؟

جن ممالک میں وہاں کے شہریوں کے لئے یا باہر سے آنے والوں کے لئے میڈیکل انشورنس لازمی قرار دیا گیا ہو تو وہاں مجبوری کی صورت میں میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی، مگر چونکہ جیسا اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں سود کے تحقق کی شکل بھی پائی جاتی ہے، اس لئے میڈیکل انشورنس ادارہ کو جتنی رقم پالیسی ہولڈر نے جمع کرائی ہے اس حد تک اس رقم کا استعمال اس کے لئے درست ہوگا، زیادہ کی رقم کا استعمال درست نہ ہوگا۔

## میڈیکل انشورنس کا شرعی پہلو

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کی تفسیر کردہ صورت میں قرار ہے، قرار اس لئے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے موہوم، جو قسطیں ادا کی گئی ہیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہیں اور اس سے زیادہ کی مالیت سے فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے، اسی کو قرار کہتے ہیں، بنا پر یہ بندہ کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں معلوم ہوتی۔

۲، ۴- میڈیکل انشورنس کرانے والا زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہو سکتا ہے، یہ حکومت کی جانب سے امداد ہے، گورنمنٹ کی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا، یوں بھی ہم حکومت کے طرح طرح کے فلاحی و رفاہی اداروں سے مستفید ہوتے رہتے ہیں، ان سے حدود و شرع میں رہ کر انتفاع جائز ہونا چاہئے۔

۳- چونکہ حکومت کا مقصد نفع اندوزی نہیں، بلکہ سماجی تحفظ کی ذمہ داری کو صرف پوری کرنا ہے، اس لئے بندہ کے خیال میں پرائیویٹ و سرکاری بیمہ صحت کے اداروں کے احکام جدا گانہ ہوں گے، جو اب ۵ میں بتائی گئی جائز صورت کے مطابق اگر بیمہ صحت کرانا ہے تو سرکاری ادارہ سے ہی کر لیا جائے۔

۵- بندہ کے خیال میں انشورنس کی سوال کردہ صورت من وجہ ”بیج عربون“ کے مشابہ ہے

اور ”بیع عربون“ بیع کی وہ صورت ہے جس میں خریدار بیعانے کی رقم اس شرط کے ساتھ دیتا ہے کہ اگر اس نے چیز خرید لی تو یہ رقم قیمت کا حصہ ہوگی اور باقی قیمت وہ ادا کر دے گا، لیکن اگر اس نے وہ چیز نہ خریدی تو بیعانے کی رقم واپس لینے کا حقدار نہ ہوگا، بلکہ وہ بائع کی ہوگی، بیعانے کی رقم اس طرح ضبط کر لینے کا جواز صرف فقہ حنبلی میں ہے، ائمہ ثلاثہ کے یہاں جائز نہیں، صاحب ”اعلاء السنن“ تحریر فرماتے ہیں:

”وحدیث الباب يدل على تحريم البيع مع العربان، وبه قال الجمهور،  
و خالف في ذلك أحمد فأجازہ“ (اعلاء السنن ۱۱۳/۱۶۷)۔  
مصنف مذکور ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

”اقوال: قال الزرقانی فی شرح هذا الحدیث: هو باطل عند الفقهاء  
لما فيه من الشرط والغرر، و اكل أموال الناس بالباطل“ (اعلاء السنن ۱۱۳/۱۶۶)۔  
(زرقانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ بیع عربون فقہاء کے نزدیک باطل ہے، اس لئے کہ اس میں شرط فاسد کے ساتھ غرر بھی ہے اور لوگوں کے مال کو باطل طریقہ سے ہڑپ بھی کر لیا)۔

”بیع عربون“ نبی کے تحت ڈاکٹر و بہ ذیلی تحریر فرماتے ہیں:

”وضعف أحمد الحدیث المروى فی بیع العربان وقد أصحبت طريقة  
البيع بالعربون فی عصرنا الحاضر أساسا للارتباط فی التعامل التجارى الذى  
یتضمن التعهد بتعویض ضرر الغير عن التعطل والانتظار، وفى تقديرى أنه  
یصح ويحل بيع العربون وأخذہ عملا بالعرف؛ لأن الأحادیث الواردة فی شأنه  
عند الفريقين لم تصح“ (مجمع الاسلامى واداره ۳۵۰-۳۴۹)۔

آج کے انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں جہاں بیعانہ کی بیع کا طریقہ خرید و فروخت میں بالکل اساسی اور بنیادی طریقہ اختیار کر چکا ہے اگر امام احمد بن حنبل کے مسلک کو اپناتے ہوئے جواز کا فتویٰ دیا جائے تو مناسب ہوگا۔

بیعانے کی رقم سوخت ہونے کی بابت ”اعلام الموقعین“ میں بھی ایک عبارت درج ذیل طریقہ پر موجود ہے:

”عن نافع بن الحارث عامل عمر علی مکة انه اشترى من صفوان بن أمية دار العمر بن الخطاب باربعة آلاف درهم واشترط عليه إن رضی عمر فالبيع له، وإن لم يرض فلصفوان أربعمئة درهم“ (اعلام الموقعین لابن الجوزی ۳۰۱/۳ موسمہ فقہ نمبر ۶۳۸)۔

(نافع بن الحارث جنہیں حضرت عمرؓ نے مکہ معظمہ کا عامل بنایا تھا انہوں نے صفوان بن امیہ سے عمر بن الخطاب کے لئے ایک مکان چار ہزار درہم میں اس شرط کے ساتھ خرید اکہ اگر عمرؓ راضی ہو گئے تو بیع ہوگی اور اگر وہ راضی نہ ہوئے تو صفوان بن امیہ کے وہ چار ہزار درہم ہو جائیں گے)۔

بہر کیف ضرورتاً غیر کے مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: چونکہ چاروں مذاہب بلاشبہ مدحت ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل ہیں، اس لئے اگر مسلمانوں کو کوئی شدید اجتماعی ضرورت داعی ہو تو اس موقع پر کسی دوسرے مجتہد کے مسلک پر فتویٰ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (ابلاغ کراچی ہفتی اعظم نمبر)۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی اپنے ایک فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں: عند الضرورت بعض مسائل میں امام شافعی و امام مالک رحمہما کی تقلید کرنا درست ہے، ایک جگہ اور لکھتے ہیں: ضرورت شدیدہ کے وقت امام شافعی کے مذہب کی تقلید درست ہے۔

اسی طرح شامی میں ہے کہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز پڑھائی نماز کے لئے جب مجمع منتشر ہو چکا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جس حمام میں غسل کیا تھا اس میں چوہا ہوا تھا اس وقت حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ آج ہم اپنے مدنی بھائیوں کے قول و مذہب پر عمل کر لیتے ہیں۔

چونکہ حضرت امام مالکؒ کا مسلک ”إذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث“ کا تھا اسی جانب حضرت امام ابو یوسفؒ کا اشارہ تھا، اس طرح ایک معروف مسئلہ یہ ہے کہ طاعت و عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، مگر ضرورتاً بعض صورتوں میں اسے جائز قرار دیا گیا ہے، جبکہ یہ جواز کا قول بقول سرحسی اہل مدینہ کا ہے (شامی)۔

یہ تمام باتیں اس وقت تھیں جبکہ اسے من وجہ ”بیع عربوں“ کے مشابہ مان کر جواز کا قول لیا جائے، لیکن اگر اس مسئلہ کو من وجہ اس کے مشابہ قرار نہ دیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ معاملہ کرتے وقت بیمہ صحت کرانے والا یہ سوچ لے کہ اگر میں بیمار نہ پڑا تو میری یہ رقم میرے دوسرے بھائیوں کے کام آوے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اگر مسلمان ہیں تو حقوق اسلامی و انسانی دونوں اعتبار سے اور اگر غیر مسلم ہیں تو صرف حقوق انسانی کے اعتبار سے دیگر بھائیوں کا ہم پر حق ہے۔

۶ - ”المشقة تجلب التيسير، الضرورات تبیح المحظورات“ کے تحت اگر حکومت بیمہ صحت کو لازمی قرار دے تو یہ صورت بدرجہ مجبوری جواز کی ہوگی اور اس انشورنس سے استفادہ درست ہوگا۔

## ہیلتھ انشورنس کتاب و سنت کی روشنی میں

مولانا خورشید انور اعظمی ۶۶

انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اپنی کمائی سے کچھ رقم پس انداز کرے تاکہ مستقبل میں پیش آمدہ ضروریات میں کام آسکے، اور مالی دشواری کی وجہ سے کوئی کام رکھنے نہ پائے، جو منصوبہ ہو یا یہ تکمیل تک پہنچے، اور جو ضرورت ہو پوری ہو، اور اگر خدا نخواستہ کوئی ناگہانی مصیبت آئے یا بیماری لاحق ہو جائے یا کسی تجارتی خسارہ سے دوچار ہو جائے تو اس رقم کے ذریعہ اپنی مشکل دور کر سکے، اسی سوچ نے انشورنس کو جنم دیا اور آج اس کی مختلف شکلیں پوری دنیا میں رائج ہیں، میڈیکل انشورنس بھی انہیں شکلوں میں سے ایک ہے۔

انشورنس اگر اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق ہو اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو تو اس کے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اتفاق سے انشورنس کی آج دنیا میں جتنی بھی شکلیں رائج ہیں ایسی چیزوں پر مبنی ہیں جن کی ممانعت و حرمت منصوص ہے، یعنی سود و قمار، جس کی وجہ سے مروجہ تمام صورتیں شرعی نقطہ نظر سے حرام و ناجائز ہیں، اور اس لائق ہیں کہ حتی الامکان ان سے اجتناب کیا جائے۔

### ۱۔ میڈیکل انشورنس کا حکم:

میڈیکل انشورنس کی مروجہ صورتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کرنا حرام

ہے، اس کے کئی اسباب ہیں:

اول یہ کہ اس میں قمار ہے، اس لئے کہ میڈیکل انشورنس میں پریمیوم سال بھر کے لئے ہوتا ہے، اور سال کے بعد ختم ہو جاتا ہے، اگر سال کے اندر بیماری لاحق ہو تو کمپنی اس پریمیوم کے بقدر علاج کی رقم فراہم کرتی ہے، اور اگر بیماری نہیں ہوئی تو وہ رقم ختم ہو جاتی ہے، ظاہر ہے یہ قمار ہے، جوہر الفقہ میں ہے:

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو اصطلاح شرع میں قمار اور میسر کہلاتا ہے (جوہر الفقہ ۳۳۶/۲)۔

ابوبکر صاص رازی اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”احکام القرآن“ میں رقم طراز ہیں:

”لا خلاف بین اهل العلم فى تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار،

قال ابن عباس: إن المخاطرة قمار“ (احکام القرآن ۳۸۸/۱)۔

قمار کو قرآن کریم میں شیطان کا گندہ عمل بتایا گیا ہے، اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی

ہے، ارشاد باری ہے:

”يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس

من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون“ (سورہ مائدہ ۹۰)۔

(اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے، سب گندے کام ہیں

شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ)۔

مختصر تفسیر ابن کثیر میں ہے:

”قال ابن عمرو ابن عباس: الميسر هو القمار، كانوا يتقامرون فى

الجاهلية إلى مجئ الإسلام فنهاهم الله عن هذه الأخلاق القبيحة“ (مختصر تفسیر ابن

کثیر ۱/۵۳۳، نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۰۸، نصب الراية للربيعى ۳/۶۰، المغنی

۳۳۶/۲، السوط ۱۲/۱۹۳، الفروق ۳/۲۶۵)۔



نبی اکرم ﷺ نے معاملہ غرر سے منع فرمایا ہے:

”عن ابی ہریرۃ نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصة و بیع الغرر“ (صحیح

مسلم ۲/۳)۔

چہارم یہ کہ اس میں ”اثم وعدوان“ کی حوصلہ افزائی ہے، اس لئے کہ بیمہ کمپنیاں ان جمع شدہ رقموں سے سودی کاروبار کرتی ہیں، جس میں بیمہ کرنے والا ایک طرح کا معاون ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ”تعاون علی الاثم والعدوان“ سے منع فرمایا ہے:

”تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ (سورۃ

مائدہ/۱)۔

۲۔ جمع شدہ رقم سے زائد مالیت سے استفادہ کا مسئلہ:

میڈیکل انشورنس اولاتو کرانا درست نہیں ہے، لیکن اگر کسی مجبوری کے تحت کرانا ہی پڑ جائے تو جمع شدہ رقم سے زائد مالیت سے استفادہ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ اضافی رقم سود ہے، جو بیمہ کمپنی کو دیئے گئے قرض سے زائد رقم کی مالیت کی صورت میں حاصل ہو رہا ہے۔  
”المغنی“ میں ہے:

”قال ابن منذر: أجمعوا علی المسلف إذا شرط علی المسلف زیادة  
أو هدیة فأسلف علی ذلک أن أخذ الزیادة علی ذلک ربا“ (المغنی ۳۳۶/۶)۔

”رد المحتار“ میں ہے:

”کل قرض جر نفعاً حرام آی إذا کان مشروطاً“ (رد المحتار ۳۵۵/۷)۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رقم طراز ہیں:

بیمہ کی موجودہ صورتیں رائج ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہیں، بلکہ قمار اور جوا کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں، اس لئے اپنے اختیار سے بیمہ کرانا جائز نہیں اور اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ

کرانا پڑے تو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲۵۵/۶)۔

### ۳- سرکاری اور نجی اداروں میں فرق کا مسئلہ:

میڈیکل انشورنس کے بعض ادارے سرکاری ہوتے ہیں، اور بعض نجی اور دونوں کے مقاصد بظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ مقصد جو بھی ذکر کیا جائے مال کار کے اعتبار سے دونوں کی حیثیت یکساں ہے، لہذا دونوں کے حکم میں بھی یکسانیت ہوگی اور کوئی فرق نہ ہوگا۔

### ۴- انشورنس کو مالی تعاون کا درجہ دینا:

میڈیکل انشورنس کے ادارے جو رقم، علاج و معالجہ کے کام پر خرچ کرتے ہیں، اسے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ امداد، بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت ہوا کرتی ہے، جبکہ یہاں صورتحال یہ ہے کہ متعین رقم سے زائد سے علاج نہیں کرایا جاتا، عمر کے بعض مرحلوں میں چیک اپ کو ضروری قرار دیا جاتا ہے، موجودہ امراض اور آؤٹ ڈور کے علاج کو اس سے خارج مانا جاتا ہے، پھر متعین اسپتالوں ہی میں علاج کرانے کی اجازت ہوتی ہے، نیز علاج کی عمل کی پوری جانچ کرانے پر ہی رقم کی ادائیگی ہوتی ہے، اسی طرح ایک سرمایہ دار کو ضرورت مند سے زیادہ دیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ زیادہ کا بیمہ کراتا ہے، جبکہ نادار، غریب، محتاج کو کم ملتا ہے، اگر یہ تعاون ہوتا تو ضرورت مند کو زیادہ ملتا، پتہ چلا کہ یہ تعاون نہیں ہے، بلکہ تمنا، سود اور غرر پر مبنی معاملہ کی ایک صورت ہے، جسے مالی تعاون کا نام دینے کی سعی حاصل کی جا رہی ہے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلا کرتی، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب عثمانی نے ”جوہر الفقہ“ میں بہت صاف لفظوں میں تحریر فرمایا ہے:

بیمہ کے کاروبار کو آمد ادبا ہی کا نام دے کر جائز قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اس کی مروجہ صورتیں جتنی ہماری نظر سے گذری ہیں، سو داؤد قمار سے خالی نہیں، اس لئے وہ سب حرام ہیں (جوہر لفظ ۲/۳۳۵)۔

البتہ اگر واقعتاً انشورس کا کوئی ادارہ ایسا ہو جس میں صرف اور صرف جذبہ تعاون کا فرما ہو تو وہ بلاشبہ جائز، درست اور مستحسن ہے، اس لئے کہ وہ تفرع اور تعاون علی البر ہے، جس کی شریعت میں تاکید آئی ہوئی ہے، یہ اور بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس طرح کا نظام نادر الوجود ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں:

”أما التامين التعاونى فهو أن يتفق عملة أشخاص على أن يدفع كل منهم اشتراكاً معيناً لتعويض الأضرار التي قد تصيب أحدهم إذا تحقق خطر معين وهو قليل التطبيق في الحياة الاجتماعية“ (لفہد الاسلامی وادارہ ۵/۳۳۱۶)۔

## ۵- انشورس کی متبادل صورت:

اسلام میں باہمی اخوت و محبت، احسان و سلوک، رحم و کرم اور تعاون و ہمدردی پر کافی زور دیا گیا ہے، اور اس بات کی بطور خاص تاکید کی گئی ہے کہ انسان مشکل وقتوں میں دوسرے انسان کے کام آئے، ضرورت مندوں کی ضرورت کا خاطر خواہ خیال رکھے، اور دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”أحسن كما أحسن الله إليك“ (سورہ قصص ۷۷)۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

”والله يحب المحسنين“ (سورہ بقرہ ۵)۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرنے پر زور دیا ہے ارشاد گرامی ہے:

”من لم یرحم الناس لم یرحمه اللہ“ (ترمذی شریف ۱۳۷۲)۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ملت اسلامیہ کے تمام افراد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاشرے میں باہمی تعاون کی فضا قائم کریں، اور ایسا ماحول بنائیں کہ ہر شخص حاجت مندوں کی حاجت کے تئیں فکر مند اور ان کی ناگہانی مشکلات کے حل کرنے میں کوشاں ہو، اس سلسلے میں ایسے فنڈ قائم ہوں جو محتاجوں، غریبوں اور بے سہارا لوگوں کے تعاون میں کام آسکے، نیز شرکت و مضاربت پر معنی تجارتی کاروبار کا سلسلہ شرع کیا جائے، جو ضرورت مندوں کے لئے معاون ثابت ہو، اس طرح جب معاشرے میں اجتماعی و انفرادی سطح پر جذبہ تعاون کی فضا عام ہو جائے گی تو اس نوع کی بہت ساری مشکلات باسانی رفع ہو جائیں گی، اور لوگ سودی نظام کی نحوست و قباحت سے محفوظ رہ سکیں گے۔

## ۶- لازمی انشورنس کا حکم:

اگر حکومت کی جانب سے انشورنس کرانا لازم ہو کہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں ضرورتاً انشورنس کرانا جائز ہوگا، ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقم طراز ہیں:

”يجوز التأمین الإجباری أو الإلزامی الذی تفرضه الدولة، لأنه بمشابهة

دفع ضريبة للدولة“ (فقہ الاسلامی وادلتہ ۵/۳۳۲۲)۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

بیمہ سود و قمار کی ایک شکل ہے، اختیاری حالت میں کرانا ناجائز ہے، لازمی ہونے کی صورت میں قانونی مجبوری کے طور پر جس قدر رقم سے کم مقدار بیمہ کرانے کی گنجائش ہو اسی پر اکتفا کرے (آپ کے مسائل دوران کامل ۶/۲۵۸)۔

اسی طرح حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے

ہیں:

چونکہ گاڑی کے مالک کی طرف سے بیمہ کا معاہدہ بطیب خاطر نہیں، بلکہ حکومت کی طرف سے یکطرفہ جبر و ظلم ہے، لہذا ابوقت ضرورت گنجائش ہے، لیکن بصورت حادثہ جمع کردہ رقم سے زائد واجب التصدق ہے (امین الفتاویٰ ۳۵/۷)۔

لیکن اگر قانونی مجبوری کے تحت لازمی طور پر میڈیکل انشورنس کرانا ہی پڑ جائے تو جمع کردہ رقم سے سہولت حاصل کرنا درست ہوگا۔  
”ردالمحتار“ میں ہے:

”فإذا ظفر بمال مديونه له الأخذ ديانة بل له الأخذ من خلاف الجنس“ (ردالمحتار ۳۰۱/۳)۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز ہے

منفق حبیب اللہ نقاشی ۶۶

۱، ۲ - میڈیکل انشورنس کرانا جسے صحت بیمہ بھی کہتے ہیں جائز نہیں (حسن الفتاویٰ ۵/ ۲۵۷)، کیونکہ یہ صحت بیمہ جس کا رواج اب عام ہوتا جا رہا ہے سود و قمار پر مشتمل ہے جس کی حرمت منصوص و متفق علیہ ہے قمار کے بارے میں علماء کی یہ تحریر کہ ملکیت کو ایسی صورت پر معلق کر دینا جس میں خطر ہو یعنی اس کے وجود و عدم دونوں کا احتمال ہو ”تعلق الملک علی الخطر“ ہے اس کے اندر مکمل طور سے پایا جا رہا ہے، اس لئے کہ اگر یہ پالیسی ہولڈر بیمار ہو جاتا ہے تو کمپنی اس کے جمع کردہ روپیہ کے ساتھ اس سے زائد ایک متعین رقم ادا کرے گی اور اگر بیمار نہیں ہوتا ہے تو اس کی جمع کردہ رقم بھی سوخت ہو جائے گی اور یہ بات واضح ہے کہ اس کا بیمار ہونا یا نہ ہونا کسی کے اختیار میں نہیں یہ ایک امر موہوم ہے اور امر موہوم کو عقد کا دار و مدار قرار دینا ہی قمار ہے جس کی حرمت کے متعلق قرآن نے کہا ہے:

”إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان“ (سورہ مائدہ ۹۰)۔

اور اس میڈیکل انشورنس کے اندر سود کی لعنت بھی موجود ہے کیونکہ کمپنی جو بیمار ہونے پر اضافی رقم صاحب بیمہ کو دیتی ہے وہ سود ہے کیونکہ فقہاء نے جو سود کی تعریف لکھی ہے وہ اس پر

صادق آتی ہے۔

”الربا هو القرض علی أن یودی إلیه أكثر أو أفضل مما أخذنا“ (حجۃ اللہ  
المبارکۃ من جم ۳/ ۳۱۷) (کہ کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ اس سے زیادہ یا اس سے بہتر واپس  
کرے گا حرام ہے)۔

۳- اصلی چیز تو علت ہے، علت ہی کی بنیاد پر حلت و حرمت کا فیصلہ ہوتا ہے، یہاں  
”میڈیکل انشورنس“ کے لئے جن اداروں اور کمپنیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، خواہ وہ ادارے  
سرکاری ہوں یا غیر سرکاری دونوں باہم اس طریقہ کار میں شریک ہیں کہ پالیسی ہولڈر جب مقررہ  
رقم جمع کر دے اور کسی ناگہانی مرض سے دوچار ہو جائے تو ایک متعین اضافی رقم سے اس کی امداد  
کی جائے، لیکن اگر پالیسی مدت میں وہ صحت یاب رہا تو پھر اس کی یہ جمع کردہ رقم کا اعداد مقررہ  
جاتی ہے، اس لئے ”میڈیکل انشورنس“ کے یہ سرکاری ادارے دونوں کا حکم مذکورہ بالا سبب کی  
وجہ سے ایک ہوگا۔

۴- امداد و تعاون کے سب سے زیادہ مستحق تو غرباء و فقراء ہیں اگر سرکار کا مقصد لوگوں کی  
امداد کرنا ہو یا مہلک بیماریوں سے حفاظت اس کے پیش نظر ہو تو بلا عوض ان کی یہ خدمت ہونی  
چاہئے یا اگر عوض ہی لینا ہو تو اول مہلہ میں جو رقم جمع کی جاتی ہے اس کی مقدار اتنی ہونی چاہئے  
جسے ہر غریب ادا کر سکے، نیز بیماری کے عدم تحقق کی صورت میں اس جمع شدہ رقم کی واپسی بھی ان  
اداروں کے فرض منصبی کا ایک جز ہونا چاہئے۔

نیز انشورنس سے وابستہ ہونے کے لئے بھی ایسی ایسی شرطیں اور دفعات لگائی گئیں کہ  
جن کا تحمل شاید سرمایہ داروں کے علاوہ کوئی غریب نہ کر سکے تو پھر ان سرکاری اداروں کی جانب  
سے جمع شدہ رقم کے علاوہ اضافی رقم کو امداد و تعاون کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے۔

## ۵- انشورنس کی متبادل صورت:

حکومت اور اس کی آمدنی و منافع یہ عوام الناس کی خدمت اور اس کی ہر ممکن حفاظت اور نگہداشت کے لئے ہوتی ہے، اور چونکہ میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز ہے، اس لئے اس کی متبادل شکل یہ نکل سکتی ہے کہ حکومت ایسا ادارہ قائم کرے جس میں مناسب قیمت اور مناسب خرچ پر خدمت خلق ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کا علاج، سہولت ہو سکے، یہی طریقہ نجی کمپنیوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے، تو اس صورت میں سود کی لعنت اور خسارہ ہر ایک سے دونوں (عوام اور کمپنی) بچ جائیں گے۔

## ۶- شدید حاجت میں میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہو سکتا ہے:

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ”میڈیکل انشورنس“ فی نفسہ ناجائز ہے، البتہ عوارض کی بنا پر ضرورت اس کی اجازت ہو سکتی ہے اور اس جواز کی بنیاد ”الحاجة إذا عمت كانت كالضرورة، الضرر يزال، الحرج مدفوع، الضرورات تبيح المحظورات، کم من شئ يثبت ضمننا لا يثبت قصداً“ جیسے قواعد ہیں جن ممالک میں ”میڈیکل انشورنس“ لازم کر دیا گیا ہے وہاں تو قانونی مجبوری ہے، لیکن جن ملکوں میں لازمی نہیں مذکورہ بالا اصول کی بنیاد پر گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔



## صحت بیمہ کا شرعی حکم

مولانا نورالحق رحمانی ☆

علاج و معالجہ شرعاً مطلوب ہے، لیکن اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے صحیح ذرائع و وسائل کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ کسی ایسے طریقے سے علاج کرانے کی اجازت نہیں ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہو۔ سوال نامہ میں درج سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ ”میڈیکل انشورنس“ کرانے کی جو صورت سوال نامہ میں مذکور ہے اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ صورت سود اور جو اپر مشتمل ہے، جن کی حرمت قرآن و سنت میں منصوص ہے۔

سود کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿وَأَحِلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (البقرہ ۲۷۵)۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ

مُؤْمِنِينَ﴾ (بقرہ ۲۷۸)۔

اور جو اے کے بارے میں ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ

مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ﴾ (المائدہ ۹۰)۔

(اے ایمان والو! یہ شراب اور جو اور پوجا کے بت اور جوئے کے تیر یہ سب گندے

☆ استاذ، المعهد العالی للحدیث رہیب فی الاتقاء والتقاء، پھولاری شریف، پٹنہ۔

اور شیطانی کام ہیں، لہذا تم ان سے پرہیز کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

آیت کریمہ میں مذکور رہا کی تعریف فقہاء نے اس طرح کی ہے:

كل زيادة مشروطة في العقد خالية عن عوض مشروع (مجموعہ)

انگہاء۔

(رہا ہر وہ زیادتی ہے جس کی عقد میں شرط لگا دی گئی ہو اور وہ جائز عوض سے خالی ہو)۔

صحت بیمہ کرانے والا میڈیکل انشورنس کمپنی کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے اس پر سود کی یہ تعریف صادق آتی ہے، اس لئے کہ بیمہ کرانے والا اسی شرط کے ساتھ مقررہ رقم جمع کرتا ہے کہ بیمار ہو جانے کی صورت میں اسے اپنی جمع کی ہوئی رقم کے مقابلے میں بہت زیادہ رقم کمپنی کی طرف سے علاج کے لئے ملے گی، ظاہر ہے کہ جمع کی ہوئی رقم سے زائد رقم اس کے علاج پر خرچ ہوئی وہ جائز عوض سے خالی ہے، اس لئے وہ سود ہے۔

اور قمار (جوا) کی تعریف یوں کی گئی ہے:

”تعليق الملك على الخطر والمال من الجانبين“ (حولہ سابق)۔

(ملک کو خطر پر مطلق کرنا جب کہ مال دونوں طرف سے ہو جوا ہے)۔

دیکھا جائے تو میڈیکل انشورنس پریمیس اور قمار (جوا) کی یہ تعریف بھی صادق آ رہی ہے، اس لئے کہ اس معاملہ میں مال دونوں جانب سے ہوتا ہے، بیمہ کرانے والا بھی مال جمع کرتا ہے اور کمپنی کی طرف سے بھی مال ہوتا ہے، لیکن اس کی ملکیت ایک ایسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہے جس میں خطر ہے، یعنی اس کے وجود و عدم وجود دونوں کا امکان و احتمال ہے، اگر بیمہ کرانے والا سال بھر کے اندر بیمار ہوتا ہے تو کمپنی اس کے علاج پر اس کی جمع کردہ رقم سے بہت زیادہ رقم خرچ کرے گی، مثلاً تیرہ ہزار کی رقم جمع کرنے کی صورت میں اسے تقریباً ایک لاکھ تک کے علاج کا حق حاصل ہوگا اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ کمپنی کی طرف سے اسے کوئی اضافی رقم نہیں ملے گی، بلکہ اس کی جمع کی ہوئی رقم بھی چلی جائے گی، پھر آئندہ ہر سال

انشورنس کی تجدید کے لئے اسے طے شدہ رقم جمع کرنی پڑے گی اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں وہ رقم بھی سوخت ہو جائے گی، ظاہر ہے کہ یہ جو ہے، لہذا جو معاملہ سود اور جو اجسی قبیح اور حرام چیزوں پر مشتمل ہو اسے شرعاً جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۲- بیمار ہونے کی صورت میں بیمہ کرانے والے کو جو اپنی جمع کردہ رقم سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے وہ اس کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نجی یا سرکاری بیمہ کمپنی کی طرف سے علاج کی یہ سہولت محض غربت و افلاس کی بنا پر نہیں ملتی، بلکہ بیمہ کرانے کے معاوضہ میں ملتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ ہر مفلس و لاچار اس سے فائدہ اٹھا سکے، بلکہ اس کے لئے بیمہ کرانا اور سالانہ فیس جمع کرنا ضروری ہے، لہذا یہ اصل جمع کی ہوئی رقم پر ایسی مشروط زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے جو سود اور قطعاً طور پر حرام ہے۔

۳- میڈیکل انشورنس کی کمپنیاں اور ادارے، خواہ نجی ہوں یا سرکاری دونوں کا حکم ایک ہوگا، اس لئے کہ معاملہ کی صورت اور طریقہ کار دونوں میں یکساں ہے۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مظلوم یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، نہ یہ تصور صحیح ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کی اکثریت تو خط افلاس سے نیچے زندگی گزارتی ہے، جب وہ اپنی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بھی وسائل زندگی سے محروم ہیں تو ان میں اتنی سکت کہاں ہے کہ وہ میڈیکل انشورنس کی فیس جمع کر سکیں اور ظاہر ہے کہ بیمہ کرانے بغیر علاج کی یہ سہولت حاصل نہیں ہو سکتی، اس لئے اس سے عوام کے اس طبقہ کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا جو امداد و اعانت کا زیادہ مستحق ہے، بلکہ اس سے یا تو مال دار طبقہ فائدہ اٹھائے گا یا حکومت کے ملازمین جن کی مالی حالت عام طور پر عوام سے بہتر ہوتی ہے اور چونکہ علاج کی ضرورت پر مظلوم یا مقررہ رقم اس فیس کا بدلہ ہے جو بیمہ کرانے کے وقت ادا کی جاتی ہے، اس لئے جمع کردہ رقم سے زائد حصہ معاوضہ سے خالی ہونے کی وجہ سے سود اور حرام ہے اور انشورنس کرانے کے سال بیمار نہ ہونے کی صورت میں چونکہ اس کی جمع کی ہوئی رقم یا

اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا، اس لئے اس پر قمار کی تعریف بھی صادق آتی ہے، لہذا یہ معاملہ از روئے شرع جائز نہیں ہو سکتا۔

۵- میڈیکل انشورنس کمپنیوں کا بنیادی مقصد اگر غریب عوام کے لئے گراں علاج کی سہولت مہیا کرنا ہے تو انہیں اسی مقصد کے لئے کام کرنا چاہئے، سوال نامہ میں مذکور صورت میں اس طبقہ کا فائدہ ہونا نظر نہیں آتا اور نہ شرعی لحاظ سے یہ صورت جائز ہے، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر اس کی کوئی متبادل صورت تلاش کی جائے تو پھر اس معاملے سے ان شرائط کو ختم کرنا ہوگا جو شرعاً اس کی صحت سے مانع ہیں، مثلاً اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے لازمی طور پر انشورنس کرانا اور اس کی مقررہ فیس ادا کرنا یا ہر بیمہ کرانے والے کو اس سہولت سے استفادہ کا حق دینا، لہذا اس کی جائز صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حکومت اس مقصد کے لئے (یعنی غریب اور متوسط طبقہ کو گراں علاج کی سہولت فراہم کرنے کے لئے) ایک فنڈ قائم کرے اور صوبائی سطح پر یا مرکزی مقامات اور شہروں میں ایسے امدادی اور رفائی ادارے قائم ہوں جو اس مقصد کے لئے کام کریں اور ملک کے متمول لوگوں سرکاری عہدہ داروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے مالکان اور خوشحال اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو ترغیب دے کہ وہ اپنی مرضی سے اس کی رکنیت قبول کریں، رکنیت کی کوئی سالانہ فیس (جس کی کم سے کم مقدار متعین ہو) مقرر کی جائے جسے تمام ارکان رضا کارانہ طور پر ادا کریں، علاج میں اس کی رعایت کی جائے کہ اس کا نصف حصہ اس ادارہ کے ممبران میں سے زیادہ سے زیادہ متوسط طبقہ کے علاج کے لئے خاص ہو اور پچاس فی صد فنڈ صرف غریبوں کے لئے خاص ہو جو نہ اس ادارہ کے رکن ہوں، نہ ان سے کوئی فیس لی گئی ہو، اور اس ادارہ کے وہ ممبران جو زیادہ مالدار ہوں وہ اپنا علاج خود کر سکتے ہیں، اس لئے انہیں علاج کی سہولت فراہم نہ کی جائے، ایسے لوگوں سے رکنیت ہی کے وقت یہ معاہدہ کرایا جائے، یہ صورت جواز کی ہو سکتی ہے کہ اس میں علاج کی سہولت حاصل کرنے کے لئے اس ادارہ کی رکنیت شرط نہیں رہی اور نہ اس کے ہر رکن کو علاج کی سہولت فراہم کی گئی، اس لئے اس فنڈ میں جمع شدہ رقم جو ممبران کے ذریعہ

آئی ہے اگر وہ ان غریب بیماروں پر خرچ ہو جو سرے سے اس کے رکن ہی نہیں ہیں تو اس کے جواز میں کوئی کلام ہی نہیں ہے، اسی طرح اگر متوسط طبقہ کے مریضوں پر خرچ ہو جو اس کے رکن ہوں اور باقاعدہ فیس ادا کی ہو تو ان کے لئے بھی استفادہ جائز ہوگا، اس لئے کہ امداد پانے کے لئے ممبری شرط نہیں رہی۔

بہر حال اس طرح کی کوئی صورت اختیار کی جاسکتی ہے جس کا جواز بے غبار ہو، البتہ حکومت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح کا ادارہ قائم کرے گی، ہاں مسلمان اجتماعی طور پر زکاۃ و صدقات، عطیات اور ان اوقاف کے ذریعہ جو اس مقصد کے لئے وقف کئے گئے ہوں اس طرح کا فلاحی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔

۶۔ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے وہاں اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے، اس لئے اضطرار اور مجبوری کی بنا پر وہاں انشورنس کرانا جائز ہوگا: "الضرورات تبیح المحظورات" اور اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا، کیونکہ ایسے ممالک میں علاج کی سہولت تمام شہریوں اور سرکاری ملازمین کے لئے ہوتی ہے، اس لئے اسے حکومت کی طرف سے امداد و تعاون اور سماجی تحفظ قرار دیا جاسکتا ہے جس کا ممکن حد تک عوام کے لئے نظم کرنا حکومت کے فرائض میں داخل ہے، اس کی ایک نظیر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ہے کہ قانونی طور پر سرکاری ملازم کی تنخواہ میں سے ایک حصہ ہر ماہ کٹتا ہے اور اس کے ساتھ سرکار اتنی ہی رقم اپنی طرف سے ملاتی ہے اور ریٹائر ہونے کے بعد وہ رقم یکمشت ملتی ہے ہمارے مفتیان کرام نے اسے حکومت کی طرف سے عطیہ و انعام اور اس کے عمل کی اجرت کا ایک حصہ قرار دے کر اس کے لینے کو جائز قرار دیا ہے (دیکھئے: انتخابات نظام الفتاویٰ ۱/ ۲۰۴)۔

## شرعی تناظر میں میڈیکل انشورنس

مفتی عبدالرحیم قاسمی ✽

۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانے والے مختلف عمر کے افراد کے لئے علاحدہ علاحدہ رقمیں طے ہوتی ہیں، مثلاً ایک لاکھ کا انشورنس دو لاکھ کا بیمہ ان رقموں کو معینہ مدت میں قسط وار ادا کرنا لازم ہوتا ہے، انشورنس کی پرییم ایک سال کے لئے ہوتی ہے اس سال کے اندر اگر بیماری ہو تو انشورنس کی رقم کی حد تک علاج کا خرچ انشورنس کمپنی فراہم کرتی ہے، سال گذر جانے پر پالیسی ختم ہو جاتی ہے اور اگلے سال کے لئے پھر پرییم دینی ہوتی ہے، پرییم کی رقم بیماری نہ ہونے کی حالت میں واپس نہیں ملتی، اسی طرح کے بیمہ کی حرمت کے متعلق حضرت مفتی تقی عثمانی دامت فیوضہم تحریر فرماتے ہیں: ”بیمے میں قمار بھی ہے اور ربا بھی، قمار اس لئے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہے جو قسطیں ادا کی گئی ہیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہے اور اس سے زیادہ بھی مل سکتی ہے اسی کو قمار کہتے ہیں اور ربا اس طرح کہ یہاں روپے کا روپے سے تبادلہ ہے اور اس میں تفاضل (زیادتی) ہے کہ بیمہ دار کی طرف سے کم رقم دی جاتی ہے اور اسے زیادہ رقم ملتی ہے“ (اسلام اور جدید معیشتہ ۱۶۱)۔ مذکورہ عبارت کی روشنی میں اس پالیسی کے تحت میڈیکل انشورنس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

۲- ادا شدہ رقم سے زیادہ وصول کی گئی رقم سود ہے۔

۳- نجی اداروں اور پرائیویٹ و پبلک بیمہ کمپنیوں کا معاملہ سود و جوئے پر مشتمل ہوگا،

لہذا یہ معاملہ جائز نہیں اور اگر ان سے انشورنس کرایا تو کیونکہ ان سے ملنے والی رقم اپنے ایک آپسی معاملہ کی بنیاد پر ہوگی جو عموماً تیار اور با محض کی حقیقت پر مشتمل ہوگی، اس لئے اس ملی ہوئی رقم میں اپنی اصل رقم سے زائد ملی ہوئی رقم کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے صدقہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنے کا حکم متوجہ ہوتا ہے (نظام التاوی ۲/۶۷۷)۔

۴۔ علماء عرب میں شیخ ابو زہرہ نے جواز اور عدم جواز کے لحاظ سے بیمہ کے دو حصے کئے

ہیں:

۱۔ بیمہ کمپنیوں سے یہ معاملہ ناجائز ہے۔

۲۔ حکومت اپنے ملازمین اور کارکنوں کے درمیان یہ نظام قائم کرے تو جائز ہے۔

(یعنی اختلاف صرف بیمہ کمپنیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہے جو بیمہ سے کاروباری

نفع کماتے ہیں، لیکن حکومت کے زیر اہتمام جو اجتماعی بیمے ہوتے ہیں ان کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، ان میں اجتماعی تعاون پایا جاتا ہے، خواہ یہ بیمے محنت کشوں کے درمیان ہوں یا دیگر ملازمین کے درمیان اسی طرح، خواہ ان کا دائرہ کار بعض گروہ تک محدود ہو یا مختلف گروہ کے لوگوں کو شامل ہو) (عقد الثامن ۵۶)۔

سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے، شیخ عبد المنعم نمر نے بیمہ کمپنیوں سے بیمہ کو ناجائز اور حکومت کی قائم کردہ تنظیموں سے جائز کہا ہے، چنانچہ عدم جواز کے بعض وجوہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں حکومت چونکہ مختلف انتظامات کے ذریعہ عوام کی نگرانی و مالی کفالت کی ذمہ دار ہے اس بنا پر حکومت کی قائم کردہ تنظیموں سے بیمہ کرنا جائز ہے: "إن الحكومة راع أكبر ومسؤولة عن رعاياها"، حکومت اور عوام کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی بڑے خاندان کا سربراہ کار افراد سے کچھ رقم جمع کرتا رہے اور حاجت و ضرورت کے وقت ان پر خرچ کرے۔

"فلکل فرد إذن من أفراد الدولة في ماليتها العامة فإذا أخذ الفرد منها مالا

فمن حقه أخذ؛ لأن الدولة المسؤولة عنه والراعية لشؤونه وهذا الاعتبار غير قائم في الشركات" (الاسلام ایشیو بیہ ۲۰۰۹)۔

(ایسی صورت میں حکومت کے خزانہ میں ہر فرد کا حق ہے جب کسی نے خزانہ سے مال لیا تو اپنا حق وصول کیا، کیونکہ حکومت ہر فرد کے حقوق کی محافظ و ذمہ دار ہے، کمپنی پر یہ نگرانی و ذمہ داری نہیں) (اسلام اور جدید دور کے مسائل ۱۸۹-۱۹۰)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: آج کل ملکی حالات کی خرابی بھی اس بات کی متقاضی ہو چکی ہے کہ جان و مال و جائیداد و املاک غرض ہر چیز کے بیمہ کرا لینے کی کھلی اجازت دے دی جائے، اس لئے کہ اس سے اگرچہ پورا تحفظ نہ ہو مگر کچھ تحفظ تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ بیمہ کرانے والے بھی قانونی اعتبار سے پورے اتریں، پھر پبلک اور پرائیویٹ بیمہ کمپنیوں کے مقابلہ میں جو بیمہ کمپنی نیشنل اور حکومت کی ہو چکی ہے ان میں بیمہ کرانا زیادہ اچھا رہے گا، اس لئے کہ حکومت قانوناً بھی پورے ملک کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے اور وہ قانوناً بھی اس ذمہ داری کو تسلیم کرتی ہے، اس لئے حکومت کی بیمہ کمپنی اپنے قانون حکومت کے اعتبار سے جو رقم اپنے بیمہ کرنے والوں کو دے گی اس رقم کا حکم وہی ہوگا جو پرائیویٹ فنڈ میں حکومت یا محکمہ اپنے قانون کے اعتبار سے خواہ کسی نام سے دے ہم اس کو عطیہ و انعام قرار دے کر اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز قرار دیتے ہیں یا ایکسیڈنٹ وغیرہ میں یا کسی جانی و مالی نقصان کے حادثہ میں جو رقم حکومت دیتی ہے اس کو ہم عطیہ شمار کرتے ہیں، اس طرح اس رقم کو بھی حکومت کے عطیہ کے قبیل سے قرار دے سکتے ہیں، پس حکومت سے ملی ہوئی اس رقم کو خواہ نیشنل بیمہ کمپنی کے ذریعہ اور واسطہ سے دے اس کو یا اس کے کسی جز کو ناجائز یا ربا وغیرہ قرار دے کر اخراج عن الملک کا حکم شرعاً نہ ہوگا (نظام الفتاویٰ ۳۶۷/۲)۔

۵۔ بیمہ کا متبادل تعاونی بیمہ ہے جس میں شرکاء اپنی اپنی مرضی سے فنڈ میں رقمیں جمع کراتے ہیں اور سال کے دوران جن جن لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا اس فنڈ سے ان کی امداد کرتے



ہیں، پھر سال کے ختم پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو حصہ رسدی واپس کر دی جاتی ہے یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے ان کے حصے کے طور پر رکھ دی جاتی ہے شرعاً اس میں کوئی اشکال نہیں اور جتنے علماء نے بیسے پر گفتگو کی ہے وہ اس کے جواز پر متفق ہیں (اسلام اور جدید معیشتہ ۱۶۱)۔

۶۔ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے ان کے بیمہ کرانے کی گنجائش ہے، فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں بیمہ میں سود بھی ہے اور جو ابھی یہ دونوں چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، بیمہ بھی ممنوع ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیمہ کرائے جان و مال کی حفاظت بھی نہ ہو سکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے (فتاویٰ محمودیہ ۲۳۰)۔

☆☆☆

## علاج و معالجہ کی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا حکم

مولانا سلطان احمد املاکی ۶۶

اس سے متعلق سوالات کے جوابات سے پہلے ایک اصولی گفتگو ضروری معلوم ہوتی ہے، اس کی روشنی میں جوابات کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے گا۔

روٹی کپڑا اور مکان کی طرح علاج بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، جس کے سلسلے میں فرد کی محنت کے ساتھ معاشرہ کا تعاون کافی نہ ہو تو اس کے تقاضوں سے عہدہ بردار ہونے کے لئے ریاست کا لازمی تعاون ہونا چاہئے، بلاشبہ آج کے دور میں رفاہی حکومتیں اس کے سلسلہ میں بہت کچھ کر رہی ہیں، لیکن ہندوستان جیسے ملکوں کے پس منظر میں جو کچھ کیا جا رہا ہے، وہ کافی سے بہت کم ہے، علاج کی شرعی حیثیت کی تفصیل میں جائے بغیر جواز کے علاوہ جو صورتیں اس کے وجود کی ہیں جس میں بیمار پڑے رہنے کی صورت میں اس کے بیوی بچوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں یا ملازم ہونے کی صورت میں متعلق مالک اور دفتر اور فرم کا نقصان لازم آتا ہو، وجوب کی ان صورتوں میں بیماری کا پالا اور علاج کا نالائقی نہیں جاسکتا، یہ علاج امیر اور غریب ہر ایک کی یکساں ضرورت ہے، بلکہ اکثر اوقات امیر سے زیادہ اس کی ضرورت غریب کے لئے ہوتی ہے، دریں حالیکہ یہی وہ طبقہ ہے جس کے لئے عام طور پر ”میڈیکل انشورنس“ کی اسکیم میں حصہ دار بننا آسان نہیں ہوتا علاج کی مجبوری سے گنجائش نہ ہوتے ہوئے بھی اگر وہ زبردستی اس اسکیم کا ممبر بنتا

ہے تو دل کی آمادگی نہ ہونے کے باعث کی دوسرے کے لئے اس کی جمع کردہ رقم سے استفادہ جائز نہیں ہوتا، اس لئے کہ حدیث رسول ﷺ میں اس کی صراحت ہے کہ:

”لا یحل مال امرء إلا بطیب نفسہ منہ“ (یعنی فی شعب الایمان بحوالہ: سلطان احمد

اصلاحی، اسلام کا تصور، ۷۸، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی)۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہی حقیقت ہے کہ علاج ایک ضرورت ہے، اور بہت سی صورتوں میں وہ غیر معمولی طور پر گراں ہے جس کے تقاضوں کی ادائیگی ”میڈیکل انشورنس“ جیسی کسی اسکیم کے ذریعہ ہی پوری کی جاسکتی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اس کی اس اسکیم میں زیادہ سے زیادہ امر اور کی شمولیت ہو، البتہ آمدنی اور حیثیت کے اعتبار سے ان کی قسطوں میں تفاوت ہو جبکہ اسکیم سے استفادے میں برابری اور مبادات کو یقینی بتایا جائے، اس تمہید کے بعد اب سوالات کے جوابات پیش ہیں:

۱- ”میڈیکل انشورنس“ (صحت بیمہ) کرایا جاسکتا ہے، البتہ چونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات سے ”حسن ظن“ ضروری ہے جس کی حدیث میں تاکید ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت سے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد:

”لا یموتن أحدکم إلا وهو یحسن بالله الظن“ (مسند احمد ۳/۳۹۰، ۳۹۱، بیروت)

مصر)۔

دوسرے موقع پر حسن ظن کو حسن عبادت کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے:

”أن حسن الظن من حسن العبادة“ (مسند احمد ۲/۲۹۷، ۳۰۳، بیروت)۔

اس لئے اس اسکیم میں شرکت آدمی دوسرے کی مدد کی نیت سے کرے، اپنے مولیٰ سے حسن ظن کے تقاضے سے بیماری محفوظ رہ کر زندگی گزارنے کا آرزو مند ہو، اللہ کے فیصلے سے اسی کا کوئی حصہ اس کی قسمت میں آجائے تو بدرجہ آخر اس اسکیم سے فائدہ اٹھالے۔

۲- اس نیت سے جو شخص اپنا صحت بیمہ کرائے اور ضرورت پڑنے پر اپنی جمع شدہ رقم سے زیادہ کا علاج کرائے تو اس کے لئے اس اضافی رقم سے استفادہ کرنا جائز ہوگا۔

۳- ”میڈیکل انشورنس“ کی اسکیم سے فائدہ اٹھانے میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے اداروں کا حکم ایک ہوگا، اور ان دونوں کے مقاصد کے جزوی فرق سے اس کے حکم میں کوئی فرق اور نہ ہوگا۔

۴- سرکار انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مطلقاً یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو امداد اور تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

۵- ضرورت کے تقاضے سے ”میڈیکل انشورنس“ کی زیر نظر صورت کو گوارا کرنے کے باوجود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا متبادل تلاش کرنا ضروری ہے، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ”آن فی المال.....سوی الزکوٰۃ“ کے اصول پر حکومت کی طرف سے خوشحال طبقے سے علاج والگ ٹیکس وصول کیا جائے، دوسری صورت میں ٹیکس کی موجودہ شرح میں ضرورت کے تقاضے سے نظر ثانی کر کے اس کے ایک حصے کو علاج کے لئے خاص کر دیا جائے، اس کے ساتھ ہی سرکاری اور نجی میڈیکل انشورنس کمپنی اسکیموں کو وسعت دے کر حسب حیثیت قسطوں میں تفاوت رکھتے ہوئے اس کے دائرے کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جائے۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے، وہاں یہ انشورنس کرایا جاسکتا ہے، ساتھ ہی ضرورت کے تحت انشورنس کی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

## ہیلتھ انشورنس کا شرعی حکم

مولانا محمد ارشد مدنی ✽

تجارتی انشورنس کی قسموں میں سے ایک قسم ”میڈیکل انشورنس“ بھی ہے، جس کے چلانے والے ادارے سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہوتے ہیں اور دونوں کے اصول و ضوابط بھی مشترک ہوتے ہیں، یہ انشورنس انفرادی طور پر فرد کے لئے اور اجتماعی طور پر خاندان یا اداروں کے لئے بھی کر لیا جاسکتا ہے، حکومت ”میڈیکل انشورنس کا شعبہ“ اس تصور کے ساتھ چلا رہی ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو سماجی تحفظ حاصل ہوگا جو حکومت کے فرائض میں سے ہے اور کمپنیاں فائدے کے حصول کے لئے چلا رہی ہیں، بعض ملکوں میں اپنے شہریوں، بلکہ دوسرے ملکوں سے آنے والوں کے لئے اس انشورنس کو لازم قرار دے دیا گیا ہے (تخصیص ماخوذ از جاری شدہ خط)۔

انشورنس موجودہ زمانے کا کوئی نیا فقہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک تاریخ ہے جس کی تفصیل کتابوں کے صفحات میں موجود ہے، علمائے اسلام اور فقہائے کرام میں اولین عالم دین اور فقیہ شیخ ابن عابدین (متوفی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء) کو اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا اور انہوں نے اپنے فتویٰ میں انشورنس اور اس کے کاروبار کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا (حاشیہ ابن عابدین ۳۷۰، ۱۷۰، پھر شیخ ابن عابدین کے بعد علماء، فقہاء اور باحثین نے اس موضوع پر گفتگو کی اور غور و خوض کے بعد بعض علماء و فقہاء نے تجارتی انشورنس کی جملہ صورتوں کو حرام ٹھہرایا، بعض نے ہر صورت کو مباح و جائز

قراردیا، بعض نے میانہ روی اختیار کی اور کچھ صورتوں کو مباح و جائز اور کچھ صورتوں کو ممنوع قرار دیا، بعض نے اس کے متعلق گفتگو نہ کر کے توقف اختیار کرنے کو بہتر سمجھا۔

### انشورنس کا مفہوم:

انشورنس کا لغوی معنی: انشورنس عربی لفظ ”التأمين“ اور اردو لفظ ”بیمہ“ کا انگریزی ترجمہ ہے، جس کے معنی لغت میں یقین دہانی اور تحفظ و ضمانت کرنے کو کہتے ہیں۔ شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری لکھتے ہیں کہ کمپنی چونکہ بیمہ کرانے والوں کو مستقبل کے بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کر دیتی ہے، اس لئے اس سے انشورنس (Insurance) کمپنی کہتے ہیں (بیمہ انشورنس) کی شرعی حیثیت اسلام کی نظر میں (۷۷)۔

انشورنس کا اصطلاحی مفہوم: علماء نے انشورنس کی متعدد تعریفیں کی ہیں، ”مصری“ قانون مدنی کی دفعہ (747) میں انشورنس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے تحفظ دینے والے پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو جس نے پالیسی خریدی ہے، یا وہ مستفید جس کی خاطر یہ پالیسی خریدی گئی ہے کو ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ حادثہ یا معاہدہ میں بیان کردہ نقصان کے پہنچنے کی صورت میں بیمہ دار کی طرف سے تحفظ فراہم کرنے والے کو ادا کر دے قسط یا کسی دوسری مالی ادائیگی کی نسبت سے ادا کرے (تعم لشریعہ الاسلامیہ فی عقود التامین (اردو نسخہ) ۱۶۱)۔

”اردن“ کے سول قانون کی دفعہ (920) میں انشورنس کی تعریف معمولی اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں آئی ہے کہ انشورنس ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی رو سے تحفظ فراہم کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ بیمہ دار کو یا اس مستفید کو جس نے اپنے فائدہ کے لئے انشورنس کی شرط لگائی ہے، ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ بیمہ دار کے حادثہ سے دوچار

ہونے کی صورت میں یا اسے معاہدہ کے اندر مذکور خطرات کے لاحق ہونے کی صورت میں ادا کرے جب کہ قبل ازیں بیمہ دار نے تحفظ فراہم کرنے والے کو اس کے بالمقابل ایک متعین رقم یا متعین قسط میں مالی ادائیگی کر دی ہو (لمذکورۃ الايضاحیۃ لقانون المدنی الاردنی ۲۳/۶۱۵)۔

انشورنس کی مذکورہ دونوں تعریفوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص جسے بیمہ دار یا پالیسی خریدنے والا کہا جاتا ہے، وہ ایک اور شخص سے معاہدہ کرتا ہے جسے تحفظ فراہم کرنے والا کہتے ہیں (اور اکثر اوقات ایسا معاہدہ کرنے والی شراکتی کمپنی ہوتی ہے) اس شرط پر کہ پہلا شخص اس کمپنی کو قسط واریا یکمشت ایک مخصوص رقم ادا کرے جس کے مقابلے کمپنی یہ ذمہ داری لے گی کہ وہ خود اسے یا اس شخص کو جسے یہ متعین و نامزد کر دے (جسے مستفید کہا جاتا ہے) حادثہ سے دوچار ہونے یا معاہدہ کے اندر مذکور خطرات کے لاحق ہونے کی صورت میں ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ ادا کرے گی۔

انشورنس کی مذکورہ تعریفات و تشریحات سے اس کے تین بنیادی عناصر کا علم ہوتا ہے جن کے بغیر انشورنس کا تحقق نہیں ہو سکتا اور وہ عناصر شارحین قانون کی صراحت کے مطابق یہ ہیں: خطرہ جسے تحفظ دیا جاتا ہے، انشورنس کی رقم، اور اس کی قسط۔

بہر حال ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے سودی کاروبار کرنا اور سود لیکنا و دینا جائز نہیں ہے اور چونکہ انشورنس چاہے وہ ”لائف انشورنس“ ہو یا ”میڈیکل انشورنس“ یا کوئی دوسرا انشورنس ایک سودی کاروبار کا نام ہے، لہذا ہمارے نزدیک حرام ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ اسے پرہیز کریں۔

میڈیکل انشورنس میں جمع کردہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونے کا حکم:

گذشتہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ ہمارے نزدیک میڈیکل انشورنس کرنا حرام

ہے، لہذا صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے اس کا یہ مستفید ہونا بھی ہمارے نزدیک ازروئے شرع ناجائز و حرام ہے، اس لئے کہ صحت بیمہ کرانے والا شخص جس کا روباہ کی زیادہ مالیت سے مستفید ہوتا ہے وہ کاروبار ہی ازروئے شرع درست نہیں ہے، لہذا زیادہ مالیت سے مستفید ہونا کیونکر درست ہوگا، نیز زیادہ مالیت سود ہے جو حرام ہے۔

### سرکاری ونجی انشورنس اداروں سے فائدہ اٹھانے کا حکم:

سرکاری ونجی اداروں میں مقصد کا جو فرق ذکر کیا گیا ہے اس کی بنیاد پر ”سرکاری میڈیکل انشورنس“ کے ادارے سے فائدہ اٹھانے کا حکم دوسرے اداروں سے مختلف نہیں ہوگا، بلکہ دونوں کا حکم ایک ہوگا، اس لئے کہ دونوں کے کاروبار کے اصول و ضوابط اور طریقہ یکساں ہیں ازروئے شرع جو قباحتیں نجی انشورنس اداروں میں پائی جاتی ہیں وہ قباحتیں سرکاری انشورنس اداروں میں بھی پائی جاتی ہیں، عوام کو سماجی تحفظ فراہم کرنا یہ تو حکومت کی ذمہ داری اور اس کا فریضہ ہے جو انشورنس اداروں کی وساطت سے کبھی بھی انجام نہیں دیا جاسکتا، اور نہ ہی انجام دیا جاتا ہے، کیونکہ جو بھی سرکاری انشورنس ادارے ہوتے ہیں وہ انہی عوام کو حادثات سے دوچار ہونے کی صورت میں اضافی مالیت سے مستفید کرتے ہیں جو بیمہ دار ہوتے ہیں کوئی ایک بھی مثال آج تک اس طرح کی سامنے نہیں آئی ہے کہ کسی بھی سرکاری انشورنس ادارے نے کسی ایسے شخص کے ساتھ مالی تعاون کیا ہو جو اس کا بیمہ دار نہ ہو، لہذا ہمارے نزدیک سرکاری ونجی اداروں میں بظاہر مقصد کا جو بھی فرق رکھا گیا ہو، دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔

### انشورنس اداروں کی رقم کو امداد و تعاون کا درجہ دینا:

سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری



فرماتے ہیں کہ ”خود کمپنی اس کو آمد اور اعانت اور احسان و تبرع سمجھ کر نہیں، بلکہ بیمہ دار کا اپنے اوپر لازمی و واجب حق سمجھ کر دیتی ہے، محض کسی کے قرض لینے سے ضروری چیز غیر ضروری اور غیر ضروری چیز ضروری ہو جایا کرے تو ضروری اور غیر ضروری کا ضابطہ اور فرق ختم ہو جائے گا، نیز تبرع و احسان اور حسن سلوک مشروط نہیں ہوا کرتا، اور کمپنی اپنے قواعد و ضوابط کے مطابق اس رقم کے دینے کی شرط کر لیتی ہے اور اس شرط کے مطابق ادائیگی کی قانوناً پابند ہوتی ہے (بیمہ انشورنس) کی شرعی حیثیت اسلام کی نظر میں (۲۸)۔“

### انشورنس کی لعنت سے بچنے کی متبادل صورت:

چونکہ ہماری نگاہ میں ”میڈیکل انشورنس“ کی صورت و شکل جائز نہیں ہے، اس بنا پر ہمارا کہنا ہے کہ اس لعنت سے محفوظ رہنے کے لئے ملکی، صوبائی، ضلعی، شہری و قصبائی اور مقامی شکل میں مسلم رفاہی تنظیمیں بلا اختلاف مسلک و مذہب قائم کی جائیں، ان تمام تنظیموں کے مابین روابط قائم ہوں، مقامی اور شہری و قصبائی شکل کی تنظیمیں ضلعی تنظیموں کے، ضلعی تنظیمیں صوبائی تنظیموں کے اور صوبائی تنظیمیں ملکی و مرکزی تنظیم کے ماتحت ہوں، ملک کے تمام روساء و اغنیاء، تجار، اصحاب مال، اصحاب دکان اور کمانے والے لوگوں کو ان تنظیموں سے جوڑا جائے اور غریب سے غریب مسلم فرد و گھر پر بھی لازم قرار دیا جائے کہ کم از کم ایک روپیہ وہ ہر مہینہ اپنی قریبی تنظیم کو ادا کیا کرے، یقیناً اس طرح سے رفاہی تنظیموں کے پاس کثیر رقم ہر وقت جمع رہا کرے گی، جن کو صرف ان غریب اور نادار مسلمانوں پر خرچ کیا جائے جو بیمار پڑنے پر علاج و معالجہ کے اخراجات کو خود برداشت کرنے سے قاصر ہوں، اس طور پر غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم ہو سکتی ہے اور ”میڈیکل انشورنس“ کی لعنت سے بھی محفوظ رہا اور رکھا جاسکتا ہے۔

### میڈیکل انشورنس کرنا لازمی ہو تو اس کا حکم:

جن ممالک میں ”میڈیکل انشورنس“ وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے

لازم کر دیا گیا ہے ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرنا اضطراری حالت یا فقیہی قاعدہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت آسکتا ہے، لیکن واضح رہے کہ اضطراری حالت میں اس کو جائز قرار دینے کا قیاس صحیح نہیں ہے، مشہور عالم دین مفتی حبیب الرحمن فیضی اپنے ایک استفتاء کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ مجوزین بیمہ کا یہ کہنا کہ اضطراری حالت میں جائز ہے تو یہ قیاس صحیح نہیں ہے، بلکہ صریح غلط فارق و فاسد ہے، کیونکہ خنزیر اور مہیتہ میں اضطرار کا ذکر موجود ہے اور سود و ربا کے بیان میں حالت اضطرار کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں ہے اور جو اشیاء محرمات سے ہیں، حالت اضطراری میں قدر قلیل بطور قوت لایموت رکھی گئی ہیں، سود میں ہرگز یہ صورت جائز نہیں ہے، نیز یہ کہ اشیاء محرمہ جو حالت اضطرار میں جائز ہیں ان کی مقدار نہایت قلیل ہے تو سود جب بحالت اضطرار بالفرض جائز بھی ہو تو اس کی مقدار بھی نہایت قلیل ہوگی، حالانکہ یہ عرفاً ممکن نہیں ہے، اس لئے بیمہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے (مجلد المسان، اکتوبر ۱۹۹۷ء)۔

اور فقیہی قاعدہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت بیمہ کو جائز قرار دینے کے متعلق مفتی موصوف رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "واضح ہو کہ یہ اصول اشیاء غیر منصوص میں اگر چل سکتا ہے تو اشیاء منصوص میں ہرگز جائز نہ ہوگا، اگر اسی طرح ضرورت کی بنا پر ناجائز کو جائز قرار دیا جاتا ہے تو کوئی چیز ناجائز باقی نہیں رہے گی، خواہ وہ منصوص ہو یا غیر منصوص" (حوالہ مذکور)۔

لہذا اس ملک کے مسلم شہریوں کو جس ملک میں وہاں کے شہریوں کے لئے "میڈیکل انشورنس" کرانا لازم کر دیا گیا ہے، اس قانون کے خلاف اعتدال اور مثبت انداز میں آواز اٹھانی چاہئے یا کم از کم مسلمانوں سے اس طرح کے قانون کی پابندی کرانے کو ختم کرانے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن اس کے باوجود اگر نجات کی کوئی سہیل نظر نہ آئے تو قانونی مجبوری کے تحت (حکومت کے امر کی خلاف وزری سے بچتے ہوئے) "میڈیکل انشورنس" کر سکتا ہے، اور اس وقت یہاں "ارتکاب اھون الضررین" کا قاعدہ جاری ہو سکتا ہے (الاشاہ والنظار، از سیوٹی، ۸۷، الاشاہ

وانظاکر، ازہبن الوکیل ۲/۱۶۰)۔

البتہ بیمار پر جائیں تو افضل واحوط یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کی طرف سے دی جانے والی سہولت (سود) سے اجتناب کریں، لیکن اگر اس سہولت سے مستفید ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ علاج ومعالجہ کے لئے نظر نہ آئے تو پھر اس سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

## صحت بیمہ

مولانا محمد ارشد فاروقی ☆

۱- میڈیکل انشورنس کرانے کا کیا حکم ہے؟

عمومی احوال میں صحت بیمہ کرانا شرعی اصولوں کے خلاف ہے، اس لئے ناجائز ہے، صحت بیمہ کے عقد کا تجزیہ کیا جائے تو یہ کئی ممنوع چیزوں پر مشتمل ہے:

۱- عاقد کی مستقبل میں بیماری موہوم ہے جو تقاضائے عقد کے خلاف ہے۔

۲- عاقد کے بیمار ہونے کی صورت میں جمع کی گئی رقم سے اگر زائد صرفہ علاج پر آتا ہے تو یہ سود ہے اور اگر عاقد بیمار نہیں ہو تو جمع شدہ رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا، یہ میسر و جوا ہے، اس کے علاوہ اس عقد میں دھوکہ بھی ہے تو سود میسر و غیر پائے جانے کے باعث صحت بیمہ کی اجازت عمومی احوال میں نہیں دی جاسکتی، جہاں تک بات باہمی تعاون اور جذبہ خیر کی کی جاتی ہے تو اول اس کے ذرائع و تدابیر پر جواز کے حدود بہت ہیں، ورنہ نفس نفع کا پایا جانا تو میسر میں بھی ہے:

﴿اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾۔

۲- صحت بیمہ کرانے والے علاج کی صورت میں کمپنی کی زائد رقم استعمال کرتا ہے تو کیا حکم ہے؟

پہلے سوال کے جواب زائد رقم کو سود تسلیم کیا گیا ہے، اس لئے استعمال درست نہیں،

لیکن اگر عاقد کا مرض مہلک ہے اور اس زائد رقم کے علاوہ علاج کی کوئی صورت نہیں ہے تو بوجہ ضرورت بقدر ضرورت اس رقم زائد سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب گنجائش ہو تو زائد استعمال شدہ رقم واپس کر دے، واپسی میں دشواری ہو تو صدقہ کر دے۔

### ۳- سرکاری و نجی صحت بیمہ اداروں میں کیا فرق ہے؟

دونوں اداروں کے طریقہ کار ایک ہیں، اس لئے دونوں کا حکم بھی ایک ہے، اگر سرکاری ادارے کی بابت یہ کہا جائے کہ زائد رقم سرکاری عطیہ و تعاون ہے تو بیمار نہ ہونے کی صورت میں جو اصل رقم سوخت ہو جاتی ہے اس کی تاویل کیا ہوگی؟ اس لئے میسر و غرر کی بنیاد پر سرکاری ادارے سے صحت بیمہ کرانا ناجائز ہوگا۔

### ۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے؟

سرکاری ادارہ جو علاج کی ضرورت پر زائد رقم دیتا ہے اس کو تعاون نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ تعاون کی تعریف صادق نہیں آتی یہ زائد رقم ایک ایسے عقد کے نتیجے میں مل رہی ہے جو سو و غرر پر مشتمل ہے، البتہ وقت ضرورت بقدر ضرورت استعمال کی اجازت ہوگی۔

### ۵- میڈیکل انشورنس کا شرعی متبادل کیا ہے؟

اگر اسلامی نظام کا قیام ہوتا ہے تو بیت المال مریضوں کا علاج کرنے کا نظم عدم استطاعت کی صورت میں کرے گا۔

ہندوستان جیسے ملک میں باہمی تعاون کے ذریعہ یہ کام انجام پائے گا جس کی مختلف صورتیں ہیں، ہر گاؤں اور ہر شہر کے اصحاب خیر ضرورت مندوں کے علاج کے لئے ایک فنڈ مختص کریں، باہمی تعاون سے معیاری ہسپتال بنائے جائیں جن میں ضرورت مندوں کا علاج مفت

کیا جائے اور با حیثیت لوگوں کے علاج سے جو فائدہ ہو اس کو خیر یوں کے علاج معالجہ پر خرچ کیا جائے۔

ایک شہر کے لوگ چٹ فنڈ کے ذریعہ ہر وقت خطیر رقم جمع رکھ سکتے ہیں کوئی بیمار پڑ جائے تو اس کے علاج پر یکمشت رقم لگائی جاسکے اور پھر ہر ممبر کو جمع کی ہوئی رقم ویرسویر واپس ہو جائے۔

۶۔ جن ممالک نے میڈیکل انشورنس کو لازمی قرار دیا ہے وہاں جانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

جن ملکوں نے داخل ہونے والے کے لئے صحت بیمہ کرنا ضروری قرار دیا ہے وہاں جانے والوں کے لئے صحت بیمہ کرنا ضرورت شرعی کی بنیاد پر درست ہوگا اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت زائد رقم کا استعمال بھی درست ہوگا، البتہ اگر ان ملکوں میں داخل ہونے والے با حیثیت و با اثر ہوں تو اس نظام کو بدلنے کا مشورہ حکمرانوں کو ضرور دیں۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس کی شرعی حیثیت

منشی اقبال احمد ٹانگی ☆

۱- ”میڈیکل انشورنس“ اپنی ہیئت کے اعتبار سے ایک تعاونی بیمہ ہے، تعاونی بیمہ کے جواز پر تقریباً فقہاء کا اتفاق ہے، اور یہ عقد تبرع کی ایک قسم ہے جس کا مقصد اصلی نقصانات کی تقسیم اور مصیبت زدہ کے راحت رسانی میں اشتراک ہے، اس کے لئے جو لوگ رقومات جمع کر کے حصہ دار بنتے ہیں وہ نقصان رسیدہ شخص کے معاون ثابت ہوتے ہیں، تعاونی بیمہ گروہ کا مقصد نہ تجارت ہوتا ہے نہ دوسروں کے مال سے حصول نفع، بلکہ اپنے درمیان نقصانات کی تقسیم اور اس کی تلافی مقصود ہوتی ہے اس میں جو کمی ہوتی ہے وہ کمپنی یا حکومت اس کو پورا کرتی ہے، تعاونی بیمہ میں ”رباء الفضل“ اور ”ربا النسیئہ“ بھی نہیں ہوتا، رہا غرر و خطرہ کہ نہ معلوم اس کا فائدہ کس کو پہنچے؟ تو یہ اس لئے جواز میں مضرت نہیں کہ غرران معاملات میں ممنوع ہے جن میں دونوں طرف سے عوض یا قرض کا تبادلہ ہو، تبرعات میں غرر سے کوئی نقصان نہیں، اور یہاں یہ عقد تبرع ہی ہے۔ ”الجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ“ کے فقہی فیصلوں منعقدہ ۱۰ شعبان ۱۳۹۸ھ میں اس کے یعنی تعاونی بیمہ کے جواز پر علماء کا اتفاق ہو چکا ہے (فقہی فیصلے ۳۸)۔

۲- علاج معالجہ کے معاملہ میں شریعت نے ممنوعات و محرمات کے ارتکاب کے لئے چک رکھی ہے اور انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی صحت کے بچاؤ کے لئے بہت سے مواقع میں ناجائز چیزوں کو جائز رکھا گیا ہے، مثلاً سونے کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے، لیکن دانتوں کی

بیماری میں سونے کے تاروں سے دانت باندھنے کی اجازت ہے، اسی طرح ریشمی کپڑا منع ہے لیکن خارش کی وجہ سے اس کو پہننے کی اجازت ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیمار کے لئے خون و پیٹاب کا پینا اور مردار کا کھانا ازراہ علاج جائز ہے، بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفا یابی کی اطلاع دی ہو، اور جائز چیزوں میں اس کا کوئی بدل نہ ہو، یہی مالکیہ اور حنابلہ کا قول ہے (سارف السنن ۳۷۹، ۳۷۸، ۳۷۷، ۳۷۶، ۳۷۵، ۳۷۴)۔

علاج کے معاملہ میں شریعت کی نرم روش کا بھی تقاضا ہے کہ میڈیکل انشورنس میں اگر خرابی بھی ہے، لیکن علاج میں یہ طریقہ مشکل کو آسان بناتا ہے تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہئے۔

۳- موجودہ دور میں جبکہ مسلمانوں کے مجموعی حالات اور ضروریات کی بنا پر بہت سی چیزوں میں ضرورتاً جواز نکالا جا رہا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مطلق بیمہ کے جواز کے فیصلے تک کئے جا چکے ہیں، ایسی صورت حال میں میڈیکل انشورنس (جس کو تعاونی بیمہ کی قسم مانا جاتا ہے) اگر تعاونی بیمہ نہ بھی ہو تو حاجت و ضرورت کے درجہ میں ہونے کی وجہ سے جواز کا حکم پانے کا مستحق ہے۔

امام محمدؒ کی تصریح کے مطابق ایسے ملک میں جو اصلاً ”دار الحرب“ ہو، لیکن اہل اسلام سے اس کی مصالحت ہو گویا اس کی حیثیت ”دار المعاہدہ“ کی ہو جائے تو ان سے عقود فاسدہ کے ذریعہ مال و نفع کا حصول مسلمان کے لئے جائز ہے۔

”قلو أن أهل دار من دار الحرب وادعوا أهل الإسلام فدخل إليهم مسلم وبايعهم بالدرهمين لم يكن بذلك بأس؛ لأن بالموادعة لم تصر دارهم دار الإسلام“ (شرح الکبیر ۳، ۱۳۹۳)۔

(اگر دار الحرب کے لوگ اہل اسلام سے صلح کر لیں پھر کوئی مسلمان ان کے ملک میں جائے اور دو درہم کے بدلے ایک درہم خرید کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ مصالحت کی وجہ سے ان کا ملک دارالاسلام نہیں بن جاتا)۔



خلاصہ یہ کہ ”میڈیکل انشورنس“ اولاً ممنوع بیمہ کے تحت داخل نہیں، ثانیاً علاج معالجہ میں بہت سی ممنوعات حد جواز میں آجاتی ہیں، ثالثاً میڈیکل انشورنس اگر ممنوع بیمہ کی ایک قسم ہو تو بھی ہندوستانی سماج میں بر بنائے حاجت و ضرورت اس کی گنجائش ہوگی۔

لہذا موجودہ حالات میں مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں میڈیکل انشورنس جائز ہے، اس اصل حکم کے بعد باقی جزئیات کا حکم نمبر وار حسب ذیل ہے:

۱- میڈیکل انشورنس کے جواز میں یہ تفصیل ہے کہ وہ غیر مستطیع حضرات جو علاج کی حیثیت نہیں رکھتے ان کے لئے بر بنائے حاجت میڈیکل انشورنس کرانا تو جائز ہے، مستطیع اور باحیثیت لوگوں کے لئے جواز اس وقت ممکن ہے جب اس کو تعاونی بیمہ کی ایک قسم تسلیم کر لیا جائے، ورنہ اس کا جواز ضرورت تک محدود رہے گا۔

۲- جن کے لئے میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہے ان کے لئے اس کے نتیجے میں علاج سے مستفید ہونا بھی جائز ہے۔

۳- ضرورت مند کا مقصد میڈیکل انشورنس کرنا اگر علاج کی سہولت حاصل کرنا ہے، کمپنیوں کے مقاصد کے اختلاف سے انشورنس کرانے والے کے لئے حکم نہ بدلے گا اور ”الامور بمقاصدھا“ کی بنا پر خود کمپنیوں کی نیت کے اعتبار سے کمپنی جائز یا ناجائز کام کی مرتکب کہلائے گی محض نفع خوری کی نیت ہوگی تو بیمہ کا یہ کاروبار حرام ہوگا، ورنہ جائز رہے گا۔

۴- سرکاری یا غیر سرکاری ادارے علاج کے لئے مریض پر اس کی جمع سے زائد رقم جو خرچ کرتے ہیں یہ ادارہ کی طرف سے مریض کا تعاون ہے، اس لئے جائز ہے۔

۵- میڈیکل انشورنس کی موجودہ شکل بھی تعاونی بیمہ ہونے کے باعث حد جواز میں ہے، لیکن جو بالکل غریب افراد ہیں ان کے لئے استفادہ کی اس میں کوئی راہ نہیں، یعنی جو انشورنس کرانے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے وہ علاج سے بھی محروم ہیں، اس لئے ایسے غریب افراد کے لئے بھی اسکیم میں کوئی ترتیب بنانی چاہئے، یا کم از کم مخصوص فنڈ اور صدقات و خیرات کا ایک

حصہ اس میں فراہم کر کے غریبوں کے لئے گراں علاج کی سہولت فراہم کرنی چاہئے تاکہ اصل مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

۶- ”جبری انشورنس“ میں انسان مجبور ہے اس میں مجبوری کے تحت آنے والے افراد تو معذور ہی ہیں، لیکن جبکہ انشورنس کرنا ہی جائز ہے تو مجبور و غیر مجبور سب کے لئے گنجائش ہے، اور گراں علاج سے بچنے کی سہولت کا فائدہ اٹھانا بھی جائز ہے، خصوصاً حاجت مند افراد کے لئے جواز واضح ہے۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس اور اس کا شرعی حکم

مفتی سعید الرحمن نقوی ✽

میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) سے متعلق بھیجے گئے سوالات کے جوابات بالترتیب قلم بند کئے جا رہے ہیں:

۱- عام حالات میں میڈیکل انشورنس کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے اس لئے کہ یہ قمار (جو) سود اور غرر پر مشتمل ہے اور یہ تینوں چیزیں شریعت اسلامیہ کی نظر میں ناجائز و حرام ہیں۔ اس میں قمار (جو) اس طور پر حرام ہے کہ پالیسی ہولڈر ایک موہوم بیماری کے علاج و معالجہ کے لئے ایک متعین رقم جمع کرتا ہے اگر وہ اس مدت متعینہ کے اندر بیمار نہیں پڑتا ہے تو پالیسی ہولڈر کو اس کی جمع شدہ رقم واپس نہیں ملتی ہے اور یہی قمار ہے اور اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ  
مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ﴾ (سورہ مائدہ: ۹۰)۔

(اے ایمان والو! شراب، جو اچھا کے بت اور جوئے کے تیر یہ سب شیطان کے گندے اعمال ہیں، لہذا تم ان سے پرہیز کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ)۔

اور اس پالیسی کے اختیار کرنے میں سود اس طور پر ہے کہ جو رقم جمع کی جاتی ہے بیمار پڑنے پر اس سے زیادہ رقم کے ذریعہ علاج و معالجہ کرانے کا معاہدہ ہوتا ہے اور یہی سود ہے، اس

لئے کہ زائد رقم سے جو استفادہ کیا جائے گا وہ خالی عن العوض ہے اور اس کی حرمت بھی نص قطعی سے ثابت ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أحل الله البيع وحرم الربا﴾ (سورہ بقرہ ۲۷۵)۔

(اللہ رب العزت نے خرید و فروخت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام)۔

اور اس پالیسی میں غرر (دھوکہ) یہ ہے کہ یہ معاملہ و معاہدہ امکانی خطرے کے پیش نظر ہوتا ہے جو موہوم ہے یعنی فی الواقع پیش آ بھی سکتا ہے، اور نہیں بھی آ سکتا ہے اور اسی کا نام غرر ہے جس کی ممانعت حدیث شریف سے بالکل واضح ہے۔

”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصة وعن بیع الغرر“ (صحیح مسلم)۔

(رسول اللہ ﷺ نے کنکری کے ذریعہ بیع اور غرر کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

۲-۳-۴- اگر کسی شخص نے بیمہ کر لیا ہے تو وہ اپنی جمع شدہ رقم ہی سے استفادہ کر سکتا ہے اس سے زائد رقم سے استفادہ اس کے لئے جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ سود ہے، اور سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ اس کو اپنے ذاتی کسی بھی مصرف میں اس کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں، بلکہ بلانیت ثواب صدقہ کرنا ہوگا، اور اس کی نظیر کتب فقہ کا وہ جز سہ ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ قرض دے کر اس سے زائد رقم لینے کو ربا قرار دیا ہے۔

”کل قرض جر نفعاً فهو ربا“ (الدر المختار)۔

لیکن اگر بیمہ کرانے والا ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا کہ جس کے علاج و معالجہ پر خطیر رقم صرف ہوگی جس کے لئے اس کی جمع شدہ رقم ناکافی ہے اور علاج کرانے کے لئے اسے کوئی قرض دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے اور علاج نہیں کر لیا گیا تو جان کی بلاکت کا ظن غالب ہے تو ایسی صورت میں بدرجہ مجبوری اس کے لئے اس اضافی رقم سے استفادہ جائز ہونا چاہئے جس طرح سے کہ مضطر کے لئے جان بچانے کی خاطر مردار اور خنزیر کے گوشت کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے، البتہ صحت یابی کے بعد جو اضافی رقم صرف ہوئی ہے اس کی واپسی لازم

ضروری ہوگی۔

واضح رہے کہ مذکورہ جواب اس صورت میں ہے جب کہ غیر سرکاری ادارہ سے صحت بیمہ کر رہا ہو اور اگر سرکاری ادارہ سے کر لیا ہو تو رقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اضافی رقم سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس صورت میں اضافی رقم سرکار کی جانب سے امداد و تعاون سمجھا جائے گا، کیونکہ ملک کے ہر شہری کو تحفظ دینا اور بوقت ضرورت اس کی امداد و راحت رسائی کے کام انجام دینا سرکار کی ذمہ داری ہے۔

۵- اس کی شرعی اور جائز متبادل صورت یہ ہے کہ جہاں امارت شرعیہ قائم ہے اور وہاں بیت المال کا نظام ہے تمام مسلمان اس میں اپنی زکاۃ، عشر و دیگر صدقات واجبہ کی رقم جمع کریں اور وہاں سے ایسے مریضوں کا علاج کر لیا جائے اور جہاں یہ نظام قائم نہ ہو وہاں صوبائی یا ضلعی یا محلہ کی سطح پر اجتماعی طور پر زکاۃ و دیگر صدقات واجبہ کی رقم جمع کی جائے اور وہاں سے مریضوں کی امداد ہو۔

واضح رہے کہ اس تنظیم کا ذمہ دار ایسے افراد کو بنایا جائے جو متدین، امانت دار اور پابند شرع ہوں تاکہ رقم صحیح مصرف میں صرف ہو۔

۶- جن ملکوں میں وہاں کے باشندوں کے لئے صحت بیمہ کروانا لازم و ضروری ہے، وہاں بدرجہ مجبوری اس کے لئے صحت بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہوگی، اس لئے اصول فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے:

”الضرورات تبیح المحظورات“ (الاشاہ والنظار)۔

(مجبوریاں ممنوعات کو جائز قرار دیتی ہیں)۔

البتہ اضافی رقم سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں وہی تفصیل ہے جو جواب نمبر ۲، ۳، ۴ میں تحریر کی گئی ہے۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس

مولانا محمد ابرار رضا ندوی

تمہید:

ماحولیاتی عدم توازن، غذائی اشیاء میں ملاوٹ، اخلاقی زوال، دل و دماغ کو نقصان پہنچانے والے مشروبات و ماکولات کا استعمال، صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری اصول و ضوابط کی عدم رعایت کی وجہ سے ایڈز و کینسر اور اس جیسے دیگر مہلک و سنگین امراض پیدا ہوتے جا رہے ہیں، تو وہیں دوسری طرف میڈیکل سائنس نے بھی حیرت انگیز حد تک ترقی کی ہے، اور طبی تحقیقات کے ذریعہ مہلک و پیچیدہ ترین امراض کا علاج دریافت کر لیا گیا ہے، البتہ بعض نئے امراض کے علاج تک میڈیکل سائنس کی ابھی رسائی نہیں ہو پائی ہے، لیکن تحقیق و ریسرچ کا کام جاری ہے، اور انشاء اللہ ایک دن وہ ضرور آئے گا کہ ان امراض کا علاج دریافت کر لیا جائے گا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”ہر مرض کی دوا موجود ہے“ (المستدرک للحاکم مع التلخیص للہیجری ۲/۴۰۰، کتاب الطب، دار المعرفہ بیروت)۔

جدید میڈیکل سائنس نے ان پیچیدہ و سنگین امراض کا علاج تو دریافت کر لیا ہے، مگر جدید طبی ذرائع و وسائل سے علاج اتنا گراں ہے کہ عام و متوسط آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، کسی فرد یا بینک سے سودی قرض لئے بغیر علاج کرانا مشکل ہے، کیونکہ آج انسانی جذبہ تعاون مفقود

ہے، اس لئے حکومت نے ”میڈیکل انشورنس“ (صحت بیمہ) کا پروگرام شروع کیا ہے، تاکہ علاج و معالجہ آسان ہو سکے۔

حکومت ہند کا انشورنس کا مرکزی ادارہ ”جنرل انشورنس کارپوریشن آف انڈیا“ ہے، جس کا ایک شعبہ ”میڈیکل انشورنس“ کا ہے، اور اس شعبہ کو مذکورہ ادارہ کی زیر نگرانی چار ذیلی ادارے چلا رہے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- یونائیٹڈ انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

۲- اورینٹل انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

۳- نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

۴- نیو انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹیڈ۔

مذکورہ چاروں اداروں کے اصول و ضوابط تقریباً یکساں ہیں۔

### میڈیکل انشورنس ایک تعارف:

انشورنس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف عمر کے افراد کے لئے الگ الگ انشورنس کی رقم متعین ہوتی ہے، اور ہر سال قسط کی شکل میں ایک متعین رقم جمع کرنی ہوتی ہے، اور اس سال کسی پیچیدہ بیماری میں مبتلا ہونے پر داخل اسپتال شخص کا علاج کمپنی برداشت کرتی ہے، (جس رقم کی زیادہ سے زیادہ حد معاملہ کے وقت متعین ہوتی ہے اس سے علاج کر لیا جاتا ہے) اور اس سال بیمار نہ ہونے کی صورت میں جمع کی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی ہے، پھر اگلے سال کے لئے مقرر قسط جمع کرنی ہوتی ہے۔

نیز سرکاری انشورنس کمپنیوں کے علاوہ کچھ پرائیویٹ کمپنیاں مثلاً ٹاٹا کی AIG کمپنی، ICICI بینک، HDFC بینک وغیرہ کمپنیاں بھی میڈیکل انشورنس کر رہی ہیں، البتہ ان کا مقصد نفع اندوزی ہے، اس لئے ان کی پالیسی بڑی جاذب نظر و لبھانے والی ہے، لیکن ان کی شرائط زیادہ سخت ہیں۔

### میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم:

سرکاری میڈیکل انشورنس کمپنیوں کا مقصد سماجی خدمت، اور پرائیویٹ کمپنیوں کا مقصد نفع اندوزی ہے، لیکن یہاں اس سے بحث نہیں ہے، مقاصد کچھ بھی ہوں اس سے عام لوگوں کو علاج و معالجہ کی سہولت حاصل ہے، بعض امراض کے لئے اتنا پیسہ درکار ہوتا ہے کہ ایک ایسے اسپتال میں جہاں علاج کے لئے تمام سہولیات مہیا ہوں، ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ وہ اپنا علاج وہاں کرا سکے، لیکن صحت انشورنس کے ذریعہ یہ چیز آسان ہے کہ آدمی صحت کی حالت میں تھوڑی تھوڑی رقم منتطوں میں جمع کرتا رہے اور بیمار ہونے پر اس سے فائدہ اٹھائے۔

سوشل سیکورٹی و سماجی خدمت و تحفظ یہ ایک خوشناما عنوان ہے، ورنہ عملی طور پر اس کا جائزہ بتاتا ہے کہ حکومت کا مقصد خدمت نہیں ہے، اگر مقصد خدمت ہوتا تو غربا اور متوسط طبقے کے وہ افراد جو اپنا علاج کرانے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں حکومت ان کا بالکل مفت علاج کراتی، اور صحت بیمہ کرانے والوں کو بیمار نہ ہونے کی صورت میں پیسہ واپس کرتی۔

### میڈیکل انشورنس کے عدم جواز کے کئی اسباب ہیں:

#### پہلا سبب:

اس میں غرر کثیر پایا جاتا ہے، وہ اس طور پر کہ انشورنس مستقبل میں پیش آنے والی امکانی بیماری پر ہو رہا ہے اور بیماری کا پیش آنا غیر یقینی و موہوم ہے، اور پیش نہ آنے کی صورت میں اس کی جمع شدہ رقم بلا عوض چلی جائے گی، غرض غرر کثیر انشورنس کا جز لاینفک ہے، اور معاملات میں غرر کثیر ناجائز ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے:

”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر“

(اللہ کے رسول ﷺ نے کنکریوں کے ذریعہ خرید و فروخت کرنے اور دھوکہ والی بیع

سے منع فرمایا ہے)۔



علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ معاملات میں غرر اور بایہ دونوں چیزیں ظلم ہیں، اور ظلم حرام ہے، اور کسی بھی معاملہ میں فریقین میں سے ایک کو غرر لاحق ہو تو وہ معاملہ ناجائز ہوگا، علامہ موصوف نے اس پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے:

(ان عوضی و تقابلی چیزوں میں اصل یہ ہے کہ دونوں جانب برابری ہو، اگر ان میں سے کسی میں غرر یا ربا شامل ہے تو یہ ظلم ہے، اور اللہ نے ان دونوں چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، جس نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندوں پر بھی حرام کیا ہے، اگر متعاقدین میں سے ایک قیمت کا مالک ہو جائے اور دوسرے کو غرر لاحق ہو تو وہ معاملہ درست نہیں ہوگا) (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۹/۱۰۷)۔

غرر کثیر کے عدم جواز پر علماء کا اتفاق ہے، بلکہ یہ فقہی قاعدہ بن گیا ہے کہ غرر کثیر سے معاملات ما درست قرار پاتے ہیں۔

”الغرر الکثیر یفسد العقود دون یسیرة“ (مہرۃ القواعد الفقہیہ ۱/۳۰۷، دکتوری احمدوی)۔

(غرر کثیر سے معاملات فاسد ہو جاتے ہیں الا یہ کہ وہ معمولی ہو)۔

غرر کی تعریف شیخ شریف جرجانی نے ان الفاظ میں کی ہے:

”الغرر: ما یکون مجهول العاقبة لا یدری ایکون أم لا“۔

(غرر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ مجہول ہو، اس کا وجود عدم وجود معلوم نہ ہو سکے)

(کتاب التعریفات لجرجانی، ۱۸۲ دارالرشاد دہمہ)۔

۲- دوسرا سبب:

خطر ہے اور خطر و مخاطره کہتے ہیں کہ فریقین میں سے کسی ایک کے لئے نفع کی شرط ایسی چیز پر ہو جس کا وجود عدم وجود مومن ہو۔

تیسرا سبب:

صحت بیمہ کے عدم جواز کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بیمار نہ ہونے کی صورت میں رقم واپس نہ کرنے کی شرط ہے اور یہ معاملات میں ایسا کرنا قطعاً درست نہیں ہے، فقہاء نے تجارت

کے اندر معاملہ طے نہ ہونے پر بیعانہ کی رقم واپس نہ کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔  
 سابق مفتی اعظم مجاہدین فلسطین شیخ سید سابق (۱۹۱۵-۲۰۰۰ء) فرماتے ہیں:  
 (بیع عربوں کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی چیز خریدے اور بائع کو کچھ قیمت ادا کر دے، اگر بیع ہو جائے تو وہ قیمت میں شمار کر لیا جائے، اور اگر بیع نہ ہو تو اس کو بائع لے لے گا، اس طور پر کہ وہ مشتری کی جانب سے بیہ ہے، جمہور فقہاء کا اس بیع کے عدم صحت پر اتفاق ہے، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع عربوں سے منع کیا ہے) (نقذ النہج ۱۳۰۳)۔  
 میڈیکل انشورنس کمپنی کا رقم واپس نہ کرنا یہ ظلم صریح ہے، اور دوسرے کی رقم کو ناجائز طور پر ضبط کرنا ہے، اور یہ اللہ کے اس فرمان کا مصداق ہے۔

”لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل“ (سورہ نساء: ۲۹)۔

(آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ)۔

نیز یہ ”میسر“ (جوا) ہے۔ جس کو قرآن نے شیطان کا گندہ عمل کہا ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے۔

آیت کی تفسیر میں علامہ ابن القیم الجوزی فرماتے ہیں:

”یا ایہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس

من عمل الشیطان، فاجتنبوا لعلکم تفلحون.....“ (سورہ مائدہ: ۹۰)۔

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب

گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی) اس کی تفسیر

میں علامہ ابن القیم الجوزی فرماتے ہیں: ”ودخل کل اکل مال بالباطل“ (اعلام المؤمنین

۳۳۴) اس میں ہر وہ مال شامل ہے جو باطل طریقہ سے کھایا جائے۔

میڈیکل انشورنس کی بابت مفتی رشید احمد صاحب کا فتویٰ:

برصغیر ہند و وپاک کی معروف علمی شخصیت مفتی رشید احمد صاحب کا بھی فتویٰ صحت بیمہ کے ناجائز ہونے کا ہے، استفتاء جواب نقل کئے جاتے ہیں:

سوال: امریکہ میں میڈیکل (علاج معالجہ) کی سہولتیں پرائیویٹ اداروں کے سپرد ہیں، حکومت وقت کی طرف سے لوگوں کے علاج کے لئے ہسپتال وغیرہ کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے، حکومت کا کہنا ہے کہ مریض کو چونکہ اچھے سے اچھے علاج اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے، اور پرائیویٹ ادارے زیادہ خوش اسلوبی سے علاج معالجہ کی سہولتیں بہم پہنچا سکتے ہیں، عام لوگوں نے علاج کے لئے پرائیویٹ کمپنیوں سے انشورنس (بیمہ) کرایا ہوتا ہے، ضرورت پڑنے پر مریض کے تمام اخراجات انشورنس کمپنی ہسپتال کو ادا کر دیتی ہے، انشورنس کمپنی بیمہ کرانے والے سے ماہانہ کچھ رقم وصول کرتی ہے، کیا امریکہ جیسے ماحول اور صورت حال میں اس مقصد کے لئے انشورنس کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں ہے، واللہ اعلم (حسن الفتاویٰ ۷/۲۵۷)۔

جمع شدہ رقم سے زائد رقم کا علاج میں استعمال؟

جمع شدہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے، اور قرض سے منافع حاصل کرنا ناجائز ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”کل قرض جر منفعة فهو ربا“۔

(ہر وہ قرض جس سے کوئی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے) (کنز العمال ۶/۲۳۸، حدیث ۷)

۱۵۵۱۶ موسسہ الرسالہ بیروت)۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور قرض لینے والا اسے کوئی ہدیہ یا تحائف پیش کرے تو اس کو مت قبول کرو۔

”إذا أقرض أحدكم قرضاً فإهدى إليه طبقاً فلا يقبله أو حملاً على دابته فلا يركبها، إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك (عن السنن)“ (کنز العمال ۲۳۸/۶، حدیث ۱۵۵۱۵)۔

(جب تم سے کوئی کسی کو قرض دے تو وہ (قرض دار) اسے تشریح ہی دے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے، یا اسے اپنی سواری پر سوار کرے تو وہ اس میں سوار نہ ہو، الا یہ کہ پہلے سے ہی ان کے درمیان اس طرح کا معمول رہا ہو)۔

نیز علامہ ابن عابدین ثامی فرماتے ہیں:

(اگر مقرض قرض خواہ کو با اعتبار وزن قرض سے زائد واپس دے، تو اگر اتنی زیادتی ہے جو دو وزنوں میں ہو کرتی ہے اس طور پر کہ وہ ایک میز ان میں ظاہر ہو دوسری میں (زیادتی) ظاہر نہ ہو تو جائز ہے، اور ایک یا دو درہم کی مقدار زیادہ ہے، وہ درست نہیں ہے) (رد المحتار ۳/۱۷۴)۔

میڈیکل انشورنس کا پروگرام چلانے والی کمپنیاں مریض کی جمع شدہ رقم سے جو زائد پیسہ اس کے علاج میں صرف کرتی ہیں وہ ربا و سود ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ صحت بیمہ کرانے والے بہت سے افراد بیمار نہیں ہوتے اور ان کی رقم ضبط ہو جاتی ہے، تو اس کا علاج دوسروں کی ناجائز طور پر ضبط شدہ رقم سے کیا جا رہا ہے اور یہ ناجائز ہے، نیز آج کل بہت زیادہ شرح فیصد پر سودی قرض دینے کا عام رواج ہے، تجارت اور بڑی تجارت پیشہ کمپنیاں سودی قرض لیتی ہیں تو امکان قوی ہے کہ یہ کمپنیاں بھی سودی قرض دیتی ہوں گی اور سود کے ذریعہ حاصل ہونے والا زائد پیسہ اس کے علاج میں خرچ کیا جاتا ہوگا، تو سود کا استعمال وہ بھی اپنی رقم پر ملنے والا سود درست نہیں ہے، ورنہ اس دور میں یہ جذبہ تعاون و انسانی ہمدردی ان دولت کے پرستاروں کے پاس کہاں کہ دوسرے کا علاج اپنی محنت کی کمائی سے کریں۔

قانونی مجبوری کے تحت میڈیکل انشورنس کا حکم:

جن ممالک میں داخلہ کے لئے میڈیکل انشورنس قانوناً ضروری ہے، تو جن لوگوں کی

آمد و رفت تجارتی مقاصد کے لئے ضروری ہے، اسی طرح دعوت و تبلیغ یا کسی علمی و دینی مجلس میں شرکت کے لئے جانا ضروری ہو، یا مسلم ممالک کے سفراء کا وہاں قیام و داخلہ سفارتی تعلقات برقرار رکھنے کے لئے لازم ہوتا ہے تو ”الضرورات تیج الحظورات“ (الاشاہ والنظار لابن نجیم المصری ۹۳ ر) کے تحت ان تمام لوگوں کے لئے صحت بیمہ کرانے کی اجازت ہوگی، ورنہ اقتصادی، دینی، دعوتی و سفارتی تعلقات کو نقصان پہنچے گا، البتہ سیر و تفریح اور سیاحت کے لئے جانے والوں کے لئے اس کا جواز نہیں ہوگا۔

وہ مسلمان جو وہاں کے مستقل باشندے ہیں یا ان کو حقوق شہریت ملے ہوئے ہیں، ان کے لئے صحت بیمہ قانوناً لازم ہے، ورنہ ملکی قانون کی خلاف ورزی کے الزام میں بہت سی دشواریوں و پریشانیوں میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ ہے اور کسی بھی ملک میں وہاں کے شہریوں پر اس کے ملک کے قانون کی پاسداری لازم ہوتی ہے، لیکن کوئی بھی قانون جو اسلامی احکام سے متصادم ہو اور مزاج شریعت سے میل نہ کھاتا ہے، اس سے مسلمانوں کے لئے اجتناب بھی ضروری ہے، اور جہاں تک ممکن ہو اس طرح کے قانون کے خاتمہ کی جدوجہد کریں، قانون کی منسوخی مشکل ہو تو کم از کم اس سے مسلمانوں کو مستثنیٰ رکھنے کا مطالبہ کریں، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان“ (سنن النسائي بشرح السيوطي ۱۱۱/۸، باب تفاسل أكل الإيمان، دار احیاء التراث العربی)۔

(تم میں سے کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روک دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے)۔

مگر حالات نامساعد ہوں اور مسلمان اس پوزیشن میں نہ ہوں کہ اس قانون کی مخالفت کر سکیں، بلکہ مخالفت و خلاف ورزی کی صورت میں وہاں مقیم مسلمانوں کے مابے وجود کو خطرہ ہو سکتا ہے، اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ موجودہ عالمی نظام میں اجتماعی ہجرت بھی تقریباً ناممکن ہے، لہذا جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر اور پوری ملت کو اجتماعی ضرر سے بچانے اور حقوق شہریت کو برقرار رکھنے کے لئے صحت بیمہ کرانا مجبوری و ضرورت ہے اور ضرورت کے وقت بہت سی ممنوعات کی گنجائش ہو جاتی ہے، انہیں ممنوعات میں سے ایک ممنوع صحت بیمہ ہے۔ علامہ سیوطی نے ضرورت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

”فالضرورة: بلوغه حدا إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب، وهذا يبيح تناول الحرام“ (الاشباہ والنظائر للسیوطی ۸۵/۸۵)۔

(ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر ممنوع چیز کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچ جائے گا تو ایسی صورت میں حرام کا استعمال مباح ہے)۔

علامہ ابن نجیم نے ”الضرر يزال“ کے تحت فیرونی قاعدہ تحریر کیا ہے:

”مفسدتان روعی أعظمها ضررا بارتكاب أحفهما“ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۹۸/۹۸، دار الفکر بیروت دمشق)۔

(جب دو مفسدوں میں تعارض ہو جائے تو زیادہ ضرر والے کے مقابلہ کم ضرر والے مفسدہ کو اپنایا جائے گا)۔

نیز علامہ ابن نجیم مصری نے امام زبیلی کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے:

”أن من ابتلى ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيتهما شاء، وإن اختلفا يختار أهونهما؛ لأن مباشرة الحرام لا تجوز إلا للضرورة، ولا ضرورة في حق الزيادة“ (الاشباہ والنظائر ۹۸/۹۸)۔

(کوئی آدمی دو آزمائشوں سے دوچار ہو اور وہ دونوں برابر ہوں تو ان میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے، اور اگر وہ دونوں مختلف ہوں تو ان میں سے کم مضرت والی کو لے لے گا، اس لئے کہ حرام کا ارتکاب صرف ضرورت کے وقت جائز ہے، اور زیادہ ضرورت میں شامل نہیں ہے)۔

وہاں مقیم مسلمانوں کے لئے ”صحت بیمہ“ سے کوئی مفر نہیں ہے، لہذا ”إذا ضاق الامر اتسع“ (۳) کے تحت اس کی اجازت ہوگی۔

نیز صحت بیمہ کے عدم جواز کی ایک وجہ غرری ہے، اور معاملات میں جب غرر سے بچنا محال ہو تو غرر کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے۔

علامہ ابن قیم جوزی فرماتے ہیں:

”فلیس کل غور سبب للتحريم، والغور إذا كان يسيرا أولا يمكن الاحتراز منه، لم يكن مانعا من صحة العقد“ (زاد المعاد ۵/۸۳۰، مؤسسة الرسالة مكتبة المنار الاسلامیہ)۔

ہر غرر حرمت کا باعث نہیں ہوتا ہے، اگر غرر معمولی ہو یا اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو معاملہ کے درست ہونے میں وہ مانع نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے باشندوں یا وہاں سے باہر آنے والوں کے لئے قانوناً لازم ہے تو قانونی مجبوری کے تحت اور بہت سے مفاسد سے بچنے کے لئے اس کی اجازت ہوگی، اور بیمار پڑنے پر انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کی بھی اجازت ہوگی، البتہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد سے مستفید ہونے کی اجازت نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہاں صحت بیمہ کرنا قانونی مجبوری ہے، اور وہ مجبوری و اضطرار کی حالت میں صرف ضرورت بھر ہی عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

سرکاری و پرائیویٹ کمپنیوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں:

سرکاری و پرائیویٹ میڈیکل انشورنس کمپنیوں میں جمع شدہ رقم کی حیثیت قرض کی ہے اور قرض سے فائدہ حاصل کرنا ربا و سود ہے، اگرچہ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ رعایا کی دیکھ ریکھ کرے، اور ان کے علاج معالجہ کی فکر کرے اور انہیں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائے، اس لحاظ سے تو حکومت کا اپنی طرف سے اس کے علاج میں زائد رقم خرچ کرنا اور مریض کا اس سے استفادہ جائز ہونا چاہئے، لیکن یہاں یہ شرط ہے کہ حکومت صرف صحت بیمہ کرانے والوں کو یہ سہولت دیتی ہے جن کا بیمہ نہیں ہے ان کو نہیں، لہذا یہ ”کل قرض جو منفعۃ فہو ربا“ (کنز الاعمال ۱/۲۳۸ حدیث ۱۵۵۱۶) کے تحت داخل ہے۔

تجاویز و مشورے:

میڈیکل انشورنس کے انفرادی و اجتماعی زندگی میں کچھ دنیاوی فوائد ضرور ہیں، لیکن اس میں غرر کثیر، تمار اور خطر پایا جاتا ہے جس کی بنا پر یہاں جائز ہے اور ظاہری فوائد و سہولیات کے مقابلہ اس کے دنیاوی و اخروی نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نیز ایسا بھی نہیں ہے کہ میڈیکل انشورنس کی مروجہ صورت کے علاوہ علاج معالجہ بالکل ناممکن ہو یا عموم پایا جاتا ہو کہ اس کو اختیار کرنا ضروری ہو، یہ بھی نہیں ہے۔

شریعت اسلامی جو آفاقی و ہما گیر شریعت ہے، اس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، حیات انسانی کا کوئی گوشہ نہیں ہے جس میں شریعت رہنمائی و رہبری نہ کرتی ہو، قیامت تک پیش آمدہ مسائل و مشکلات اور نئے نئے معاملات کا واضح مفید و قابل قبول حل صرف اور صرف اسلامی شریعت میں موجود ہے۔

غریب و متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے جو لوگ اپنے علاج کے مصارف برداشت نہیں کر سکتے ہیں، ان کے علاج و معالجہ کے لئے شریعت کی تعلیمات کی روشنی میں ایسی شکلیں ممکن



ہیں، جن کو اپنانے سے ہر شخص کو علاج کرانا آسان ہوگا، اس سلسلہ میں چند تجاویز پیش خدمت ہیں:

### ۱- زکوٰۃ و صدقات سے علاج:

اسلام کے نظام زکوٰۃ کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ اس سے جہاں مالداروں کا مال پاک ہوتا ہے، وہیں غربا و مساکین کی امداد و نصرت ہوتی ہے، اہل حاجت، پریشان حال، یتیم و بے سہارا، اناج و معذور، بیوہ و مریض اور ضرورت مند کی کفالت ہوتی ہے، لہذا زکوٰۃ کے مال سے ان کا علاج کرایا جائے، یعنی بیماروں کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے تاکہ وہ اپنا علاج کرا سکیں، اور اگر زکوٰۃ کی رقم علاج کے لئے نا کافی ہو تو شریعت نے اصحاب ثروت پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی رقم واجب کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”إن فی المال لحقاً سوی الزکوٰۃ“ (سنن الترمذی ۳/۳۸، باب ما جاء ان فی المال حقاً

سوی الزکاۃ، دارالحدیث، لاہور، ص ۳۸)۔

اور علامہ سید سابق نقل فرماتے ہیں:

(تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ دینے کے بعد بھی اگر مسلمانوں کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو اس میں مال صرف کرنا ضروری ہے، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ لوگوں پر اپنے قیدیوں کو نقد دے کر چھڑانا واجب ہے، چاہے اس میں ان کا پورا مال لگ جائے، اور یہ اجماع ہے) (فقہ السنۃ ۱/۳۶۸، دارالکتب العربی بیروت)۔

نیز اس کی کوئی حد یا نصاب متعین نہیں ہے، بلکہ دینے والے کی حیثیت اور جس کو دیا جانا ہے اس کی ضرورت کا اعتبار ہے۔

شیخ سید سابق نقل فرماتے ہیں:

(زکوٰۃ کے علاوہ مال ان اصناف میں خرچ کرنے کے لئے نہ زمانہ کی قید ہے اور نہ ہی کسی مقررہ نصاب کا مالک ہونے کی شرط، اور نہ ہی مملوکہ مال کے اعتبار سے مقررہ مقدار خرچ کرنے کی تعیین ہے، مثلاً دسواں حصہ، یا دسویں کے دسویں کا چوتھائی، بلکہ یہ مطلق احسان کرنے کا حکم ہے جس میں دینے والے کی سہولت و حیثیت اور جسے دیا جا رہا ہے اس کی حالت کا اعتبار ہوگا) (فقہ النبیہ ۱/۳۶۹)۔

زکوٰۃ کے علاوہ مالداروں کے مال میں فقراء و اہل حاجت کا حق ہے، اگر ضرورت کے وقت ان کا یہ حق نہ دیا جائے تو سرمایہ داران کا حق روکنے کا مجرم اور اس پر زیادتی کرنے کا مرتکب ہے۔

علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

”و مانع الحق باغ علی أخیه الذی له حق“ (المکمل لابن حزم ۶/۱۵۹)۔

(اپنے بھائی کو اس کا حق نہ دینے والا اس پر زیادتی کرنے والا ہے)۔

نیز اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”من لم یهتم بأمر المسلمین فلیس منهم“ (مجمع الرواؤد و منبع الفوائد ۱۰/۲۳۸،

کتاب الریہ، دارالکتب العربیہ بیروت)۔

جو مسلمانوں کے معاملات کی فکر نہ کرے وہ ان میں سے نہیں ہے۔

اور جا بجا اللہ کے رسول ﷺ نے ان لوگوں کے لئے بددعا بھی فرمائی ہے جو خود تو

آسودہ و خوشحال ہوں، اور کوئی مسلمان بھوکا یا سارات بسر کرے، ایک حدیث میں آپ ﷺ

نے فرمایا:

”ایما أهل عرصة أصبح فیهم امرؤ جائعاً، فقد برئت منهم ذمة

الله“ (الترغیب والترہیب ۲/۵۸۳ دارالایمان دمشق بیروت)۔

(کسی بھی مقام کے باشندے ہوں، اگر ان میں کوئی شخص بھوکے ہونے کی حالت

میں صبح کرے تو ان پر اللہ کا ذمہ نہیں ہے۔)

دوسری حدیث میں ہے:

(ابو محمد کہتے ہیں، اور کوئی شخص صاحب حیثیت ہو، اور وہ اپنے مسلمان بھائی کو، بھوکا، برہنہ و بے سہارا پائے اور اس کی مدد نہ کرے، تو بلاشبہ اس نے اس پر رحم نہیں کیا) (الحلی لابن حزم ۱۵۷/۶)۔

الغرض صاحب حیثیت و اہل ثروت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ نادار و غریب مسلمانوں کے علاج و معالجہ کی فکر کریں، اور انہیں بیماری میں تڑپ تڑپ کر اور بلا علاج شدت مرض میں کراہتے ہوئے زندگی گزارنے اور ہلاک ہونے سے بچانے کی کوشش کریں، بلکہ ان پر ایسا کرنا واجب ہے۔

سید سابق فرماتے ہیں:

(محترم انسان کو ہلاک اور ضائع ہونے سے بچانا ہر اس شخص پر ضروری ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو، اور جو اس سے بڑھ کر ہے تو اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے) (فقہ النبیۃ ۱/۳۶۹)۔

## ۲-۱ اجتماعی مضاربت :

یہ ہے کہ چند افراد کو ایک کمیٹی تشکیل دیں اور اس کے جو ممبر مقرر ہوں وہ ہر ماہ معین رقم اس میں جمع کرتے رہیں، اور مضاربت کے اصول کے مطابق اس جمع شدہ رقم سے تجارت کی جائے یا کوئی ایسی کمپنی جو اصول مضاربت کی بنیادوں پر تجارت کرتی ہو اس کے حصص خرید لئے جائیں اور جب کوئی ممبر بیمار ہو تو اس کی جمع شدہ رقم سے اس کا علاج کرا دیا جائے، اور اگر بیمار نہ ہو تو اس کے سرمایہ کے فیصد کے حساب سے منافع اس کو دے دیا جائے، اور بالغرض وہ اس منصوبہ و کمیٹی سے الگ ہونا چاہے تو اس کی اصل رقم منافع کے ساتھ واپس کر دی جائے۔

### ۳- انشورنس تعاونی:

ایک صورت انشورنس تعاونی کی ہے: وہ یہ کہ چند افراد مل کر قسطوار ایک مقررہ رقم آپس میں جمع کریں، اور شرکا میں سے جو بیمار ہو اس کی رقم اس کے علاج میں صرف کر دی جائے، اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں حسب مطالبہ اس کی رقم واپس کر دی جائے، شیخ وہبہ زحیلی نے تعاون پر معنی انشورنس پر بحث کرتے ہوئے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:

”وتجوز التأمینات الإجتماعیة ضد العجز والشیخوخة والمرض والتقاعد“ (فتاویٰ اسلامیہ وادانہ ۳/۴۴۲)۔

عاجزی، بڑھاپہ، بیماری اور بے بسی کے مسائل حل کرنے کے لئے اجتماعی انشورنس جائز ہے۔

### ۴- ارکان کمیٹی کو مالک بنا دیا جائے:

ایک صورت یہ اختیار کی جاسکتی ہے کہ، بلکہ

”تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ اور ”المسلم للمسلم کالبنیان یشد بعضہ بعضاً“ کے جذبہ کے تحت چند افراد مل کر باہم رضامندی سے ایک متعین رقم کمیٹی یا تنظیم بنا کر جمع کریں اور ہر شخص خوشدلی سے اپنی قسط، ارکان کمیٹی کو تملیک ادا کرے اس کے بعد ان میں سے کوئی بیمار ہو تو اس کا علاج اس سے کر دیا جائے، مالک بنا دینے سے یہ فائدہ ہوگا کہ بعد میں رقم واپس لینے کا اسے اختیار نہیں رہے گا، اور اگر وہ درمیان میں قسط جمع کرنا بند کر دے تو اس کی رقم کمیٹی کی ملکیت ہوگی واپس نہیں کرنی پڑے گی، نیز یہ کمیٹی ان لوگوں کے علاج میں معاونت کر سکتی ہے جن کا پیسہ اس میں جمع نہیں ہے۔

## ضرورت کے وقت صحت بیمہ

مولانا رحمت اللہ مدنی ✽

انشورنس مستقبل میں جان و مال کو درپیش خطرہ کو ختم یا اس کے اثرات و نتائج کو کم کرنے کے لئے بیمہ دار اور بیمہ کمپنی کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے، آج کل اس کی بہت سی صورتیں رائج ہو گئی ہیں، ان میں سے ایک زیر بحث مسئلہ ”میڈیکل انشورنس“ بھی ہے۔

بیمہ کے حکم شرعی سے متعلق دو طرح کے اقوال ملتے ہیں، ایک قول بہر صورت اس کے جواز کا ہے، اور دوسرا قول عدم جواز اور حرام کا ہے، کیونکہ اس کی متبادل صورتیں ہیں، جو شرعی دائرہ میں درست اور جائز ہیں اور امداد باہمی اور اخوت و بھائی چارگی کو ان سے فروغ ملتا ہے، البتہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کی روشنی میں ”مجبوری“ اور ”ضرورت“ کی صورت میں اس کی اجازت ہے، کسی حکومت کا اپنے تمام شہریوں کے لئے انشورنس لازم قرار دے دینا بھی مجبوری میں داخل ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب ”جدید فقہی مسائل“ (ج ۳ ص ۱۲۳) پر انشورنس کے تعلق سے جو خلاصہ بحث تیار کیا ہے نمبر ۳-۵-۶ اور ۷ بھی اسی کے تحت آتے ہیں۔

حلت و حرمت کے دلائل پر نظر ڈالنے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کے قائلین کے دلائل استنباط کے اعتبار سے زیادہ مضبوط، استدلال کے لحاظ سے زیادہ کامل، حجت

ہونے کی حیثیت سے زیادہ ٹھوس اور پر زور اور شریعت اور اس کے عام قواعد سے زیادہ ہم آہنگ ہیں۔

### جوابات:

- ۱- میڈیکل انشورنس کر لانا جائز ہے، خواہ انفرادی ہو یا گروپ انشورنس کی شکل میں۔
- ۲- اگر کسی نے بیمہ کرایا لیا ہے تو وہ اپنی جمع شدہ مالیت کے برابر رقم استعمال کر سکتا ہے، لیکن اس سے زائد حصہ رقم مستحقین پر واجب التصدق ہوگی اور خود اس کا استعمال کر لینا اہل مال باطل ہے، جس سے قرآن میں ”لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل“ کہہ کر منع کیا گیا ہے۔
- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب موت طبعی طور پر ہوئی ہو یا کاروبار کسی آفت سماوی کا شکار ہو، اگر ہندو مسلم فسادات میں بلاکت واقع ہوئی یا کاروبار متاثر ہو تو اب پوری رقم جائز ہوگی، کیونکہ انشورنس کمپنی نیم سرکاری کمپنی ہے اور مسلمانوں کا تحفظ بھی سرکاری ذمہ داری ہے (جدید فقہی مسائل ۴۲، ۱۲۵)۔
- ۳- چونکہ سرکاری ونجی اداروں کا طریقہ کار اور مقصد مشترک ہے، اس لئے دونوں کا حکم یکساں ہوگا، کوئی فرق نہ ہوگا۔
- ۴- سرکاری انشورنس ادارہ علاج کی ضرورت پر جو مقررہ رقم دیتا ہے اسے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ تعاون و تکافل کے شرائط اس پر منطبق نہیں ہوتے۔
- ۵- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں میڈیکل انشورنس کی متبادل صورت ہندوستان جیسے ملک میں یہی ہو سکتی ہے کہ رفاہی اداروں اور ویلفیئر سوسائٹیوں کا قیام عمل میں آئے، مالدار مسلمان زکوٰۃ کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھ کر ان اداروں میں جن کی حیثیت بیت المال کی ہوگی، زکوٰۃ کی رقم جمع کریں اور چندہ و دیگر عطیات کی رقم بھی جمع کی جائے، لیکن دونوں کا فنڈ الگ ہو، پھر ضرورت پر ضرورت مند کو اتنی رقم دی جائے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے یا بعض ادارے قرض کے نام سے قائم کئے جائیں جن میں غیر سودی قرض کا نظام ہو، خواہ کوئی چیز گروی ہی رکھ کر کیوں نہ

ہو، لیکن جب ادارہ یہ محسوس کر لے کہ یہ شخص واقعی مفلس ہے اور ادائیگی نہیں کر پائے گا تو معذور سمجھ کر معاف کر دیا جائے، اس کے علاوہ اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں، اس مقالہ میں متبادل صورتیں کے عنوان سے چند شکلیں حکومتی سطح پر حکومت کے کرنے کی ہیں اور کچھ انفرادی و اجتماعی طور پر دیگر لوگوں کے لئے ہیں۔

۶۔ جن ممالک میں وہاں کے شہریوں کے لئے میڈیکل انشورنس حکومت کی طرف سے لازم کر دیا گیا ہے، وہاں کے باشندے میڈیکل انشورنس کرا سکتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی مجبوری ہے، پھر جب مجبوری کی صورت میں ان کے لئے انشورنس کرانا درست ہے تو اس سہولت سے فائدہ اٹھانا بھی درست ہوگا۔

☆☆☆

## موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس

مولانا محی الدین غازی فلاحی (نئی دہلی)

انشورنس کی جملہ رائج اقسام اب زندگی کی ضرورت تسلیم کی جانے لگی ہیں۔ حالانکہ انشورنس واقعی ضرورت ہونے کے بجائے محض ذہنی اختراع ہے، اس کا تعلق زندگی کے حقیقی مسائل سے کہیں زیادہ ذہنی مشاغل سے ہے۔

انسان کو پیش آمدہ خطرات سے محفوظ رہ کر کے انشورنس کو اس کے تمام مسائل کا حل باور کرا دیا گیا ہے۔

مزید برآں انشورنس ایک بہت بڑی تجارت کی صورت اختیار کر گیا ہے جس میں میدان تجارت کے بڑے بڑے کھلاڑی طالع آزمائی اور دور جدید کے انسان کی نفسیاتی کمزوریوں کے استحصال میں مصروف ہیں۔

انشورنس کی شرعی حیثیت پر طویل بحثیں اور کسی قدر متفق علیہ فیصلے ہو چکے ہیں۔ انشورنس کی متبادل صورتوں پر گفتگو ان کی توثیق اور ان پر عمل بھی دنیا کے مختلف ممالک میں شروع ہو گیا ہے، کوکہ یہ تجربات ابھی ابتدائی نوعیت کے ہیں۔

بعض مخصوص حالات میں جنہیں حالت خوف سے تعبیر کیا جاسکتا ہے تجارتی انشورنس کے باب میں کچھ گنجائش بھی نکالی گئی ہے۔

میڈیکل انشورنس بھی اپنی مجموعی اور اصل حیثیت میں عام انشورنس سے مختلف نہیں ہے۔



سوائے چند بہت جزوی امور کے جن کی حیثیت مستقل امور کی بھی نہیں ہے، حکومت کی پالیسیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں مراعات میں کمی اور اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ وہ چند امور جو اس مسئلے پر دوبارہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں یا اس پر از سر نو غور کرنے کا جواز فراہم کرتے ہیں حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

- ۱- پیچیدہ بیماریوں کا عام ہو جانا۔
- ۲- پیچیدہ بیماریوں پر عام آدمی کی استطاعت سے زیادہ خرچ آنا۔
- ۳- انشورنس کے لئے جمع کردہ رقم کا علاج کی رقم کے مقابل بہت کم ہونا۔
- ۴- منافع اندوزی سے زیادہ تعاون کا رنگ نظر آنا۔
- ۵- بعض ملکوں، ہندوستان کی بہت ساری ماٹریئل کمپنیوں اور تعلیمی اداروں میں اس کا لازم ہو جانا۔

تاہم ان امور کے پیش نظر کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا بھی ضروری ہے:

- ۱- اس میدان میں نجی کمپنیوں کے اترنے کا یقینی مطلب نفع اندوزی کے امکانات کا قوی شکل میں پایا جانا ہے۔
- ۲- حکومت کی مراعات کے سلسلے میں پالیسی یکساں نہیں رہتی ہے۔
- ۳- زیادہ عمر والوں سے انشورنس کی زیادہ رقم لیما اس بنیاد پر کہ ان کے بیمار ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں تعاون کی روح کے خلاف ہے۔
- ۴- انشورنس سے پہلے انشورنس کمپنی چیک اپ کے ذریعہ یہ اطمینان کر لیتی ہے کہ متعلقہ فرد کو کوئی بڑی بیماری نہیں ہے۔
- ۵- بیماری کی عملاً حالت تو ضرورت کے درجہ میں آ سکتی ہے، مگر بیمار ہو جانے کا محض

امکان جس کی بنیاد صرف یہ ہو کہ لوگ بیمار ہوتے ہیں، خطرہ کی حالت شاید قرار نہیں دی جاسکتی۔

۶- انشورنس کراتے وقت فرد صحت مند ہوتا ہے، ایسے فرد کے لئے سودی نظام پر مبنی انشورنس کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

۷- بیمار نہ ہونے کی صورت میں ادا کی گئی رقم مذکورہ ادارے کے منافع کا حصہ بنتی ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے، جس طرح فاضل رقم سے بیمار ہونے کی صورت میں استفادہ کا جواز نہیں ہے۔

الغرض، رقم السطور کی رائے ہے کہ:

۱- میڈیکل انشورنس بھی عام انشورنس کی طرح حرام ہے۔

۲- اگر کسی نے میڈیکل انشورنس کرایا تو بیمار ہونے کی صورت میں اس کے لئے فاضل رقم سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس وقت اسکے پاس کوئی اور ذریعہ علاج نہ ہو تو خطرہ کی کیفیت پر محمول کر کے اس رقم سے علاج درست ہوگا تاہم انشورنس کرانے کے عمل کا وبال اس پر ہوگا۔

۳- اس سلسلہ میں حکومت اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہے، تاہم جہاں ضروری ہو وہاں ”اھون البلیتین“ کے اصول پر سرکاری ادارے کو ترجیح دی جائے گی۔

۴- جن ملکوں یا اداروں میں داخلہ کے لئے انشورنس ضروری ہو وہاں ”الضرورة تقدر بقدرها“ کے اصول کو ملحوظ رکھا جائے گا، اسی طرح بیمار ہو جانے کی صورت میں بھی اگر اس رقم کے سوا کوئی چارہ علاج نہ ہو تو اسے استعمال کیا جائے گا، ورنہ احتراز ضروری ہوگا۔

۶- متبادل شرعی صورت یہی ہے کہ تجارتی بنیادوں کے بجائے اسے تعاونی بنیاد پر

تشکیل دیا جائے، جس میں:

- ۱- دی گئی رقم تبرع کی حیثیت رکھے۔
  - ۲- علاج کے لئے ادا کی جانے والی رقم پہلے سے متعین نہ ہو، بلکہ حسب حال فیصلہ کیا جائے۔
  - ۳- بچی ہوئی رقم سے متعلقہ ادارہ فائدہ نہ اٹھائے، بلکہ تعاون کی حد میں محفوظ رہے۔
  - ۴- ادارہ اس سے اپنے اخراجات کی تکمیل کرے، مگر وہ نفع اندوزی کا ذریعہ نہ ہو۔
- ”مجمع الفقہ الاسلامی“ نے جس تائین تعاونی کی توثیق کی وہ بھی پیش نظر رہے۔

☆☆☆

## صحت کی حفاظت کے لئے انشورنس

منفق تنظیم عالم ٹاؤسی ✽

بلاشبہ صحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کا نہ کوئی بدل ہے اور نہ ہی تدارک کی کوئی شکل، اس لئے ہر انسان کو صحت کی حفاظت کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ذمہ داری انسان پر اس لئے بھی ہے کہ جسم، توانائی، قوت و طاقت اور سانس کی ہر گھڑی اللہ کی امانت ہے، جس کا تحفظ ہر شخص پر ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ روح کی بقاء اور استحکام کے لئے حالت اضطرار میں حرام اشیاء کے استعمال کو بھی جائز قرار دیا گیا، ارشاد باری ہے:

”إنما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ“ (سورہ بقرہ ۱۷۳/۲)۔

(اس نے تم پر بس مردار، خون، سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا حرام کیا ہے لیکن اس میں جو شخص مضطر ہو جائے اور نہ بے حکمی کرنے والا ہو اور نہ حد سے نکل جانے والا ہو تو اس پر گناہ نہیں ہے)۔

ان تمام کے باوجود میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرنا شرعاً درست نہیں ہے، چونکہ اس میں بنیادی طور پر دو مفاسد پائے جاتے ہیں ایک ربا اور دوسرے قمار، ربا تو اس لئے ہے کہ پیچیدہ امراض میں مبتلا ہونے کی صورت میں جمع کردہ رقم سے زیادہ رقم سے وہ استفادہ کرتا ہے،

مثلاً اس نے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک سال کے لئے دس ہزار روپے جمع کیا، لیکن وہ ایسے مہلک مرض کا شکار ہوا ہے جس میں کمپنی نے پچاس ہزار روپے خرچ کئے، سوال یہ ہے کہ مزید چالیس ہزار روپے کس کا عوض ہے، ظاہر ہے کہ چالیس ہزار روپے کی مقدار بلا عوض اس کو حاصل ہوا ہے، اسی کو ربوا کہا جاتا ہے۔

”الربوا فضل خال عن عوض بمعيار شرعى مشروط لأحد المتعاقدين فى المعاوضة“ (الموسوعة الفقهية ۲۳/۲۵۰)۔

اور اگر پورے سال میں کوئی مرض یا حادثہ پیش نہیں آیا تو قمار پایا گیا، اس لئے کہ اس صورت میں جمع کردہ رقم کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا ہے، کو یا رقم اور منافع کے حصول کو ایک ایسی چیز پر معلق کر دیا جس کا وجود موهوم اور مبہم ہے اور اسی کا نام قمار ہے، اور قمار حرام ہے۔

”لا خلاف بين أهل العلم فى تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار“ (احکام القرآن للجصاص ۱/۳۸۸)۔

انشورس کا شعبہ اگرچہ خسارہ میں ہے تاہم یہ عقد شرعی اصول و قواعد کے رو سے معنی بر حرام ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز قرار پائے گا، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا:

”دعوا الربیب والریبۃ“ (مسند احمد ۶/۲۳۶)۔

(ربا اور شبہ ربا کو ترک کر دو)۔

حرمت اور گناہ کے ادنیٰ شبہ سے بھی بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور ایمان کا بھی یہی تقاضہ ہے، اگر بڑھتے ہوئے نت نئے امراض اور علاج و معالجہ کے عدم وسائل کو ضرورت قرار دے دیا جائے تو اس سے سود و قمار کا دروازہ کھل جائے گا، اور پھر حد بندی ناممکن ہوگی، اس لئے بہتر یہی ہے کہ ”میڈیکل انشورنس“ کو املاک اور جان کے بیمہ کی طرح ناجائز قرار دیا جائے، بیمار پڑنے کا ایک شبہ اور خطرہ تو رہتا ہے، لیکن خطر اور مجبوری کی کوئی ایسی کیفیت نہیں ہے کہ

”الضرورات تبیح المحذورات“، ”الضرر يزال“، ”الحرج مدفوع“، ”إذا ضاق الأمر اتسع“ اور اس طرح کے دوسرے فقہی قواعد کا سہارا لیتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا جائے، جیسا کہ جان ضائع ہونے کے خطرہ کے وقت شراب، مردار، خنزیر اور دوسرے ناپاک اشیاء کو درست قرار دیا گیا ہے، البتہ ضرورت و حاجت، مشقت اور مضمون کے شروع میں مذکور آیت و حدیث پر نظر رکھتے ہوئے رقم الحروف کا خیال ہے کہ ”میڈیکل انشورنس“ جائز تو نہیں، لیکن اگر کسی نے کرایا ہے اور اتفاق سے کسی سخت مرض میں مبتلا ہو گیا تو درج ذیل شرائط کے ساتھ میڈیکل انشورنس کے علاج سے استفادہ درست ہونا چاہئے۔

الف - اس مرض میں جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

ب - اتنا غریب اور بے بس ہو کہ از خود علاج نہیں کر سکتا ہے۔

ج - انشورنس کمپنی کے علاوہ دوسرے سے قرض ملانا ممکن ہو۔

د - انشورنس کمپنی سے حاصل کردہ زائد رقم صحتیابی کے بعد کمپنی کو واپس کر دینے کا عزم رکھتا ہو۔

گویا یہ زائد رقم اس کے حق میں قرض کی حیثیت ہوگی، جس کا واپس کرنا ضروری ہوگا اور اگر کمپنی کو واپس کرنے کی کوئی شکل نہ ہو یا کمپنی کو واپس کرنے کی صورت میں اس رقم کو غلط جگہوں میں استعمال کا اندیشہ ہو تو بینک کی سود کی طرح وہ زائد رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی جائے۔

۲ - صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر اس سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے یہ شرعاً سود اور حرام ہے، اس سے اجتناب از حد ضروری ہے، البتہ دفعہ ایک کے تحت ذکر کردہ تفصیل ذہن میں رہنی چاہئے۔

۳ - سرکاری و نجی ادارے بنیادی مقاصد و اغراض میں متفق ہیں، اس لئے دونوں طرح کے

اداروں سے انشورنس کے ذریعہ فائدہ اٹھانے کا حکم ایک ہوگا۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ کمپنی کا اہم مقصد منافع کا حصول ہے، اور تجارت و کاروبار ہے، اگر تعاون پیش نظر ہوتا تو بیمار نہ پرنے کی صورت میں انشورنس کرانے والے کو جمع کردہ رقم واپس کر دی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے محض نام کے بدلنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوں گے، حقیقت اور اصل ماہیت کو سامنے رکھتے ہوئے حکم لگایا جائے گا۔

حضرت مولانا سید عبدالرحیم لاچپوری اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”جی نہیں، یہ ربا کی صورت ہے یا قمار کی، ایجنٹ کے لکھنے اور نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی، شریعت کے احکام کا دارومدار حقیقت پر ہے نہ کہ نام پر، جب تک حقیقت نہیں بدلے گی حکم نہیں بدلے گا۔“

”وأنه لا يتغير حكمه بتغير هيئته وتبديل اسمه - مرقاة المفاتیح“

(فتاویٰ رضویہ ۱۰/۲۵۳)۔

۵- میڈیکل انشورنس کی مذکورہ صورت جائز نہ ہونے کی صورت میں اصحاب حل و عقد اور ارباب فقہ و فتاویٰ کو کوئی ایسی تدبیر اور شکل نکالنی چاہئے جس سے غرباء اور مساکین کو علاج و معالجہ کی آسانی ہو سکے اور ضرورت مہلک امراض سے نجات کی راہیں نکل سکیں۔

راقم الحروف کی رائے میں اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہر گاؤں اور سماج کے لوگ الگ الگ یا اجتماعی طور پر ”امدادی سوسائٹی“ کے نام سے ایک فنڈ قائم کریں اور ہر شریک پر سال میں ایک متعین رقم لازم کر دی جائے، تمام شرکاء چندہ کی رقم جمع کرتے ہوئے باہمی امداد کی نیت

کر لیں اور یہ سوچ لیں کہ یہ رقم وقف فی سبیل اللہ ہے، اب اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، اب جو لوگ اس میں شریک ہیں ان میں سے کسی کے بھی بیمار پڑنے پر سوسائٹی کے شرائط کے مطابق ہر شریک کے علاج و معالجہ کے لئے اسی فنڈ سے رقم فراہم کی جائے اور بیمار نہ ہونے کی صورت میں پیسہ فنڈ میں جمع رہے کسی کو واپس نہ کیا جائے، اسی طرح فنڈ کی مالی حیثیت مستحکم اور مضبوط ہوگی اور غربا اور پریشان حال لوگوں کا تعاون بھی کیا جاسکتا ہے۔

تقریباً اس سے ملتی جلی شکل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ”میڈیکل انشورنس کی ایک جائز صورت“ کے عنوان سے تحریر فرمائی ہے، اس موقع پر اس کا مطالعہ مفید ہوگا (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶۱/۲۵۷)۔

۶۔ جن ممالک میں باہر سے آنے والوں کے لئے ”میڈیکل انشورنس“ لازم کر دیا گیا ہے، مجبوری کے تحت ان کے لئے انشورنس کرانا جائز ہوگا، البتہ اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پڑ جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے استفادہ درست نہیں ہوگا بلکہ از خود اپنا علاج کرائیں، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہندوستان میں سرکاری ملازمین کے لئے جبری لائف انشورنس کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے اور جمع کردہ رقم کے علاوہ اضافی رقم غرباء میں تقسیم کر دینے کا فیصلہ کیا ہے، اس لئے کہ وہ حقیقت کے اعتبار سے سود ہے اور سود بہر حال حرام ہے، ہاں البتہ باہر ممالک جانے والے کے پاس اگر علاج کے لئے روپے موجود نہ ہوں اور حصول رقم کی کوئی اور شکل بھی نہ ہو تو وقتی طور پر انشورنس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ قرض کی حیثیت ہوگی جو بعد میں ادا کر دینا ہوگا، اس کی قدرے تفصیل دفعہ ایک کے تحت ذکر کی جا چکی ہے۔

### خلاصہ بحث:

۱۔ میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) ناجائز اور حرام ہے۔



- ۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے وہ شرعاً سود ہے جس کی حرمت نصوص شرعیہ میں واضح کر دی گئی ہے۔
- ۳- سرکاری ونجی اداروں کے انشورنس کا ایک ہی حکم ہے۔
- ۴- سرکاری انشورنس کی طرف سے علاج و معالجہ کے لئے مطلوبہ یا مقررہ دی گئی رقم کو امداد و تعاون کا نام نہیں دیا جاسکتا ہے۔
- ۵- سود و قمار اور ناجائز امور سے بچتے ہوئے امداد باہمی کی شکل اور تفصیل سے بیان کر دی گئی ہے۔
- ۶- باہر ممالک جانے والوں کے لئے جبری انشورنس جائز ہے، البتہ بضرورت انشورنس کی سہولت سے استفادہ درست نہیں ہے۔

☆☆☆

## صحت بیمہ کے شرعی احکام

منفقی مجریٹا بدعلی قاسمی ۶۶

اس میں شک نہیں کہ انشورنس کی متعدد صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم ایک جیسا نہیں ہے، ”میڈیکل انشورنس“ کی جو تفصیل سوالنامہ میں مذکور ہے اس سے واضح ہے کہ یہ کوئی مالی لین دین نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیاد تعاون باہمی ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انشورنس کی ابتداء ہوئی ہی ہے تعاون باہمی کے لئے، لیکن بعد میں سود و قمار آمیز صورتیں پیدا کر دی گئیں، لیکن ”میڈیکل انشورنس“ کی مسئلہ صورت تعاون باہمی ہی پر مبنی ہے، اس لئے رقم کے نزدیک میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہے، تائید کے لئے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی ایک تحریر ملاحظہ ہو جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں رقم فرمایا ہے:

”میڈیکل انشورنس کی جو تفصیل سوال میں بیان کی گئی ہے چونکہ اس کے کسی مرحلہ میں سود یا قمار نہیں اور بھی کوئی چیز خلاف شریعت نہیں، اس لئے امداد باہمی کی یہ صورت بلا کر بہت جائز بلکہ مستحسن ہے، علماء کرام کی طرف سے انشورنس اور امداد باہمی کی جو جائز صورتیں مختلف مواقع پر تجویز کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے، مگر فسوس کہ مسلمان ملکوں میں اس طرف توجہ نہ دی گئی، کاش! ان کو بھی توفیق ہو کہ وہ انشورنس کی رائج الوقت حرام صورتوں کو چھوڑ کر جائز صورتیں اختیار کر لیں“ (تفصیل کے لئے دیکھئے: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۲۵۸)۔

## ۲- صحت بیمہ میں اضافی رقم سے استفادہ:

صحت بیمہ کرانے والا بیمار ہونے پر اپنی جمع شدہ رقم سے کہیں زیادہ خطیر رقم سے مستفید ہوتا ہے، وہ اس کے حق میں جائز ہے، کیونکہ اس پر اس کی جمع شدہ رقم سے زائد خرچ ہونے والی رقم اس انشورنس اسکیم میں حصہ لینے والوں کی طرف سے تبرع ہے تبرع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر بیمہ کنندہ یہی سمجھ کر رقم جمع کرتا ہے کہ اگر میں بیمار نہیں ہوا تو اس کا بیمار ہونے والا بھائی اس رقم سے استفادہ کرے گا اور رقم کبھی واپس نہیں لے گا۔

## ۳- سرکاری اور غیر سرکاری میڈیکل انشورنس کے درمیان فرق ہے؟

رقم کے نزدیک جس طرح سرکاری ”میڈیکل انشورنس“ ادارہ سے صحت بیمہ کرانا جائز ہے، اسی طرح پرائیوٹ ادارہ سے بھی جائز ہے، البتہ ایک شرط ہے کہ پرائیوٹ ادارہ جمع شدہ رقم کو سود یا حرام پر مبنی کاروبار میں انویسٹ نہ کرنا ہو۔

## ۴- سرکاری میڈیکل انشورنس سے ملی ہوئی رقم تعاون ہے:

سرکاری انشورنس ادارہ ہو یا پرائیوٹ، وہ اولاً تو اپنے ہی ادارہ کی جمع شدہ رقم خرچ کرتا ہے، پھر بھی رقم کم پڑ جائے تو کسی اور محکمہ کی طرف تعاون کا ہاتھ پھیلاتا ہے، اس لئے اگر سرکاری انشورنس ادارہ کے پاس مطلوبہ علاج کے لئے بجٹ نا کافی ہو اور وہ کسی اور محکمہ سے اس کی بھرپائی کرے تو یقیناً اس کو تعاون و امداد ہی کہا جائے گا۔

## مجوزہ متبادل انشورنس:

اس میں شک نہیں کہ انشورنس کی مختلف صورتیں مروج ہیں، جن میں اکثر صورتیں قمار اور سود پر مبنی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی متبادل نظام پیش

کیا جائے، تاکہ امت مسلمہ کے لئے کوئی جائز حل نکل آئے، سوالنامہ میں مفروضہ کمپنی کی جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں، وہ تقریباً شریعت کے دائرہ میں ہیں، کاش کہ یہ مجوزہ نقشہ حقیقت بن کر امت کے سامنے جلد سے جلد آجائے، اور یہ ذہنی خاکہ عملی شکل میں تبدیل ہو، مجوزہ کمپنی کی تفصیلات ذکر کئے جانے کے بعد جو پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں ترتیب وار ان کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

۱- الف: مجوزہ کمپنی کی حدود و قیود میں ایک شرط یہ ہے کہ ممبر کی عمر ۱۵ سال سے کم اور ۶۰ سال سے زیادہ نہ ہو، تو یہ کوئی شرط فاسد نہیں، کیونکہ کمپنی جو ایک شخص اعتباری ہے اور اس کی حیثیت مضارب کی ہے، اپنے مقاصد و اہداف میں کامیابی کے لئے ایسی شرط لگا سکتی ہے جو اس کے لئے مفید ہو، چونکہ ساٹھ سال کے بعد اور ۱۵ سال سے پہلے تک موت کے امکانات بہ مقابلہ جوان عمر کے زیادہ ہوتے ہیں، اس لئے اندیشہ ہے کہ اگر بچے اور بوڑھے اسکیم میں حصہ لیں تو اموات کی شرح زیادہ ہونے سے کمپنی کا نقصان زیادہ ہوگا، یا عمر کی قید کی کوئی اور حقیقی مصلحت ہو بہر صورت یہ شرط فاسد نہیں ہے، چنانچہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ:

”ولا يملك (المضارب) أيضا تجاوز بلد أو سلعة أو وقت أو شخص عينه المالك، لأن المضاربة تقبل التقييد المفيد ولو بعد العقد“ (الدر المختار علی ہاشم رد المحتار ۳۸۶، طبع دیوبند)۔

(ایک متعین شہر، متعین سامان وغیرہ کی قید اسی لئے تو ہیں کہ رب المال کو اطمینان ہو کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہے گا، اس لئے عمر کی قید کمپنی جو اگرچہ مضارب ہے نہ کہ رب المال کی طرف سے لگانا مناسب نہیں ہے)۔

۱- ب: ایک مقررہ مدت کے بعد ہی رقم کی واپسی کی شرط فی زمانہ ایک مناسب شرط ہے یہ شرط بھی درحقیقت کمپنی کو امکانی نقصان سے بچانے کی ایک صورت ہے، کیونکہ اگر مدت کی کوئی قید نہ

ہو تو ایسا ممکن ہے کہ کمپنی میں مال لگانے والے اکثر سرمایہ کار کسی وجہ سے اچانک لڈ پڑیں اور اپنا سرمایہ واپس کرنے کا مطالبہ کریں، اور ایسا بعض کمپنیوں کے ساتھ ہو چکا ہے، اور اس کے بعد کمپنی ہی ختم ہوگئی، اس شرط کے جواز کو اس جزئیہ پر بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، جو فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر رب المال عقد مضاربت ختم کرنا چاہے تو اگر مضاربت کا مال عروض کی شکل میں ہو تو مضاربت یکنخت ختم نہیں ہوگی، بلکہ مضارب کو موقع دیا جائے گا کہ وہ عروض کو بیچ کر اٹھان لوٹائے اور پھر مضاربت ختم کرے۔

”ولا یملک المالك فسخها فی هذه الحالة بل ولا تخصیص الاذن، لأنه عزل من وجه“ (رد المحتار علی ہاشم رد المحتار ۳/۲۸۹، طبع نعمانیہ دیوبند)۔  
لہذا صورت مسئولہ میں کمپنی کو بھی اپنی مصلحت کی خاطر ایک متعین مدت کے بعد ہی رقم واپسی کی شرط لگانا جائز ہے۔

۱-ج: سرمایہ کا ایک حصہ امدادی فنڈ کے لئے مخصوص کرنے کی شرط شرط فاسد ہے، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر خرید اور فروخت کنندہ پر یہ شرط لگائے کہ وہ خریدار کو فلاں چیز بہہ کرے تب ہی وہ اس سے سامان خریدے گا تو یہ شرط فاسد ہوگی۔

”و کذا ما اشتراه علی أن یلفعه البائع إلیه قبل دفع الثمن..... أو علی أن یهبه البائع منه کذا“ (رد المحتار مع الدر ۳/۲۱۱، باب البیع الفاسد)۔

فقہاء کی یہ عبارت اگرچہ بیع سے متعلق ہے، لیکن بیع کی طرف عقد مضاربت میں بھی تقاضہ عقد کے خلاف شرط لگانا درست نہیں، اور ایسی شرط شرط فاسد سمجھی جاتی ہے، اس لئے سرمایہ کا ایک حصہ امدادی فنڈ کے لئے مخصوص کرنے کی بات بہ طور شرط نہ رکھی جائے، بلکہ سرمایہ دار کو اس کی ترغیب دی جائے، اور اسے کمپنی کی مصلحت وغیرہ سمجھائی جائے، اور اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ بہ رضا و رغبت امدادی فنڈ کے لئے بھی کچھ مختص کرے، بہر حال اس کو شرط کا درجہ

نہ دیا جائے، واضح ہو کہ اگر اسے شرط کا درجہ نہ دینے کی وجہ سے بعض لوگ امدادی فنڈ میں رقم دینے پر آمادہ نہ ہوں اور اس کی وجہ سے کمپنی کے نظام میں خلل کا اندیشہ ہو تو اس کی تلافی اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ ممبروں کے لئے نفع کا جو تناسب رکھا گیا ہے اس میں معمولی کمی کر دی جائے تاکہ کمپنی کو کچھ زیادہ نفع مل سکے، پھر اس زائد نفع کو امدادی فنڈ میں رکھ دیا جائے۔

۲- مضاربت یا شرکت کا معاملہ فریقین کرتے ہی اس لئے ہیں کہ سرمایہ سے دونوں فائدہ اٹھائیں، اور اس طرح کے معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے اہم بنیاد یہ ہے کہ فریقین نفع و نقصان میں برابر شریک ہوں، اس لئے مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد جمع کردہ رقم سے زائد ملنے والی رقم جبکہ نفع و نقصان میں دونوں شریک ہوں درست ہے۔

۳- مقررہ مدت سے قبل موت کی صورت میں امدادی فنڈ سے طے شدہ رقم کی تکمیل درست ہے، کیونکہ یہ محض ایک تبرع اور تعاون ہے، اور کسی پر تبرع احسان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۴- چند اقساط کی ادائیگی کے بعد ادائیگی بند کر دینے پر جمع کردہ رقم کا پورا حساب کر کے لیما دینا درست ہے، کیونکہ شرعی اصول یہی ہے کہ سرمایہ دار کو ایک متعین اقساط کی ادائیگی پر مجبور نہ کیا جائے، بلکہ اسے اس میں آزاد رکھا جائے، اگرچہ کمپنی کی مصلحت کی وجہ سے ایک متعین اقساط کی ادائیگی کی بات کہی گئی ہے، لیکن یہ ایک کونہ مجبوری (کمپنی کی مصلحت) کے تحت ہے، اصل تو سرمایہ دار کو آزاد رکھنا ہے کہ چاہے وہ جتنا قسط ادا کرے، اسی کے مطابق اس کے ساتھ نفع و نقصان کا معاملہ کیا جائے، اس لئے صورت مسئولہ درست ہے۔

۵- جمع شدہ رقم میں کمی کی تلافی امدادی فنڈ سے لازمی طور سے کرنا ایک شرط زائد ہے، کیونکہ جو چیز تبرع و انعام کی قبیل کی ہو وہ اصلاً لازم نہیں ہوتی، اور بندہ کے واجب کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی، البتہ اسے اخلاقاً واجب قرار دیا جاسکتا ہے، جس طرح وعدہ کا وفا اخلاقاً واجب

ہے نہ کہ قانوناً، اس لئے صورت مسئولہ میں امدادی فنڈ سے کمی کی تلافی کو عقد و معاملہ کے تحت قانون کا درجہ نہ دیا جائے، بلکہ عقد و معاملے کے وقت یہ صراحت کی جائے کہ کمپنی فضل و احسان کرتے ہوئے کمی کی تلافی امدادی فنڈ سے بھی کر سکتی ہے، اور چونکہ امدادی فنڈ میں تصرف کا حق کمپنی کو ہے، اس لئے اس عقد تصریح کو نافذ کرنے میں آئندہ مشکلات بھی (انشاء اللہ) پیش نہیں آئیں گی۔

☆☆☆

## موجودہ حالات میں میڈیکل انشورنس

مولانا عطاء اللہ تاشکی

تمہید:

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میڈیکل انشورنس کا نظام بھی تعاون و امداد باہمی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ کاروباری بنیاد پر ہے، دلیل یہ ہے کہ کمپنی جب تک بیمہ دار سے ایک مقررہ رقم کی ادائیگی کا معاہدہ نہ کرالے اور بیمہ دار اس کی کوئی قسط نہ ادا کر لے اس وقت تک مدد دینے یا علاج کا خرچہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی، لہذا یہ سودے بازی ہوتی، تعاون و امداد نہیں ہوا، عرف عام میں تعاون بلا معاوضہ اور بطور احسان مدد اور امداد کے معنی میں بولا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ جو بوڑھے ہوں یا شدید بیماری میں مبتلا ہوں تو یہ لوگ اپنا انشورنس نہیں کر سکتے، حالانکہ دوسروں کی بہ نسبت یہ لوگ یا ان کے ورثاء تعاون و امداد کے زیادہ مستحق ہیں۔

میڈیکل انشورنس کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ”اس انشورنس کا بنیادی مقصد کسی فریق کی جانب سے نفع اندوزی نہیں، (یہ ایک گمراہ کن مغالطہ ہے، کیونکہ اگر انشورڈ شخص بیمار نہیں ہوا تو کمپنی اس کی اصل رقم ہضم کر جاتی ہے اور اس کا سود یا نفع ہمیشہ کھاتی رہے گی، کیا یہ نفع اندوزی نہیں ہے؟) بلکہ حکومت کی سوشل سیکورٹی (سماجی تحفظ) کی ذمہ داری ادا کرنے کی ایک صورت ہے“ کو یا میڈیکل انشورنس کے تحت ملنے والی طبی سہولیات کو حکومت کی سوشل



سیکورٹی کا نام دے کر اسے جائز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، حالانکہ ان دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کے تحت ملنے والی طبی سہولت و امداد صرف اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جس نے انشورنس کر لیا ہو اور پریمیم کی رقم بھی جمع کر چکا ہو، بصورت دیگر اس کی طبی سہولیات سے استفادہ ناممکن ہے، جب کہ حکومت کی سوشل سیکورٹی حکومت کے ہر شہری کے لئے ہوتی ہے خواہ انشورڈ ہو یا نہ ہو۔

حکم:

لائف انشورنس کی طرح میڈیکل انشورنس کرنا حرام ہے، کیونکہ علت حرمت قمار اور ربا دونوں میں مشترک طور پر موجود ہے ☆۔

۱- سوال نامہ کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ ”آدمی اپنے اختیار سے ایک طے شدہ رقم سال بھر کے لئے جمع کرنا ہے جس کی بنیاد پر اس سال کے دوران پیدا ہونے والی کسی پیچیدہ بیماری کے علاج کے لئے وہ ایک بڑی رقم (جس کی زیادہ سے زیادہ حد معاملہ کے وقت متعین ہو جاتی ہے) کا مستحق قرار پاتا ہے اور اس سال بیمار ہونے کی صورت میں اس کی جمع کردہ رقم یا اس کا کوئی حصہ واپس نہیں ملتا“ ظاہر بات ہے کہ بیماری کا حال معلوم نہیں کہ واقع ہوگی یا نہیں؟ اور ہوگی تو کب اور کس پیمانہ پر؟ ایسی صورت میں فریقین (بیمہ کمپنی اور بیمہ ہولڈر) کا نفع بھی مجہول اور نقصان بھی مجہول ہے، اسی معاملہ کو شریعت میں قمار کہتے ہیں جسے قرآن کریم نے صراحتاً بلفظ ”میسر“ حرام قرار دیا ہے۔

☆ (دبیل: انشورنس کمپنی بیمہ ہولڈر سے مقررہ وقت کے لئے متعین رقم لیتی ہے اور اس کے عوض میں اس کی جمع کردہ رقم سے کہیں زیادہ رقم بصورت خراجہ علاج دیتی ہے۔ یہ زیادتی شرط اور میعاد کے عوض میں ہوتی ہے جو بلا اعتبار اور سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ دیون میں میعاد کے مقابلہ میں جو منافع بطور شرط یا معروف دیا جائے وہ شریعت کی اصطلاح میں سود ہے)۔

۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے، اتنی ہی رقم کی مالیت کے علاج سے استفادہ کرنا اس کے لئے جائز ہے، اس رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا حرام ہے۔

دلیل:

بیمہ کمپنی اور بیمہ ہولڈر کے درمیان باقاعدہ معاہدہ ہوتا ہے کہ ہولڈر متعینہ مدت کے لئے مقررہ رقم جمع کرے گا تو اس مدت کے دوران پیدا ہونے والی بیماری کے علاج کے لئے وہ بڑی رقم کا مستحق ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمع شدہ رقم سے زائد رقم مشروط طور پر میعاد کے عوض میں ملتی ہے جو ربا ہے، کیونکہ ربا کا تحقق معاوضات میں ہی ہوتا ہے جس کے لئے عقد شرط ہے۔

۳- میڈیکل انشورنس اصلاً ربا اور قمار کا معاملہ ہے، اس لئے یہ ادارہ سرکاری ہو یا نجی بہر صورت اس سے استفادہ حرام ہوگا، حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

رہ جاتی ہے یہ بات کہ ماگہانی حادثات کی صورت میں متاثرہ افراد کی امداد حکومتوں کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے، تو اگر حکومت بلا کسی پیشگی شرط اور انشورنس کے سوشل سیکورٹی کے تحت انسانی بنیادوں پر امداد دے تو اسے عطیہ قرار دیا جاسکتا ہے اور اس سے استفادہ جائز ہو سکتا ہے۔ بصورت دیگر استفادہ جائز نہیں ہوگا۔

۴- انشورنس کا سرکاری ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔

دلیل:

انشورنس کمپنی علاج کے لئے رقم اسی وقت دے گی جب کہ وہ بیمہ دار سے مقررہ مدت کے لئے مقررہ رقم کی ادائیگی کا معاہدہ نہ کرالے اور پھر بیمہ دار اس کی کوئی قسط ادا نہ کر دے، بصورت دیگر کمپنی ایک جب دینے کی روادار نہیں ہو سکتی، لہذا کمپنی کی طرف سے ملنے والی رقم

کاروباری صحیح معنی میں سودے بازی نوعیت کی ہے، اس کو کسی صورت میں امداد و تعاون نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ عرف عام میں بلا معاوضہ بطور احسان محض انسانی بنیادوں پر مدد کرنے کو تعاون اور امداد کہتے ہیں، انشورنس اس کے بالکل ضد ہے۔

انشورنس میں تعاون و امداد کے بالکل منافی جو چیز پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ خوش حال سرمایہ دار کو ضرورت مندنا دار سے زیادہ دیا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ سرمایہ دار بڑی رقم کا بیہ کراتا ہے تو وفات یا آفت کے وقت اس کو زیادہ حصہ ملتا ہے جب کہ تعاون و امداد کا ادنیٰ اصول یہ ہے کہ محتاج یا مصیبت زدہ کو دوسرے سے زیادہ دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ”انشورنس“ لائف ہو یا میڈیکل، سرکاری ہو یا نجی درحقیقت بے محنت دولت کمانے کا ناقص حصول زر اور چال بازی سے دوسروں کی کمائی ہتھیانے کا ذریعہ ہے اس کو تعاون و امداد کہنا گمراہ کن مغالطہ ہے۔

۵- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے، ان ملکوں میں میڈیکل انشورنس کرنا مجبوری ہے، اس لئے بوجہ مجبوری محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے، اور بیمار ہو جانے کی صورت میں انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھانا بوجہ مجبوری درست ہوگا، اس کا یہ حکم بالکل لائف انشورنس کے حکم کی طرح ہے۔ حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں:

”لائف انشورنس“ کو جائز نہیں کہا جاسکتا، البتہ شدید مجبوری کی بات دوسری ہے، مثلاً قانوناً لازم ہو جائے یا مثلاً ملازمت نہ ملے، یا مثلاً ملازمت برقرار ہو بحال نہ رہے اور بغیر ملازمت کے گزارہ یا معاشرہ قائم نہ رہے تو بوجہ مجبوری محض مجبوری کے بقدر گنجائش نکل سکتی ہے (ظہام الفتاویٰ ۲/۲۵۲)۔

۶- میڈیکل انشورنس: متبادل کیا ہے؟

ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ موجودہ دور میں صنعتی انقلاب ماحولیاتی عدم توازن اور

نت نئے غذائی اجناس کے استعمال کی وجہ سے امراض اور امراض کی پیچیدگیاں بڑھ رہی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ علاج معالجہ کے نئے طریقے دریافت ہو رہے ہیں پھر بھی بہت سے امراض لا علاج ہوتے جا رہے ہیں، علاج بھی اتنا گراں ہوتا جا رہا ہے کہ متوسط آمدنی والوں کے بس سے باہر ہے کہ جدید علاج سے مستفید ہو سکیں۔

امراض کی پیچیدگی، لا علاج امراض کی زیادتی، علاج کے لئے سرمایہ کی کمی، یہ چیزیں جہاں حضرت انسان کی بے بسی کو ظاہر کرتی ہیں وہیں انسانیت کو امداد و تعاون، رحمت و مروت کا محتاج بنا دیتی ہیں، لیکن شقی القلب یہودی ساہوکاروں نے انسانیت کی اس مجبوری کو بھی اپنی زر اندوزی اور نفع خوری کے لئے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا اور انشورنس، تعاون و امداد کے دل فریب عنوان سے اپنا جال بچھایا اور اس زور و شور سے پروپیگنڈہ کیا کہ آج ہر شعبہ زندگی کی طرح صحت و مرض اور علاج کا شعبہ بھی پوری طرح ان کی گرفت میں ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ انشورنس تعاون و امداد سے کوسوں دور ہے، ربا اور قمار کا یہ معجون مرکب بہر حال مسلمانوں کے لئے ناقابل عمل اور ناقابل قبول ہے، اس یہودی نظام نے ہماری دنیا بھی خراب کر رکھی ہے اور ہماری آخرت بھی۔

اس سلسلہ میں یہ طریقہ کار بھی صحیح نہیں کہ ماہرین شریعت کی طرف رجوع کر کے ان سے کہا جائے کہ بیمہ کو حلال کر دیں یا ضرورت و مجبوری کے نام پر کوئی حیلہ نکالیں، بلکہ اس کا صحیح حل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جگہ جگہ خیراتی اور رفاہی ادارے قائم کئے جائیں جس میں تبرعات اور چندے اکٹھا کر کے فنڈ قائم کیا جائے اور اس سے غریبوں اور ضرورت مندوں کے علاج کا انتظام کیا جائے، اور خود چندہ دہندگان بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ مسلم سرمایہ دار بطور وقف اعلیٰ معیار کے اسپتال اور میڈیکل کالج قائم کریں جس کے دروازے پوری قوم کے لئے کھلے ہوں اور اس کی آمدنی سے ضرورت مندوں اور غریبوں کا علاج بھی کیا جائے۔

تحریر و آراء:

## میڈیکل انشورنس کا شرعی حکم

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

- ۱- جو زندگی کے بیمہ کا حکم ہے وہی اس کا بھی ہونا چاہئے (یعنی عدم جواز)۔
- ۲- اگر بیمار نہیں پڑا تو جمع کردہ رقم سوخت ہو جاتی ہو تو اس میں تمنا کی شان آگئی، لہذا ناجائز ہوگا۔ ہاں اگر جمع شدہ کل رقم واپس مل جاتی ہو تو پھر زیادہ مالیت سے استفادہ کمپنی کی طرف سے کو یا تمہرے ہونے کی وجہ سے شرعاً جائز ہوگا۔
- ۳- جب دونوں، عقد ایک ہی طرح کے ہیں تو دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوگا (جو اوپر ۲ میں مذکور ہوا)۔
- ۴- اگر پہلے سے رقم جمع کرنے کی شرط کے بغیر سرکاری ادارہ مدد دیتا ہے تو اس کا استعمال درست ہوگا، ورنہ وہی حکم ہوگا جو اوپر (۲ و ۳) میں گذرا۔
- ۵- اس مقصد سے خیراتی و امدادی ادارے قائم کئے جاسکتے ہیں، بلکہ بعض جگہ قائم بھی ہیں جن میں بغیر کسی پیشگی رقم کی ادائیگی کی شرط کے یا اس جیسی کوئی اور شرط لگائے بغیر ہی ضرورت مندوں کی مدد کی جائے۔

۶- حکومتی قانون کی مجبوری کو فقہاء نے ”حاجت“ کے درجہ میں رکھا ہے، بنا پر یہ حاجت کی وجہ سے جو محظورات جائز ہو جاتے ہیں وہ اس صورت میں بھی جائز ہو جانے چاہئیں، لیکن اس صورت میں ایک ضروری بات یہ ملحوظ رکھنی ہوگی کہ جن ملکوں میں ایسے قوانین رائج ہیں جو اصلاً ممنوع شرعی ہیں وہاں کا یہ شخص یا تو اصل باشندہ ہو یا باہر کا کوئی شخص وہاں ایسے کام سے گیا ہو جس کے لئے جانا شرعاً گزیر تھا، ورنہ ایسے ملکوں میں جانا اتنی مدت تک یہ قانون لاگو ہو جائے شریعت کے اصل حکم کی رو سے جائز نہیں، لہذا ایسے لوگوں کے لئے وہاں کے قانون کو ”حاجت“ کا درجہ دینا بھی شاید محل نظر ہو جائے (مؤخر الذکر لوگوں کے لئے)۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات

سوالنا قاضی عبدالجلیل قاسمی ✽

- ۱- میڈیکل انشورنس صریحاً خالص قمار (جو) ہے۔
- ۲- صحت بیمہ کرنے والا جو اضافی رقم لیتا ہے یا علاج سے مستفید ہوتا ہے وہ قمار میں حاصل کردہ رقم کے حکم میں ہے۔
- ۳- سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔
- ۴- سرکاری ادارہ علاج کی ضرورت پر جو رقم دیتا ہے اس کو امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔
- ۵- میڈیکل انشورنس کے بجائے اگر مسلمان شرعی نظام کے تحت بیت المال قائم کریں اور اس میں تمام صدقات واجبہ کی رقم جمع ہو تو غریبوں کے لئے صرف علاج ہی نہیں ان کی دوسری ساری ضروریات کی کفالت ہو سکتی ہے۔
- ۶- جن ممالک میں وہاں جانے والوں کے لئے ”میڈیکل انشورنس“ لازم کر دیا گیا ہے وہاں کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ حکومت اپنے یہاں آنے والوں سے اتنی رقم بطور فیس لیتی ہے اگر وہ بیمار نہ پڑے تو فیس ادا کر چکا ہے، اور اگر بیمار ہو جائے تو حکومت کی طرف سے اس کے علاج پر جو خرچ ہوا اس کی طرف سے امداد و تعاون تصور کیا جائے گا۔

## صحت بیمہ قمار اور سود پر مبنی ہے

مفتی محبوب علی و شبلی، راپور

۱، ۲ - ”میڈیکل انشورنس“ یعنی صحت کا بیمہ کرانا جو سود و ونوں پر مبنی ہے، بیمار نہیں ہوا تو جمع شدہ رقم گئی اور بیمار ہوا تو جمع شدہ رقم سے زیادہ حاصل کی، پہلی صورت میں جو ہے اور دوسری صورت میں سود ہے۔

۳، ۴ - حکومت اگر بطور امداد پر رقم دے، مثلاً پبلک سے کہے کہ اس بیمار کے علاج میں جو خرچ آئے گا اس کا اتنا فیصد تم کو دینا ہوگا اور باقی خرچ ہم کریں گے تو یہ جائز ہے، لیکن متعین کر کے ایک رقم لیما اور یہ کہنا کہ اگر تم مدت معینہ میں بیمار نہیں ہوئے تو یہ رقم واپس نہیں ہوگی یہ جو ہے جو ناجائز ہے اور نجی کمپنیوں کی نیت تو تجارت کی ہے، اس لئے یہ اور بھی زیادہ برا ہے، البتہ جن ممالک میں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے، نہ ان کی مؤثر طاقت ہے وہاں ”الضرورات تیج الخطورات“ کے تحت اس قانون پر انشاء اللہ عمل کرنے سے معافی کی امید ہے۔

۵ - اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی متبادل صورت میں نے اوپر لکھی ہے کہ جتنا وہ غریب یا وہاں کا باشندہ دے سکتا ہے وہ دے باقی کورنمنٹ دے یا پھر ملکی مسلمان حکومت یہ کام مدزکوۃ سے بھی کر سکتی ہے۔

۶ - اس کا جواب بھی ”الضرورات تیج الخطورات“ میں آ گیا کہ وہ انشورنس کر سکتے ہیں اور اس سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔



## میڈیکل انشورنس خالص قمار آمیز ہے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ۶۶

اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے، موجودہ صنعتی انقلاب، فضائی آلودگی اور غذائی اجناس میں کیمیکلس کے غیر معمولی استعمال نے انسان کو مجموعہ امراض بنا دیا ہے یہ امراض اتنے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ علاج میں غیر معمولی اخراجات برداشت کرنے ہوتے ہیں، اس لئے غربا اور اوسط آمدنی والے خاندان اس اخراجات کے متحمل نہیں ہوتے ایسے میں یا تو وہ گھٹ گھٹ کر مرجائیں یا پھر کوئی ایسا رابطہ انشورنس کمپنیوں سے بنائیں جو ان کے مشکل وقت میں کام آئے اور ہر علاج کے لئے رقم فراہم کر دے، انسان کی فطری خواہش کا تقاضا ہے کہ وہ ان کمپنیوں سے رابطہ بنائے جو صحت کا بیمہ کرتی ہیں اور صرف اسی کام کے لئے قسطیں جمع کراتی ہیں۔

۱- اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ سرکاری یا نجی کمپنیاں فرد یا پورے خاندان کا ”میڈیکل انشورنس“ کرتی ہیں ان کی عمر اور جسمانی صلاحیت کے اعتبار سے علاحدہ علاحدہ رقمیں طے کر کے اس کی قسطیں سال بھر میں جمع کرنی ہوتی ہیں، سال بھر میں اگر انشورنس کرانے والا بیمار ہو گیا تو کمپنی اس کے علاج کا خرچ برداشت کرتی ہے اگر بیمار نہیں ہوا تو سال بھر کے بعد وہ رقم کمپنی کی ملکیت ہو جاتی ہے اس صورت کو شریعت کی اصطلاح میں قمار کہتے ہیں جو جائز نہیں ہے۔

۲- اب اگر کسی نے صحت بیمہ کر لیا، اور ضرورت پر زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوا

تواضانی رقم کا حکم قمار کے ذریعہ حاصل کردہ رقم کا ہوگا۔

۳- اور اس مسئلہ میں سرکاری اور نجی اداروں کا حکم یکساں ہوگا، کیونکہ دونوں کے طریقہ کار میں فرق نہیں ہے، صرف یہ کہنا کہ سرکاری ادارے، سماجی تحفظ کے ارادے اور نجی کمپنیاں منافع کے حصول کے لئے یہ بیمہ کراتی ہیں اور سرکاری انشورنس ادارہ کی طرف سے خرچ کی گئی زیادہ رقم کو امداد و تعاون مان لیا جائے، صحیح نہیں، کیونکہ جو رقم بیمار نہ ہونے کی شکل میں بیمہ کمپنیوں کی ملکیت ہوگی اس کو معاملات کے کس خانے میں ڈالا جائے گا؟ صحیح یہ ہے کہ انشورنس کرنے والا ادارہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری اس کا جو طریقہ ہے اس کی وجہ سے یہ خالص قمار ہے۔

۴- اس مسئلہ کا حل یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی ایسی کمپنی ہو جس کا کاروبار حلال ہو اس کے شیئر ہولڈرس ہوں جن کے خالص منافع کی رقم اسی کام کے لئے مختص ہو، بیمار نہ ہونے کی صورت میں وہ رقم سال بسال شیئر ہولڈر کے نام جمع ہو، بیمار پڑ گیا۔ اس کی جمع شدہ رقم علاج کے لئے کافی نہ ہو تو کمپنی کے دوسرے شیئر ہولڈر کی خالص آمدنی سے بطور قرض اس رقم کو لیا جائے اور آئندہ سالوں کے منافع سے اس فرد خاص کی رقم سے قرض کی ادائیگی ہوتی رہے تاکہ ساری رقم واپس ہو جائے، اور اگر شیئر ہولڈر کا انتقال ہو جائے تو اس کے حصص کی قیمت، نیز منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے قرض کی وصولی کی جائے، اور اس کے بعد بھی کچھ رہ جائے تو سارے شیئر ہولڈرس امداد و تعاون کے جذبہ سے اسے معاف کر دیں۔

۵- البتہ جن ممالک میں شہریوں پر یا وہاں جانے والوں پر ”میڈیکل انشورنس“ لازم قرار دیا گیا ہے تو بردار و رغبت نہیں، مجبوری کی وجہ سے انشورنس کرانے کی گنجائش ہوگی، اور حالت اضطرار میں انشورنس کی اس خاص صورت سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔

## صحت بیمہ ناجائز ہے

منفق جمیل احمد ذہیری ۶۶

۱- میڈیکل انشورنس میں مختلف طے شدہ رقمیں، مختلف متعین کردہ بیماریوں کے ہونے کے اندیشہ کے تحت علاج کی امید پر دی جاتی ہیں، اور دینا بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے کہ دی ہوئی رقم سے کہیں زیادہ علاج کے اخراجات برداشت کئے جائیں گے اور متعین کردہ بیماریاں نہ ہونے کی صورت میں جمع کردہ رقم واپس نہ ملے گی۔

اس معاملہ پر قمار (جو) کی تعریف ”تملیک علی الخطر“ صادق آتی ہے، قمار میں بھی لگائی ہوئی رقم سے زیادہ ملنے کی امید ہوتی ہے اور لگائی ہوئی رقم ضائع چلی جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

لہذا میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرانا جائز نہیں۔

۲- جمع کردہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا ممنوع نہیں، لیکن مشروط ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

۳- سرکاری اور نجی اداروں کا طریقہ کار چونکہ ایک ہی ہے، اس لئے مقصد کے فرق کے باوجود، حکم ایک ہی رہے گا، اور وہ ہے دونوں کی حرمت۔

۴- سرکاری انشورنس ادارہ یا نجی ادارہ جو مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے، اس کو سرکاری یا نجی ادارہ کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ دیا جاسکتا تھا، اگر مشروط نہ ہوتا بلا تعین رقم، اور بلا شرط رقم ہوتا۔

۵- متبادل صورت یہ ہے کہ حکومت کا محکمہ صحت غرباء کے علاج کے لئے مخصوص رقم فراہم کرے، اس کا طریقہ کار ایسا ہو جس سے رقم کی وصولی غرباء کے لئے آسان ہو اور جلد ہو جائے اور ایسا انتظام کرے کہ رقم مستحقین تک پہنچے، بیچ میں نہ رہ جائے یا غیر مستحقین اس سے نہ فائدہ اٹھانے لگیں، یہ انتظام ان مخصوص بیماریوں کے لئے جن کے علاج میں کافی سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایسا انتظام نجی فلاحی ادارے بھی کر سکتے ہیں۔

اسی طرح سرکاری و نجی اسپتالوں کی آمدنی سے ایک فنڈ غرباء و متوسط طبقہ کے علاج کے لئے مختص کیا جائے اور پوری جانچ پڑتال کے بعد مستحقین تک پہنچایا جائے، اور علاج کرانے والے غرباء یا ان کے متعلقین سے کہا جائے کہ وہ بطور چندہ، جتنی رقم اس فنڈ میں دے سکیں، دے دیں، اس کا لحاظ کئے بغیر کہ علاج پر خرچ کتنا آئے گا۔

۶- قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے کی گنجائش ہے، ایسے لوگوں کے پاس اگر علاج کی رقم نہ ہو تو انشورنس کی سہولت سے فائدہ اٹھالیں، گنجائش ہو جانے کے بعد اتنی رقم صدقہ کر دیں، اور اگر غریب و مفلوک الحال ہوں تو صدقہ کی ضرورت نہیں۔

## میڈیکل انشورنس

مولانا عبداللطیف پالپوری ۶۶

- ۱- میڈیکل انشورنس (صحت بیمہ) کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ بیمہ قمار اور سود پر مشتمل ہے اور یہ دونوں بڑے سنگین گناہ ہیں جن کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔
- ۲- اگر کسی نے لاعلمی میں صحت بیمہ کر لیا ہو تو اس پر توبہ استغفار لازم ہے، اور جمع شدہ رقم سے زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ سود ہے۔
- ۳- میڈیکل انشورنس کا تعلق سرکاری ادارہ سے ہو یا نجی ادارہ سے دونوں صورتوں میں ناجائز ہے، عدم جواز کی علت (سود، قمار) دونوں صورتوں میں موجود ہے۔
- ۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے یہ ایک مخصوص رقم انشورنس ادارہ میں جمع کرنے کے ساتھ مشروط ہے، لہذا اس کو سرکار کی طرف سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، بلکہ یہ سود ہے جو حرام ہے۔
- ۵- مسلمانوں کو چاہئے کہ عطیات کی مدد سے ہر شہر میں اپنا الگ اسپتال قائم کریں، جس میں دواؤں وغیرہ ہر طرح کی سہولیات فراہم کی جائے، نیز صدقات و زکوٰۃ کی مدد سے غرباء کو مفت علاج بھی فراہم کیا جاسکتا ہے، سرکاری طور سے ایسے اسپتال ہیں جن میں غریبوں کے لئے علاج

کی سہولت فراہم ہے۔

۶- فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: ”الضرورات تبیح المحظورات“ ضرورت نا جائز اشیاء کو مباح کر دیتی ہے، جن ممالک میں میڈیکل انشورنس کرانا وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے ضروری کر دیا گیا ہو، ان کے لئے اس فقہی قاعدہ کے تحت میڈیکل انشورنس کی گنجائش ہے۔

لیکن بیمہ کمپنی میں حثنی رقم جمع ہوتی ہے اس سے زیادہ علاج کی سہولت حاصل کرنا جائز نہیں ہے، زائد رقم غرباء اور محتاجوں میں بلا نیت ثواب تقسیم کر دی جائے، ابدتہ اگر خود ہی محتاج ہو تو بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لینے کی گنجائش ہے (فتاویٰ جمعہ ۱۳۳۶/۶)۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس شرعاً ناجائز

مولانا نیاز احمد عبدالحمید مدنی

- ۱- ناجائز ہے۔
- ۲- ناجائز ہے۔
- ۳- دونوں کا حکم ایک ہوگا۔
- ۴- مذکورہ تفصیل کے روشنی میں اس کو تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔
- ۵- ملکی، صوبائی، ضلعی اور قریبی پیمانہ پر زکوٰۃ کا اجتماعی نظام، بیت المال کا قیام، رفاہی تنظیموں کا قیام، صرف طبی خدمات کے لئے رفاہی تنظیم کا قیام زکوٰۃ کے مال سے اسپتال کا قیام اور مستحقین زکوٰۃ اور فراء و مساکین کے لئے مفت علاج کا انتظام۔
- ۶- مجبوری کی حالت میں جائز ہوگا، تانوںی مجبوری کے تحت کئے گئے بیمہ سے استفادہ درست ہوگا۔

☆☆☆

## ہیلتھ انشورنس میں قمار کا عنصر ہے

مولانا محمد نعمت اللہ قادری

میڈیکل انشورنس (علاج بیمہ) کی اگر یہ صورت ہو کہ انشورنس کرانے والے کو ایک مقرر رقم نہیں، بلکہ اس مقررہ رقم کے بقدر دوا اور علاج کی سہولت حاصل ہوگی تو اسے ہم بیع اور اجارہ کی صورت کہہ سکتے ہیں جو سود پر مشتمل نہیں ہے اور جائز ہے، لیکن قمار سے پھر بھی منفر نہیں ہے کہ ایک طرف سے رقم کا ادا کیا جانا تو یقینی ہے، لیکن دوسری طرف سے طبی سہولیات کا حاصل ہونا فریق اول کے بیمار ہونے پر، بلکہ اس کی خاص بیماری پر موقوف جو غیر یقینی ہے اور قمار کی حرمت بھی منصوص بذص قطعی (قطعی الثبوت اور قطعی المدللہ) ہے، پس جب تک کہ خطر ار کی صورت نہ ہو اس کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جیسا کہ تمہید کی شق ۵ میں گذر چکا ہے اور ظاہر ہے کہ منتظر بیماری کو خطر ار چہ معنی حاجت بھی قرار نہیں دے سکتے ہیں، پس میڈیکل انشورنس کے جواز کی طرف جانا راقم الحروف کی رائے میں صحیح نہیں ہے اور سرکاری ونجی میڈیکل انشورنس کمپنی کے درمیان حکم میں میرے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے۔

جہاں تک سرکاری قانونی کے ذریعہ لزوم اور جبر کا سوا ہے تو اس مجبوری کے تحت انشورنس کرا لینے کی اجازت تو ہوگی لیکن استفادہ کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ اپنی رقم کسی طرح واپس لے لیا جائز ہوگا۔



۵- اگر بنیادی مقصد غریبوں کو گراں علاج کی سہولت فراہم کرنا ہے و فی سبیل اللہ خلق خدا کی خدمت کی نیت سے یہ کام کرنا چاہئے اور کم از کم مختلف کمپنیاں ہر بیماری نہیں تو خاص خاص بیماری کے علاج کی ذمہ داری قبول کر لے اور وہ بھی زیادہ نہیں، محدود انداز میں قبول کر لے، اس طرح اگر بہت سی کمپنیوں نے یہ کام کیا تو بہت سے غریب مریض کو گراں علاج کی سہولت حاصل ہو جائے گی۔

☆☆☆

## یہ انشورنس غیر شرعی ہے

مولانا ابوالحاجم وحیدی ☆

- ۱- میڈیکل انشورنس کے بارے میں جو تفصیل سوال نامہ میں ذکر کی گئی ہے اس کے پیش نظر وہ ناجائز ہے۔
- ۲- صحت بیمہ کرانے والا جو رقم جمع کرتا ہے اور پھر ضرورت پر اس سے کہیں زیادہ مالیت کے علاج سے مستفید ہوتا ہے وہ بھی ناجائز ہے۔
- ۳- سرکاری ونجی میڈیکل انشورنس اداروں کا حکم ایک ہی ہوگا۔
- ۴- سرکاری انشورنس ادارہ جو علاج کی ضرورت پر مطلوبہ یا مقررہ رقم دیتا ہے اس کو سرکار کی جانب سے امداد و تعاون کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔
- ۵- اسلامی نقطہ نظر سے ملکی، صوبائی، ضلعی اور مقامی سطح پر متبادل صورت یہ ہے کہ:
  - ☆ زکاۃ کا اجتماعی نظام قائم کیا جائے۔
  - ☆ بیت المال قائم کیا جائے۔
  - ☆ رفاہی تنظیمیں قائم کی جائیں۔
  - ☆ طبی خدمات کے لئے رفاہی تنظیم قائم کی جائے۔
  - ☆ صدقات واجبہ و نافلہ کے مال سے ہسپتال قائم کیا جائے جہاں غرباء و مساکین

کے لئے مفت علاج کا انتظام ہو۔

۶- جن ممالک میں میڈیکل انشورنس وہاں کے شہریوں یا وہاں جانے والوں کے لئے لازم کر دیا گیا ہے بدرجہٴ اضطرار اسے جائز مانا جائے گا، اسی طرح اگر قانونی مجبوری کے تحت انشورنس کرانے والے بیمار پر جائیں تو ان کے لئے انشورنس کی سہولت سے استفادہ جائز ہوگا۔

نوٹ: میڈیکل انشورنس کے بارے میں اوپر جو رائے ذکر کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میڈیکل انشورنس کے پورے نظام میں قمار (جو) کی روح پائی جاتی ہے جو نص صریح سے حرام ہے، انشورنس اور قمار کی مشابہت پر مولانا برہان الدین سنبھلی حفظہ اللہ نے بڑی مفصل بحث کی ہے (ملاحظہ ہو: موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل ۹۹-۱۰۰)۔

☆☆☆

## میڈیکل انشورنس اور اس کا شرعی حکم

سوالنامہ نمبر ۲۵۶

انشورنس کے موضوع پر ہند اور بیرون ہند میں کئی سمینار منعقد کئے جا چکے ہیں، خصوصاً ”اسلامک فقہ اکیڈمی“ کا چوتھا سمینار اسی موضوع پر حیدرآباد میں منعقد ہوا تھا، جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام نے شرکت کی تھی، مقالے بھی تحریر کئے گئے تھے اور اپنی قیمتی آراء بھی پیش کی تھیں اور حسب دستور تجاویز بھی پاس کی گئی تھیں۔

مگر چونکہ ”میڈیکل انشورنس“ بھی انشورنس ہی کی ایک قسم ہے، اس لئے انشورنس سے متعلق کچھ اپنے خیالات کا مختصر طور پر اظہار کر دینا بھی ضروری ہے تاکہ میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کا جواب دینے میں مطابقت رہے۔

### میڈیکل انشورنس:

سوالنامہ میں میڈیکل انشورنس کا جو تعارف کر لیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انشورنس کی یہ قسم املاک اور ذمہ داری کے انشورنس کے مشابہ ہے، لہذا اس پس منظر میں میڈیکل انشورنس سے متعلق سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱- میڈیکل انشورنس کرانا جائز ہے، کیونکہ یہ امداد باہمی کی قبیل سے ہے جس میں سود و قمار

وغیرہ کا تحقق نہ ہوگا، کمپنی کا نفع حاصل کرنا شرکاء کی اجازت سے ہے، نیز حصول نفع ایک تبعی اور طبعی چیز ہے۔

۲- جمع شدہ رقم سے زائد مالیت کے علاج سے مستفید ہونا بھی جائز ہے۔

۳- سرکاری اور نجی دونوں قسم کے اداروں سے فائدہ اٹھانا یکساں طور پر جائز ہے، کیونکہ نجی کمپنیوں کا حصول نفع کے پیش نظر اس طرح کا ادارہ قائم کرنا امداد باہمی کے منافی نہیں جیسے موجودہ پرائیویٹ تعلیمی ادارے۔

۴- انشورنس ادارہ کی جانب سے علاج کے لئے دی گئی رقم کو ادارہ کی جانب سے امداد و تعاون قرار دیا جائے گا۔

۵- انشورنس ادارہ اگر جمع شدہ سرمایہ میں اضافہ کی غرض سے غیر شرعی طریقہ اپناتا ہو تو ادارہ کا ایسا کرنا درست نہیں، بقیہ چیزیں خلاف شرع معلوم نہیں ہوتیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے مروجہ بیمہ کے صحیح بدل کی جو صورت بیان کی ہے تھوڑے فرق کے ساتھ وہ موجودہ نظام سے ملتی جلتی ہے (جوہر الفقہ ۲/ ۱۸۸ تا ۱۹۰)۔

ہندوستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں امداد باہمی کی اگر اس سے بہتر کوئی شکل بن سکتی ہو تو چھوٹے پیمانے پر ہی اس کا عملاً آغاز کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

۶- میڈیکل انشورنس میں حصہ لیما جبراً یا اختیاراً جائز ہے، لہذا علاج کے وقت اس کی سہولیات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

## میڈیکل انشورنس

جناب باگ سراج صاحب:

جناب صدر جلسہ اور مہمان خصوصی اور معزز سامعین اس وقت کا عنوان ”میڈیکل انشورنس یا ہیلتھ انشورنس“ ہے اور اس پر جو سوالات آئے ہیں اس میں جو سب سے اہم سوال ہے وہ یہ کہ ہیلتھ انشورنس جو اس وقت ہندوستان اور دنیا بھر میں رائج ہے اس کے کیا اہم مقاصد ہیں؟ ان کے تین مقاصد ہیں، پہلا مقصد کسی بھی ملک میں ہیلتھ انشورنس اور جنرل انشورنس تمام انشورنس کمپنیز کا دولت کا پیدا کرنا یا بڑھانا، یعنی کریٹ منی ہے، اب اس دولت کے کماتے ہوئے کچھ اچھے کام بھی ہو جاتے ہیں تو وہ ضمنی ہیں، دوسرا مقصد ہے خاص کر ہیلتھ انشورنس کا وہ پروجیکشن آف ہیلتھ ہے، یعنی عوام کی صحت کا خیال رکھنا، یا صحت کے لئے تحفظ کی فراہمی ہے اور تیسرا مقصد ہے انسانی زندگی اور پر اپنی کے نقصانات کی تلافی کرنا ہے، یہ تین مقاصد ہیں۔

میں صرف مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا ہوں، پوری دنیا کی عوام انشورنس ایجنسیز سے جو توقع رکھتی ہے، وہ یہی کہ ان کی بھی دولت بڑھے، اور جان و مال کے نقصانات کی تلافی کی ضمانت بھی ملے، ہندوستان میں بھی بہت سارے کام کرنے والوں کے لئے انشورنس ضروری قرار دیا گیا ہے اور ریٹائرڈ ہوتے وقت جو مختلف پنشن ملتے ہیں تو ایک تو پنشن کا بینیفٹ ملتا ہے، دوسرے گریجویٹی کا اور تیسرے انشورنس کا بینیفٹ بھی کمپلری (ضروری) میں شامل ہے تو

جس طرح عوام ان تمام چیزوں کو دولت اور منافع کے حصول کے طور پر دیکھتی ہے، حکومت بھی اسی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے، اب حکومت کے پاس جہاں دوسرے ذرائع ہیں وہیں انشورنس کے تمام ذرائع بھی ہیں، اس میں حکومت اپنے فائدہ اور بچت کے نظرینے سے پالیسی جاری کرتی ہے اور عوام اپنے فائدہ کی غرض سے پالیسی لیتے ہیں، آپ اس بچت کا اندازہ اس سے لگائے کہ ۲۰۰۵ء میں جو کل رقم لائف انشورنس کے ذریعہ جمع کی گئی اس کی تعداد پانچ سو نوے بلین کڑوڑ روپے ہے ایک ہزار بلین کا ایک بلین ہوتا ہے، اور دس لاکھ کا ایک بلین ہوتا تو اتنی رقومات جب انشورنس سے جمع ہوتی ہیں تو عوام کیا دیکھتی ہے، عوام بھی یہ دیکھتی ہے کہ اپنی بچت ہو اور اپنی پونجی بڑھے، پونجی یوں بڑھتی ہے کہ ہیلتھ انشورنس میں تو یہ نہیں ہوتا ہے، لیکن دوسرے انشورنس میں ربا دیا جاتا ہے، اس لئے اضافہ ہو جاتا ہے تو عوام دیکھتی ہے کہ اپنی پونجی میں اضافہ ہو اور دوسرا تحفظ بھی ملے ساتھ ساتھ، اس تحفظ میں زندگی کا بھی تحفظ شامل ہے، صحت کا بھی تحفظ شامل ہے اور مال کا بھی تحفظ شامل ہے تو یہ رہے انشورنس ایجنسیز کے مقاصد اور عوام کے مقاصد بھی اب ایجنسیز کا بھی سوال تھا اس میں مختلف اسپتالوں یا مختلف ایجنسیز انشورنس مہیا کرتی ہیں، یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ صرف انشورنس ایجنسیز ہی انشورنس مہیا کرتی ہیں۔

جس شخص کی کمپنیز میں تنخواہ ساڑھے چھ ہزار روپے ماہانہ سے کم ہوتی ہے اس کے لئے ہیلتھ انشورنس کا نظم ہوتا ہے، ان کے ورکروں کی پوری فیملی اور ان کے بچوں کی صحت کا خیال رکھا جاتا ہے اور وہاں پر ان کا علاج و معالجہ ہوتا ہے، یہ کورنمنٹ سیکٹر کی ایجنسی بھی کرتی ہے اور پبلک سیکٹر کی ایجنسیز بھی، یعنی مختلف کارپوریشنس ہیں، ایک سوال اسی سلسلہ میں یہ بھی آیا تھا تو جی ہاں کمپنیاں اور کارپوریشن اپنے اپنے طور پر آفیسرس اور اپنے تمام عملہ کو انشورنس کی سہولت فراہم کرتی ہے۔

اب گروپ انشورنس کی صورت میں کمپنیاں انشورنس کمپنی سے بھی انشورنس کراتی ہے،

اور خود بھی جو کمپنی کا اپنا نفع ہوتا ہے اس میں سے بھی رقومات جو ہیلتھ کے تحفظ پر آتے ہیں کمپنی خرچ کرتی ہے، تو پبلک سیکٹر ایجنسی یا پھر پرائیویٹ سیکٹر ایجنسیز جیسا کہ سول آیا MNC ملٹی نیشنل کارپوریشن کا تو، ملٹی نیشنل کارپوریشن کا تو نہیں، ابدتہ جو بلائڈ آف کمپنیز ہیں وہ تمام اپنے عملہ کو ان کے ہیلتھ کے تحفظ کے لئے انشورنس فراہم کرتی ہے۔

ان کے علاوہ سینٹرل گورنمنٹ بھی اپنے امپلائز اور عملہ کو انشورنس فراہم کرتی ہے، اس کی خاص اسکیم یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے قوانین کے تحت بنائے گئے ہیں پھر عوام الناس کے انشورنس کے لئے دو ایجنسیز ہیں، پہلے بہت ساری تھی ان کو نیشنلائز کیا گیا، ایک لائف انشورنس کارپوریشن کے نام سے اور ایک جنرل انشورنس کارپوریشن کے نام سے، اور جہاں تک ہیلتھ انشورنس کا سوال ہے تو یہ صرف جنرل انشورنس کمپنی مہیا کرتی ہے، اور ایک خاص نکتہ جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا تھا کہ ہیلتھ کے انشورنس میں رفاہی کام زیادہ نظر آتا ہے، اس تعلق سے یہ عرض ہے کہ اس وقت تک یہ بات صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ عام آدمی جو اپنے صحت کو انشورڈ کراتا ہے، اور وہ رقومات جو ایک سال کے لئے پرییم کی شکل میں دیتا ہے، اس میں اور جو جنرل انشورنس کارپوریشن جو اپنی پالیسیز کے کلیمس پہ پیسہ خرچ کرتا ہے، اسپتال میں لوگوں کے علاج میں اس میں فرق ہے، اس لئے کہ کلیمس تو سو فیصدی ہیں جب کہ اس وقت کے رائج ڈانا کے حساب سے کلکشن ۴۰ فیصدی ہے، تو سو فیصدی کلیمس ہیں جب کہ اخراجات میں اس کا تناسب ایک سو چالیس فیصدی سے زیادہ آرہا ہے، اس لئے ہیلتھ انشورنس سیکشن بہت سنجیدگی سے یہ غور کر رہا ہے کہ ہیلتھ انشورنس کے پرییم کو جلد سے جلد سے بڑھایا جائے تو عنقریب ہیلتھ انشورنس کی جولاگت ہے، اور اس کی کاسٹ کے بڑھنے کے چانسز ہیں اور یہ اس لئے بھی کہ ہیلتھ انشورنس، بلکہ تمام انشورنس کو ہندوستان میں ۲۰۰۱ء سے پرائیویٹ سیکٹر میں پھر سے لایا گیا ہے، پہلے سے پرائیویٹ سیکٹر میں تھا، بعد میں نیشنلائز کیا گیا تھا اب پھر سے پرائیویٹ سیکٹر میں لایا



گیا ہے، اب پرائیویٹ سیکٹر میں جنرل انشورنس کی بہت ساری کمپنیاں آگئی ہیں، لیکن صرف ایک کمپنی اس وقت ہندوستان میں ایسی بنی ہے بجاج کی جو ہیلتھ انشورنس کرتی ہے، اور وہ واحد پرائیویٹ ہیلتھ انشورنس کمپنی ہے جو کوئی اپنا انشورنس کراتا ہے اس کو اپنے مخصوص ہسپتال میں علاج کرواتا ہے، اس نے اکتالیس ہسپتال کے ساتھ اپنا معاہدہ کر رکھا ہے، ہندوستان کے مختلف شہروں میں اور وہ اکتالیس ہسپتال نہایت ہی عمدہ اور تمام سہولیات سے آراستہ ہیں ان میں سے کسی ہسپتال میں جس نے اپنے ہیلتھ کا انشورنس کرایا ہے جا کر اپنا علاج مفت کرا سکتا ہے، اسے اپنی طرف سے کوئی پیسہ ادا نہیں کرنا پڑتا ہے، باقی تمام ہیلتھ کے انشورنس کی کمپنیز میں پہلے اپنا پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے اور جو بلس آتے ہیں ان کے لئے اپنے کلیمس پیش کرنے پڑتے ہیں، اور جنرل انشورنس کا جو ہیلتھ کا شعبہ ہے اس کو پرسوس کرتا ہے، کبھی کبھار وہ کلیمس دینے سے انکار بھی کر دیتا ہے اگر ان کے رپورٹ میں یہ بات آتی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، لیکن یہ پرائیویٹ کمپنی ہیلتھ کی جو بجاج ہے اس نے اکتالیس ہسپتال کے ساتھ اپنا معاہدہ کر رکھا ہے وہاں جا کر مفت مکمل علاج کیا جاسکتا ہے، اور ان کے اخراجات بھی کچھ زیادہ نہیں ہیں۔

ان کے علاوہ بھی ایسی ایجنسیز اور کمپنیز ہیں جو ہیلتھ کی سہولت فراہم کرتی ہے، اب بہت ساری NGOs ہیلتھ انشورنس میں آگئیں ہیں، اور وہ NGOs ہسپتال چلاتی ہیں، دوائیاں دیتی ہیں اور ساتھ ساتھ وہ بھی ان کے جو ممبرز ہیں ان کا بھی انشورنس کرتی ہیں، اور یہ سہولیات عوام الناس کے لئے مختلف ایریاز (علاقے) تک محدود ہیں، یہ پورے ملکی پیمانے پر نہیں کرتے، کچھ علاقے ایڈاپٹ کرتے ہیں، کوئی شہر ایڈاپٹ کرتے ہیں اور اس شہر کے لوگوں کو ہیلتھ انشورنس کی سہولیات مہیا کرتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ اسعدی:

ایک سوال یہ بھی ہے بعض حضرات کا ہے کہ کن ممالک میں یہ قید ہے کہ انشورنس کے

بغیر سفر نہیں کیا جاسکتا؟

باگ سراج صاحب:

زیادہ تر ویسٹرن ممالک میں جوڈولپ کنٹریز ہیں اور جہاں ہیلتھ انشورنس کرانا لازم ہے، جیسے امریکہ میں ہیلتھ انشورنس بالکل ضروری ہے، بلکہ انہوں نے اپنا ہیلتھ کارڈ بنایا ہے، اور جو لوگ گلف جاتے ہیں تو جاتے وقت تو انشورنس ضروری نہیں ہے، لیکن جانے کے بعد جیسے ہی وہ وہاں کا مستقل اقامہ اور کام کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں تو وہاں بھی ان کے لئے ہیلتھ انشورنس کرانا اور ہیلتھ کارڈ بنانا ضروری ہوتا ہے، لیکن جانے کے لئے نہیں، جانے کے بعد کی بات ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

یہ جو میڈیکل انشورنس کا مسئلہ زیر بحث ہے اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ جن ملکوں اور جن سروں میں جانے کے لئے انشورنس کو لازم کر دیا گیا ہے وہ موضوع الگ ہے اور زیادہ پیچیدہ نہیں ہے، ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ جو سوال نامہ تیار کیا گیا تھا اور بھیجا گیا تھا ان میں جو باتیں سامنے آئیں تھیں کہ امریکہ ہے یا جن ملکوں میں علاج اتنا گراں ہو گیا ہے کہ بغیر ”میڈیکل انشورنس“ کے اگر کوئی علاج کرائے تو ان کے لئے علاج کا بل ناقابل ادا ہوتا ہے، متوسط طبقہ بھی وہاں کا متحمل نہیں ہوتا کہ میڈیکل انشورنس کرائے بغیر اپنا علاج یا کوئی معمولی علاج بھی کرائے۔ میرے ایک ساتھی ہیں شکاکو میں مولانا عبداللہ سلیم صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، بہت بڑے عالم ہیں، اس زمانے میں ان کے کسی صاحبزادہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، انگلی میں چوٹ آگئی تھی، کہنے لگے مولانا ۲۰ ہزار ڈالر اس پر صرفہ آیا ہے، اگر میڈیکل انشورنس نہ کرایا گیا ہوتا تو کیسے ہم اس کو ادا کرتے اور کیا صورت حال بنتی، تو ہم کو جو غور کرنا ہے کہ میڈیکل انشورنس

میں تمار کا پہلو ہونا اور بھی جو محظورات شرعیہ ہیں جو تقریباً طے شدہ ہیں سب کچھ ہیں، ہم ماہرین سے یہ جاننا چاہیں گے کہ جو صورت حال امریکہ میں ہے، یا یورپ میں ہے کہ علاج اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ وہاں اوسط درجہ کے آدمی کے لئے بھی کو یا بیماریوں کا علاج میڈیکل انشورنس کے بغیر ممکن اور قابل تحمل نہیں رہا، کیا ہمارے ملک ہندوستان میں بھی صورت حال ایسی پیدا ہو گئی ہے؟ ہندوستان کا کوئی سروے ہو، کوئی جائزہ ہو، کم سے کم بڑے شہروں کا ہو کہ جہاں علاج کی جو قیمتیں ہیں اس کی جو گرانی ہے کس حد تک ہے، اور کیا واقعہ ہے کہ ایک متوسط درجہ کے آدمی کے لئے جو متوسط امراض ہوا کرتے ہیں، زیادہ غیر معمولی امراض کی بات نہیں کہہ رہا ہوں جیسے کینسر ہے، یا دوسرے اسی طرح کے امراض ہیں، جو درمیانی قسم کے امراض ہوتے ہیں، ان امراض کا علاج بھی عام حالات میں ناقابل تحمل ہے، کیا یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے؟ اس کی اگر کچھ وضاحت ہو جائے ہمارے سامنے تو غور کرنے میں شاید سہولت ہو۔

### باگ سراج صاحب:

یہ بالکل صحیح ہے کہ اب علاج و معالجہ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں، لیکن جہاں تک انشورنس کی بات ہے اور ایک دونکات اس کے علاوہ بھی ہیں جن پر ففتقی نقطہ نگاہ سے غور بہت ضروری ہے کہ یہ ہیلتھ انشورنس کمپنی جو پریمیم کے ذریعہ سے پیسہ جمع کرتی ہے، کمپنی اس پیسے کا کیا کرتی ہے؟ یہ بھی تو دیکھنا ہے، ہندوستان کی جو انشورنس کمپنیاں ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جو پیسہ انشورنس میں آیا ہے اس کا اسی (۸۰) فیصدی حکومت کے جاری کردہ بانڈز آف سیکورٹیز میں انویسٹ (Invest) کرتی ہیں، جن پر فنکس سود کمپنی کو ملتا ہے تو کمپنیز کا اسی فیصدی پریمیم پیسہ گورنمنٹ کے بانڈز آف سیکورٹیز میں لگایا جاتا ہے اور گورنمنٹ اس پیسے کا استعمال راستہ وغیرہ انفارمیکچر میں کرتی ہے، باقی کے ۲۰ فیصدی میں سے پندرہ فیصدی حصہ میوچول فنڈس میں لگایا جاتا ہے میوچول فنڈ ز وہ ہیں جو نفع اور نقصان اور شرکت پر بنیاد پر پیسہ لگاتے ہیں، انوسٹ کیا جاتا

ہے انہیں کہتے ہیں یہ اسلامی نقطہ نظر سے جائز ہو سکتے ہیں، لیکن میوچول فنڈز میں دونوں قسم کے کام ہوتے ہیں، اپنی پونجی کو بچانے کی خاطر کچھ حصہ اپنے فنڈ کا شیئر زبازار میں نفع اور نقصان کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے اور کچھ حصہ انٹرسٹ ڈپازٹ پر، تو یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ یہ جو پیسہ جمع ہو رہا ہے اس پیسہ کا اصراف انشورنس کمپنی کیسے کر رہی ہے؟ حائل طریقے پر یا حرام طریقے پر۔

اب رہ گئی یہ بات کہ اخراجات بہت ہو گئے ہیں، اس لئے صحت کا انشورنس کا خاص کر ضروری نظر آتا ہے، بالکل صحیح، یہاں میں ایک رائے یہ دوں گا کہ اگر انفرادی طور پر ہیلتھ کا انشورنس کیا جاتا ہے تو اس کی Cost اس وقت ذرا کم ہے، یعنی چالیس فیصدی کم ہے، وہ بہت جلد بڑھ جانے والی ہے تو پھر بھی کافی زیادہ ہے، انفرادی ہیلتھ انشورنس کی جگہ اگر اجتماعی ہیلتھ انشورنس کر لیا جاتا ہے یا گروپ ہیلتھ انشورنس کر لیا جاتا ہے تو اس انشورنس میں کافی چھوٹ دیتی ہیں، یہ بھی ایک فرق واضح رہنا چاہئے، اس کا فائدہ تمام ماٹرنیٹل کمپنیاں اور گروپ اٹھارہ ہیں، ہم بھی جو اپنی انجمنیں ہیں کافی عملہ کام کرتا ہے ان کا گروپ انشورنس ہیلتھ کا کروانے کی طرف قدم بڑھائیں تو بہتر ہوگا۔

اور ایک خاص بات جو آپ سب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ چونکہ جو مال ہمارے پر بیم کے ذریعہ سے ہیلتھ انشورنس کی کمپنی کما رہی ہے، اسلامی طریقے پر جائز کاموں یا جائز طریقے سے ان کا استعمال نہیں ہو رہا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ”اسلامک ہیلتھ انشورنس“ کمپنی بھی بنائی جائے، جس طرح سے کوششیں ہو گئی ہیں کہ اسلامی بنکس بنائے جائیں یا اسلامی مالی ادارے بنائے جائیں تو اسی طرح سے یہ کوشش بھی کرنی چاہئے، بلکہ ان دونوں کو اب ملایا بھی جاسکتا ہے، اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں ہندوستان کی اقتصادیات میں کہ بینکنگ اور انشورنس کے دونوں کٹھن کو ایک ساتھ ملایا جاسکتا ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلامی طریقے پر بھی جس کو ”کانفل“ کے طور پر ڈولپ کیا گیا ہے اور بہت سے چھوٹے بڑے ممالک میں رائج ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

میڈیکل انشورنس میں ہندوستان کی صورت حال کیا ہے؟

باگ سراج صاحب:

جی ہاں! میڈیکل انشورنس کا جہاں تک تناسب ہے صرف پانچ فیصدی ہندوستانیوں نے آج میڈیکل انشور کیا ہوا ہے اور اسی پانچ فیصدی میں سے ساڑھے چار فیصدی شہروں سے تعلق رکھتے ہیں اور باقی دیہاتوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی درمیانی درجہ کے شہری ہیں جو ان سے تعلق رکھتے ہوں گے، تو کل انشورنس ہندوستانیوں نے اب تک صرف پانچ فیصدی کر لیا ہے، اور لائف انشورنس کا تناسب صرف ۲۰ فیصدی ہے۔

مولانا ذاکر رشادی:

ابھی جیسے حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی نے فرمایا تھا کہ کسی صاحب نے سوال اٹھایا کہ کن ممالک میں جانے کے لئے ہیلتھ انشورنس ضروری ہے، ممالک کی بات تو اپنی جگہ ہے، لیکن بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پر داخلے کے لئے ہیلتھ انشورنس کا ہونا ضروری ہے، بہت سے مصانع اور کارخانے ہیں جہاں پر لوگ کام کرتے ہیں، کہیں لوہے اور اسٹیل کی فیکٹری ہے، اسی طرح میرا تعلق نیلور سے ہے جو ساحل سمندر ہے اور خلیج بنگال سے قریب ہے، ”نرڈ“ ہمارے یہاں ہندوستان کا بہت معروف ادارہ ہے جہاں سے پرواز خلا اور اسپیس میں جو بھیجا جاتا ہے وہیں سے بھیجا جاتا ہے، وہاں پر جتنے ملازمین ہیں سب کا ملازمت سونپے جاتے وقت ہی ہیلتھ انشورنس کر لیا جاتا ہے، اس کے علاوہ جیسے صدر جمہوریہ یا اور کوئی بڑے حضرات وہاں پر آنا چاہیں تو پہلے ان کا ہیلتھ انشورنس کروایا جاتا ہے اور زائرین کے لئے وہاں پر دخول ممنوع ہے، تو اس

صورت میں بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ میڈیکل انشورنس ایک مارٹل اور عمومی حالات میں کوئی ضروری چیز نہیں ہے اور بعض خصوصی حالات میں جن پر علماء یہاں پر بیٹھے ہیں غور کر کے مسئلہ بڑی آسانی سے طے کیا جاسکتا ہے، ہاں وہ لوگ جن کی روزی روٹی اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کاموں میں رکھی ہے، جیسے ہمارے یہاں پر بہت سے ایسے لوگ ہیں یا ہندوستان کے بہت سے ایسے صوبے ہیں جہاں پر غربت زیادہ ہے ان علاقوں میں جیسے مدراس ہے، مدراس میں گنڈی ایک علاقہ ہے ایسے اور بھی بہت سے جنوبی ہند کے مقامات ہیں جہاں پر لوگ آکر پانچ سو روپے ماہانہ پر کام کرتے ہیں، کنٹریکٹ پر ان کو رکھا جاتا ہے اور ان کے علاج و معالجہ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، میں بزرگوں اور اکیڈمی کا زیادہ وقت نہیں لیا چاہتا، کہنا یہ ہے کہ بعض مصالح ایسے ہیں جہاں پر فیکٹری خود ذمہ داری لے لیتی ہے، یہ لازمی چیز ہو جاتی ہے کہ ہیلتھ انشورنس اپنے ساتھ رکھیں، لیکن یہ ذمہ داری ان کو جنہیں ملازمت دی جاتی ہے، فیکٹری خود لے لیتی ہے، بس اتنا ہی مجھے عرض کرنا تھا کہ بجائے ممالک کہنے کے وہاں پر ”مقامات“ کہا جائے تو یہ مناسب ہوگا۔

باگ سراج صاحب:

یہاں پر آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ جو کوئی ہوئی سفر کرتا ہے اندرون ملک یا بیرون ملک ان کا انشورنس ٹکٹ کے اندر ہی ہو جاتا ہے تو انشورنس تو لائف کا مختلف چیزوں میں ہوتا ہی ہے۔

احسان الحق صاحب:

جناب صدر، اورڈینز پر تشریف فرما اکیڈمی کے ذمہ دار اور مہمانان و فقہاء حضرات! آج کا جو انشورنس کا موضوع ہے، اس میں چونکہ میرے مقالہ کا اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکا تھا اور سرکولٹ بھی نہیں ہوا، اس لئے میں آج کچھ وقت زیادہ آپ کا لوں گا۔

میڈیکل انشورنس کی نوعیت یہ ہے کہ ایک شخص ایک قلیل رقم پر بیمہ کی شکل میں دینے

کے بعد کمپنی سے یہ ضمانت لیتا ہے کہ اگر وہ معین مدت کے اندر بیمار پڑ جائے تو اس کے علاج و معالجہ میں جو خرچ آئے گا، کمپنی ایک حد تک اس کی امداد کرے گی، اور جو مالی نقصان اس میں اس کو پہنچے گا اس مالی نقصان کی تلافی کمپنی کرے گی، اس میں جو علاج و معالجہ پر اصل اخراجات آتے ہیں وہ بھی شامل ہوتے ہیں اور کبھی کبھی بیماری کی وجہ سے اس آدمی کو چھٹی لینی پڑتی ہے، اگر وہ تنخواہ دار آدمی ہے تو یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس کا اتنا تنخواہ کا نقصان ہوا، بہر حال یہ اس کے معاہدہ کی شرائط میں سے ہے کہ وہ رکی ہوئی تنخواہ کی تلافی کرے گی یا نہیں کرے گی، جہاں تک قانونی حیثیت کا تعلق ہے تو انشورنس، انشورنس ہے اور اس میں چاہے میڈیکل انشورنس ہو یا فائر انشورنس ہو، یا میرین انشورنس ہو، اس میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، قوانین دونوں کے یکساں ہیں۔

میڈیکل انشورنس میں انشورنس کرنے کے بعد طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ کمپنی اس کو ایک ایڈمنٹسٹری کارڈ جاری کر دیتی ہے اور کمپنی کچھ اسپتالوں کی لسٹ جاری کر دیتی ہے جن سے اس کا معاہدہ ہوتا ہے کہ جب بھی آپ بیمار ہو جائیں تو فلاں اسپتال میں دیکھائیں اور اس کے بعد وہاں آپ کا علاج شروع ہو جائے گا، اس میں آپ کو اپنی جیب سے کوئی پیسہ نہیں دینا پڑے گا، اس میں بھی دو طریقے ہوتے ہیں کبھی کبھی کچھ پیسہ بھی دینا پڑتا ہے عام طور پر جو آؤٹ آف فیسلیٹیز ہوتی ہیں جن میں زیادہ پیسہ نہیں دینا پڑتا اس میں کبھی کبھی جیب سے پیسہ دینا پڑتا ہے اور بعد میں وہ ملتا ہے، وہ آؤٹ آف فیسلیٹیز جو ہیں وہ اونچی بیماریوں کے لئے نہیں ہوتی ہیں کہ جس میں مریض کو اسپتال میں داخل کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے، مثلاً کسی کا کوئی عضو پکڑ ہو گیا اس میں پلاسٹریڈل دیا اور وہ گھر چلا گیا، یا کسی کو اپنا دانت نکلوانا ہے تو ڈاکٹر نے دانت نکال دیا پھر دوسرے دن ڈاکٹر نے بلایا اور وہ دانت چڑھا دیا اس کے لئے ہاسپتلائز ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی، دوسری بیماری میں ہاسپتلائز ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، تو جیسے ہی وہ اسپتال جاتا ہے تو عام طور سے کمپنی یہ کرتی ہے، یا اس کو جب محسوس ہو کہ اس کی طبیعت ہو رہی ہے کہ اب وہ اسپتال

میں جائے تو اپنا کارڈ دکھائے تو اسپتال والے کارڈ دیکھتے ہی یا تو انٹرنیٹ سے یا فیکس کے ذریعہ انشورنس کمپنی کو انفارم کرتے ہیں اور کمپنی اس کے بارے میں کہہ دیتی ہے کہ ہاں یہ کارڈ ویلڈ ہے ان کا علاج کر دیا جائے، اس کے بعد وہ علاج شروع ہو جاتا ہے۔

علاج و معالجہ میں یہ نہیں ہے کہ وہ جتنی چاہے رقم خرچ کر دے، بلکہ اس کا تعلق پریمیم سے ہوتا ہے، کسی میں ایک لاکھ کا ہوگا، کسی میں دو لاکھ کا ہوگا، کسی میں تین لاکھ کا ہوگا اور اس میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کون سا روم لیں گے اے سی روم لیں گے یا آڈنری روم لیں گے، اتنا پریمیم دیں گے تو ایسا روم ملے گا اور اتنا پریمیم دیں گے تو ایسا روم ملے گا، اور کبھی کبھی بیماریوں کا پیکیج ہوتا ہے، کمپنی کہتی ہے کہ اگر آپ کو بانی پاس سرجری کرانی ہے تو وہ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ دے گا، اسپتالوں میں بھی اس طرح کے پیکیج ہوتے ہیں کہ اس میں کتنا وقت لگے گا، یہ کوئی طے نہیں ہوتا ہے، کہ آٹھ دن لگیں گے یا دس دن لگیں گے کمپنی اس کے لئے وہ پیکیج مقرر کر دیتی ہے، یہ طریقہ عام طور سے اس کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارے فقہی مسائل کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں میڈیکل انشورنس ہو یا جنرل انشورنس ہو اس کے لئے الگ الگ قانون نہیں ہے، ہمارے یہاں جو قانون ہے صرف دو ہے، ایک لائف انشورنس کے لئے قانون ہے ایک جنرل انشورنس کے لئے قانون ہے اس کے علاوہ جتنے بھی انشورنس ہیں ان کو دو ہی کیٹیگری میں بانٹا جاتا ہے یا تو وہ لائف انشورنس ہوتے ہیں یا وہ جنرل انشورنس ہوتے ہیں، جنرل انشورنس وہ نقصان کی تلافی کا انشورنس ہے کہ ایک حد تک جو کسی حادثہ سے نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کی جائے گی، اس کو نقصان کی تلافی کا کنٹریکٹ کہا جاتا ہے اور لائف انشورنس میں چونکہ انسان کے جان کی قیمت طے نہیں کی جاسکتی، اس لئے اس کو نقصان کی تلافی کا کنٹریکٹ نہیں کہا جاتا، اس کو انشورنس کا کنٹریکٹ کہا جاتا ہے، یا جان کے فوت ہونے کا کہ اگر کسی حادثے میں آپ کی جان فوت ہو جاتی ہے تو آپ کے ورثاء کو اتنا پیسہ



ملے گا اور جنرل انشورنس میں جتنا نقصان اور ایکچول لاس ہوتا ہے اس کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور اس کی تلافی ہوتی ہے۔

دوسرے جنرل انشورنس اور لائف انشورنس میں ایک فرق اور بھی ہے، جنرل انشورنس میں عام طور پر انو الومنٹ کنسپٹ نہیں ہوتا ہے، لائف انشورنس میں ہے کہ وہ اس میں شامل ہوتا ہے کہ اگر آپ اس مدت کے اندر فوت ہو گئے تو فوت ہونے کے بعد آپ سے پریمیم لیما بند کر دیا جائے گا اور آپ کو اتنی رقم دیدی جائے گی اور اگر آپ میو چرٹی کو پہنچ گئے، آپ نے دس سال کی پالیسی لی تھی اور وہ مدت پوری ہو گئی تو آپ کو اتنی رقم مل جائے گی، یعنی لائف انشورنس میں اتنا ملنا ملے ہے کہ بربقیہ ملے گی یہ طے نہیں ہوتا ہے تو اس کے لئے کچھ پریمیم زیادہ لیا جاتا ہے، اس میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسک بھی کور (Cover) ہو جائے اور جتنا روپیہ وصول کرنے کا منصوبہ ہے اس میں کمپنی اتنا روپیہ رکھتی ہے کہ ان کو دس سال کے بعد جو طے کیا ہے وہ ان کو دیدیں۔ اب اس میں پریمیم کمپنی کس طرح کرتی ہے، اس کے لئے ایسے تو اوسط نکالتے ہیں ہر چیز کا مال لیجئے کہ ایک سال میں سو آدمی میں سے ساٹھ آدمی فوت ہو جائے اور دوسرے سال چالیس آدمی فوت ہو جائے تو دوسال کا ایورٹیج پچاس پچاس نکلے گا، لیکن یہ اوسط یہاں کارگر نہیں ہوتا ہے، یہاں ایک اور امکانی اوسط لیا جاتا ہے، اور اس کو تھیوری آف پروٹٹی کہتے ہیں اور اسی کے حساب سے پریمیم طے ہوتا ہے اس کو پتہ رہتا ہے کہ کس رسک کو Cover کرنے کے لئے کتنا خرچ آئے گا، تھیوری آف پروٹٹی یہ ہے کہ جیسے کہ ہمارے پاس چار رنگ کی چار گیندیں ہیں اور چار گیندیں یہ ایک تھیلے میں ڈال دی اور چار بار ہاتھ ڈالا ہم نے اس میں سے ایک نکالی پھر واپس ڈال دی، پھر نکالی، پھر واپس ڈالی پھر نکالی پھر واپس ڈالی، یہاں امکان یہ ہے کہ چاروں بار آپ کے ہاتھ میں سرخ آئے یا یہ امکان ہے کہ دو بار سرخ آئے یا یہ امکان ہے کہ تین بار سرخ آئے اور یہ بھی امکان ہے کہ ایک ہی بار سرخ آئے تو تھیوری آف پروٹٹی یہ ہے کہ جتنی آپ تعداد بڑھاتے چلے

جائیں گے اس کا اوسط وہ نکلتا چلا جائے گا اب یہ کمپنی سوچتی ہے کہ ایک سال میں کتنا ایکچول نقصان ہوگا، اور اس کی نقصان کی تلافی کے لئے مجھے کتنا پریم لینا چاہئے کہ جس سے اس کی تلافی بھی ہو جائے، دفتر کے اخراجات بھی نکل آئیں اور کچھ منافع بھی مل جائے، یہ طریقہ پریم میں کرنے کا ہے۔

لائف انشورنس کے معاملہ چونکہ یہ ریگولر انشورنس ہے، اس لئے ایک ڈائریگولر اینڈ ڈولپ منٹ اتھارٹی ہے اور وہی اس کا پریم اس کا وہی طے کرتی ہے کہ اس سے زیادہ پریم آپ نہیں لیں گے، کیونکہ یہ عوام کا معاملہ ہے کہیں معاملہ الٹا نہ ہو جائے، اس لئے گورنمنٹ اس میں اپنا دخل رکھتی ہے۔

انشورنس کے لئے کچھ قانونی اور اخلاقی اصول بھی ہیں، اس لئے آل موسٹ تمام معلومات ظاہر کر دینی چاہئے، اگر آپ کینسر کے مریض ہیں اور فارم میں لکھا ہے کہ آپ کو کینسر ہے یا نہیں تو آپ کو یہ صاف کرنا پڑے گا کہ آپ کینسر کے مریض ہیں اور اگر آپ نے کہہ دیا کہ میں کینسر کا مریض نہیں ہوں اور بعد میں علاج کے لئے آپ گئے اور پتہ چلا کہ اس سے پہلے کسی آدمی نے چیک اپ کر لیا تھا اور اس میں کینسر نکلا تھا تو ایسی حالت میں کمپنی پر کلیم واجب نہیں ہوگا۔ یہ گڈ فیٹھ (Good Faith) اور انتہائی خلوص کا معاملہ ہے۔ اس میں ساری چیزیں بتانی ضروری ہیں اور یہ ہمارے اسلامی اصولوں سے بھی مطابقت رکھتی ہے، دوسرا اینڈم لیٹی کا اصول ہے جتنا نقصان آپ کو ہوا ہے اتنا ہی ملے گا اور اس حد تک ملے گا جس حد تک آپ نے انشورنس کر لیا ہے، اور اگر کوئی نقصان نہیں ہوا تو کچھ نہیں ملے گا۔

ایک یہ کہ جو آپ کو خطرہ ہے اور اس خطرہ کا تذکرہ آپ نے انشورنس کے وقت کیا تھا تو اسی خطرہ سے آپ کو نقصان پہنچنا چاہئے، ڈائریگٹ اسی خطرہ سے اس کے پیچھے کسی خطرہ سے نقصان پہنچتا ہے تو وہ نہیں ہو جیسے کسی نے سنترے لے جانے کا اپنا انشورنس کر لیا اور یہی انشورنس

تھا کہ اس کے سنترے اگر سڑ جائیں گے کسی حادثے میں سوکھ جائیں، بکھر جائیں سمندر میں گر جائیں یا برباد ہو جائیں تو اس کو کلیم ملے گا، اب ہو ایہ کہ اس سے آگے جو جہاز جا رہا تھا اس کا ایکسڈینٹ ہو گیا اور سنترے والا جہاز پیچھے کھڑا رہ گیا اور اس کی کووہیں پہ دس بارہ دن لگ گئے تو دیر لگنے سے جو اس کو نقصان ہوا تو چونکہ وہ رسک اس میں کو نہیں تھا، اس میں ایکسڈینٹ کا رسک کو تھا، لہذا اس کمپنی کو وہ رسک نہیں بھرنا پڑے گا۔

اب ایک چیز یہ بھی ہے کہ انشورنس کرنے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مال کی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح اس کا مال بغیر انشورنس کے تھا اور حفاظت کر رہا تھا ایسا نہیں ہے کہ آپ نے انشورنس کر لیا اور جو چوکیدار رکھا تھا آپ نے کو دام پر اس کو ہٹا دیا کہ مجھے اب اس کو تنخواہ دینے کی کیا ضرورت ہے، اگر کمپنی کو پتہ لگ جائے تو اب کمپنی اس کا کلیم نہیں دی گئی۔ دیکھئے میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ انشورنس کسی بھی طرح کا ہوتی اور قانونی مسائل کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ اس کنٹریکٹ کی نوعیت سے ہے کہ کنٹرکٹ کیا ہے؟ میں اب اس بات پہ آتا ہوں جس سے آپ اپنے فقہی مسائل طے کریں گے ابھی تک دنیا کے قانون نے اس کو کس نظر سے دیکھا ہے؟ تو عام طور سے دنیا کے قانون نے شروع شروع میں یہ بتایا تھا کہ یہ تمار کا، جوئے کا، شرط کا اور بازی لگانے کا کام ہے اور اس کے اندر برٹش پول کا جو فیصلہ ہے، جنھوں نے جوئے کی تعریف کی ہے ”الف“ کو کچھ رقم ”ب“ کو اس شرط کے ساتھ دینا پڑے کہ کوئی حادثہ اگر پیش آئے تو ”ب“ کو وہ رقم پہنچائے گا اور اگر وہ حادثہ نہیں ہوا تو وہ نہیں دے گا اس کو کہتے ہیں کہ یہ جوئے کا کنٹرکٹ ہے، اس میں اور انشورنس میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ برٹش کورٹ کا فیصلہ ہے (کارٹن ہارڈ کوٹ کا فیصلہ)۔

انشورنس کا قانون لانے کے باوجود بھی وہ کہتے ہیں کہ اس میں اور شرط لگانے میں نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہوا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جائز مقاصد کے حصول کے لئے تھوڑے

بہت ناجائز ذرائع بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں، جب کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ جائز مقاصد کے حصول کے لئے ذرائع بھی جائز استعمال کئے جائیں۔

دوسرے وہ یہ کہتے تھے کہ اس میں کاروبار کرنے میں وقت آ رہی ہے، اس لئے غیر قانونی کہنے میں انشورنس کمپنیاں اپنا کاروبار بند کر دیں گی اور لوگوں کو انشورنس کی سہولت کم مہیا ہوگی اور جیسا کہ میں نے کہا کہ کمپنیز کا معاملہ یہ ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ لوگ انشورنس کرائیں گے اتنا ہی زیادہ کامیابی سے چلے گا، تو اسی کے لئے انہوں نے ایک انشورنس انفرسٹرکچر قانون لگا دیا کہ جن لوگوں کی وابستگی اس کی جان سے یا مال سے ہے وہ لوگ انشورنس کرا سکتے ہیں، لیکن یہ بات اب بھی وہیں ہے کہ اس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑا، صرف مقصد میں فرق آیا، دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ جہاں اخلاق اور آسٹینسی میں تضاد ہو تو وہاں آسٹینسی کی خاطر اخلاق کو ترک کر جانا چاہئے تو تجارت کے معاملہ میں یہی فرق ہے کہ وہاں یہی تجارت کے معاملہ میں ہوا، یہی سٹے کے معاملے میں اور یہی لاٹری کے معاملہ میں ہوا۔ لاٹری پہلے غیر قانونی تھی، پھر وہ اسٹیٹ لاٹری کا کنسپٹ لے کر آئے کہ اگر کوئی اسٹیٹ لاٹری چلاتی ہے تو اس کا جو فائدہ پہنچتا ہے اسٹیٹ گورنمنٹ کو پہنچتا ہے اور وہ پبلک پر خرچ ہوتا ہے، لیکن اس میں بھی بہت ساری فیملی جب برباد ہو گئی تب انہوں نے یہ اسٹیٹ لاٹری بند کی، اسی طرح آسٹینسی میں ہے جہاں تضاد ہوتا ہے وہاں ان کا جھکاؤ کسی قدر آسٹینسی کی طرف آتا ہے کہ کارکردگی، تجارت یہ سب چیزیں بڑھنی چاہئے، اخلاقی اگر تھوڑی بہت کوئی کمی رہ گئی تو اس کو برداشت کیا جائے، جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو یہاں اخلاقیات آگے رہتی ہیں اور باقی مسائل ان کے پیچھے رہتے ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جناب احسان صاحب! وضاحت دراصل اس میں یہ ہے کہ لائف انشورنس اور کاروبار کے انشورنس پر چوتھے اور پانچویں سیمینار میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور یہ تو ہمارے یہاں

کے مسلمات میں سے ہے کہ یہ قرار آمیز معاملات ہیں تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ”میڈیکل انشورنس“ کے بارے میں وضاحت آئے کہ اس کے مقاصد کیا ہوتے ہیں نمبر ۱، نمبر ۲ اس کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے اور نمبر ۳ اس سلسلہ میں سرکاری انشورنس کمپنیاں اور پرائیویٹ انشورنس کمپنیاں کیا ان دونوں کے طریقہ کار اور مقاصد میں فرق ہے؟ کیا اس کا مقصد صرف تجارت اور بزنس ہے یا خدمت ہے، اس پہلو پر اگر آپ روشنی ڈالیں تو سہولت ہوگی۔

احسان الحق:

جہاں تک میڈیکل انشورنس کمپنیوں کا تعلق ہے تو اس میں سرکاری انشورنس کمپنیاں لائف انشورنس اور جنرل انشورنس کرتی ہیں اور پرائیویٹ انشورنس کمپنیاں بھی انشورنس کرتی ہیں اس میں جنرل انشورنس بھی ہے اور اس میں میڈیکل انشورنس بھی شامل ہے تو ان کے طریقہ کار میں تو بالکل کوئی فرق نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ سرکار کوئی رفاہی کام کر رہی ہو اور پرائیویٹ کمپنی کوئی منافع لے کر کام کر رہی ہو۔ یہ بات ضرور سامنے آئی ہے کہ آج کل بیماریوں کے بڑھنے کی وجہ سے پرییم کا جو تخمینہ لگایا گیا تھا، کمپنیوں کو اس سے زیادہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگے انشورنس کنٹریکٹ لیں گے اس میں پرییم کی شرح بڑھائیں گے تاکہ ان کو خسارہ نہ ہو تو اس میں پرائیویٹ میں اور سرکاری میں کوئی فرق نہیں ہے، دوسرے انھوں نے یہ عرض کیا کہ وہ اپنا آئی ڈی کارڈ بنا دیتے ہیں کہ پرییم کس طرح ہوگا اس میں وہی ساری باتیں ہیں اور اس میں جو قانونی بات ہے وہی ہے کہ ان کے پاس پرییم کی شکل میں تو جو فنڈ جمع ہوتا ہے، ان کے یہاں چونکہ منی زیر و ایل (L) ہے، اگر کیش غلہ میں پڑا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے کار پڑا ہے کوئی منافع نہیں دے رہا ہے، لہذا وہ اسی کو سود پر اٹھاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ اس کو سود پر مہینے بھر رکھنا ہے، بلکہ آج کل محض ۲۴ گھنٹے کے لئے بھی مارکٹ میں سود پر معاملہ چل رہا ہے، اس لئے اگر کوئی رقم فالتو (زیادہ) رہ گئی تو ۲۴ گھنٹے کے لئے اس کو سود پر رکھ

دیتے ہیں تو ایک تو ان کی آمدنی میں سود کا عنصر ہے ہی اور دوسرے یہ کہ اگر پریم پر ان کو زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے تو اس میں جو خسارہ ہوا اس کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ اتفاقی امر کی وجہ سے ہوا، وہی جو بے کا حال ہے اور اگر اس میں کوئی منافع ہوا تو یہ بھی اتفاقی امر ہے کہ لوگ کم بیمار پڑے اور کم خرچ کرنا پڑا، تو اس میں جو بے کا اثر آگیا۔

اب میں اسلامی انشورنس کے بارے میں بتانا ہوں، اسلامی انشورنس کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں نفع اور نقصان دونوں پالیسی ہولڈر کا ہے، اس میں کمپنی کوئی ایسی نہیں ہے کہ اس کا نفع اور نقصان ہو اور اس کو کوئی طریقے سے کیا جاسکتا ہے، ایک تو فنڈ کے طریقے سے کہ ایک ادارہ نے جس میں چالیس پچاس ہزار فرادہ کام کرتے ہیں اس ادارہ نے کوئی فنڈ قائم کر لیا اور خود ہی اس کا انتظام کیا اور اس میں یہ طے کر لیا کہ سال میں جتنے لوگ فوت ہو جائیں گے سب میں وہ فنڈ تقسیم ہو جائے گا تو یہاں جو پریم فکس ہو گیا ہے ان ہی کی طرح سے، لیکن ملنے والی رقم جو ہے وہ فکسڈ نہیں ہوتی ہے، اور یہ تعاون کی کیلگری (زمرے) میں آتا ہے کہ ایک فنڈ ہم نے جمع کر دیا اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں اٹھانا ہے، بس یہ طے کر لیا کہ اگر کوئی غریب بیمار ہو یا فوت ہو تو اس فنڈ میں سے پیسہ ان کو دیدیا جائے گا، یہ بالکل رفاہی کام ہے اس میں کوئی اپنا فائدہ نہیں ہے۔

### اسلامی انشورنس:

دوسرے یہ کہ اس فنڈ کو اگر خود ہم نہیں چلا پاتے اور فنڈ جمع ہو گیا اور کاروبار بہت زیادہ بڑھ گیا تو اس کے لئے ہم کوئی فنڈ آپریٹر رکھ لیں جو کہ اچھی طرح ہمارے فنڈ کا انتظام دیکھے، اب یہ آپریٹر دو طرح سے کام کر سکتا ہے، وکالت کے طریقے سے کام کر سکتا ہے، اس کی ایک فیس یا کوئی تنخواہ مقرر کی جاسکتی ہے، دوسرا اگر اس میں انوسٹ منٹ کا پہلو ہے تو اس کو تجارت و مضاربت کے اصولوں پر انوسٹ کیا جاسکتا ہے، یہاں وہ اس کے منافع میں شریک ہو جائے گا اور وہ مضارب بن جائے گا اور اگر اس کو تعاون کی شکل میں دیکھا جائے تو کوآپریٹو سوسائٹی کی شکل

میں بھی قائم کیا جاسکتا ہے، جو کہ اپنے پالیسی ہولڈر کے لئے کام کرے، اس کے علاج و معالجہ کے لئے کام کرے، اس کا مال سے کوئی لینا دینا نہ ہو، کمپنی کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے، یہ کمپنی اپنے امپلائے کے لئے پالیسی جاری کرے اور انہیں کے علاج و معالجہ کے لئے جاری کرے، اور اگر یہ سوچا جائے کہ یہ تجارت میں انوسٹ کیا جائے تو یہاں مضاربت کی شکل میں بھی کیا جاسکتا ہے، اس پر آپ لوگ غور کر سکتے ہیں..... اس کے علاوہ اگر کوئی سوال ہو تو بتائیں۔

عبدالرحمن چاندنا:

میں سب سے پہلے میڈیکل انشورنس کی دو جملوں میں تعریف پیش کروں گا، انشورنس ایک ایسا بائعی اور ایک ایسا کنٹریکٹ ہے جو کوآپریٹو کی بنیاد پر جو انشورنس ہوتے ہیں وہ لوگ اس میں انوالو (شامل) ہوتے ہیں اور ان کے خسارے کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرتا ہے، یعنی جو خسارہ ہونے جا رہا ہے یا جس خسارہ اور نقصان کے ہونے کا امکان ہے اس خسارے کے امکان کو آپسی تعاون سے بانٹنے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر ہوا تو پورا کیا جائے گا اور اگر نہیں ہوا تو اس کی کوئی بھرپائی نہیں ہوگی وہ سوخت ہو گیا ختم ہو گیا۔

انشورنس کے لئے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

۱- انشورنس یعنی جس کا انشورنس کیا جا رہا ہے، انشورر جو انشورنس کر رہا ہے سب جیکٹ میٹر، یعنی ہمارا میڈیکل انشورنس، انشورول انشورنس، یعنی علاج، اور رسک، یعنی بیمار ہو جانے کا خطرہ یہ پانچ چیزیں ہونے بہت ضروری ہیں میڈیکل انشورنس میں، آج چونکہ بہت زیادہ بیماریاں ہو گئی ہیں جو اپنی بیماریوں سے خودف زدہ ہو گئے ہیں تو اسی واسطے ”میڈیکل انشورنس“ کا چلن بھی عام ہو گیا ہے، میڈیکل انشورنس کسی دوسرے کے لئے بھی کر لیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر میں اپنی بیوی کا میڈیکل انشورنس کروا سکتا ہوں، پر پوزر میں ہوں، انشورڈ میری بیوی ہے،

پر پوزر میں ہوں انشور ڈمیرے بچے ہیں ” ایک ٹرم سامنے آئی پر پوزر ” تو پانچ کے بجائے چھ لوگ بھی ہو سکتے ہیں، لیکن پانچ لوگوں کی موجودگی بہت ضروری ہے، یہ انشورنس آدمی ذاتی طور پر بھی، یعنی اپنے لئے کروا سکتا ہے، خاندان کے لئے بھی کرا سکتا ہے اور اپنے ادارہ کے تمام افراد کے لئے بھی کرا سکتا ہے، یہ انشورنس ایک سال کی مدت کے لئے ہوتا ہے ایک سال میں اگر کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تو انشورنس کے لئے ادا کی گئی وہ رقم سوخت ہو جائے گی، اب اس کا کوئی کلیم نہیں ملے گا، جیسے عام جنرل انشورنس میں ہوتا ہے، لائف انشورنس میں ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ لائف انشورنس ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے ہم لائف انشورنس کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں۔

”میڈیکل انشورنس“ میں ہمارے احسان صاحب نے ایک بات بتائی تھی AI (most Good Faith) کوئی آدمی اگر پہلے ہی سے بیمار ہو اس کے ساتھ رسک کچھ زیادہ ہے، یعنی جو پر وٹی کی بات احسان صاحب بتا رہے تھے، اس کو میں تھوڑا سا اور واضح کروں کہ اس کے بیمار ہو جانے کے امکانات زیادہ قوی ہیں، کوئی آدمی کینسر کے مرض میں مبتلا ہے، اس کے بیمار ہونے اور اسپتال جانے کے چانسز زیادہ ہیں، کوئی آدمی ڈیپریسڈ ہے اس کو کسی بھی بیماری کی وجہ سے زیادہ پریشانی ہونے کے امکانات زیادہ ہیں تو جیسے جیسے بیماریاں کسی کے ساتھ زیادہ ہوں گی اسی کے لئے انشورنس کا پریمیم بھی زیادہ ہوگا، یا خاص قسم کے مرض کے اپنی ایک حد پر آ جانے کے بعد اس کا انشورنس ہی نہیں ہوگا، یہ میڈیکل انشورنس کے لئے تین باتوں کا ہونا بھی ضروری ہے، ایک تو بیمار ہونا ضروری ہے، متعینہ مدت کے اندر بیمار ہونا ضروری ہے، علاج ہونا ضروری ہے، مریض کا اسپتال میں جانا ضروری ہے اور مریض کے لئے دوا کھانا بھی اور فرائی بھی ضروری ہے، اگر کوئی کلیم نہیں ہے تو وہ ساری رقم سوخت ہو جائے گی، جو انشورنس کی رقم بیمار ہونے کی صورت میں ملے گی وہ ادا شدہ رقم سے کہیں زیادہ ہوگی، ممکن ہے کہ وہ سو گئی ہو، ممکن ہے وہ پچاس گئی ہو، جیسا انشورنس کرایا جائے گا، یعنی جس آدمی کی اعلیٰ درجہ کی بیمار ہوگی اس کا اعلیٰ درجہ کا



پر بیم بھی ہوگا تو دونوں کا ایک دوسرے سے براہ راست رابطہ اور تعلق ہوگا، کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں پر انشورنس لازمی قرار دیا گیا ہے، بغیر میڈیکل انشورنس کے کوئی رہ ہی نہیں سکتا، کچھ ایسے ہیں کہ وہاں پر اگر یہ جائیں تو ہمیں میڈیکل انشورنس کرا کے ہی جانا ہوگا، اگر میڈیکل انشورنس نہیں کراتے تو ہم جا ہی نہیں سکتے داخل ہی نہیں ہو سکتے۔

کل کریڈٹ کارڈ سے متعلق بات آئی تھی اس میں یہ بات ہم سب کے ذہن سے نکل گئی کہ وہ کل کی بات سے بھی متعلق ہے اور آج کی بات سے بھی جو کریڈٹ کارڈ بینک سے جاری کئے جاتے ہیں اس میں میڈیکل انشورنس کی سہولت بھی شامل ہوتی ہے، بشرطیکہ مثلاً فلاں فلاں حالتوں میں ہم کو ایفائی نہ کریں، تو کیا فلاں فلاں چیزوں کے لئے ہم کو میڈیکل مل جائے گا تو میڈیکل انشورنس سے متعلق جو دوسری باتیں اس کو میرے خیال میں اس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اگر مزید اس میں کوئی سوال ہو تو اس کا جواب دینے کے لئے ہم ہیں۔

مفتی زاہد علی صاحب:

میرا ان دونوں حضرات سے سوال یہ ہے کہ سرکاری جو ملازمین ہوتے ہیں ان کے لئے سنٹرل گورنمنٹ یا اسٹیٹ گورنمنٹ کی جو اسکیم ہوتی ہے اس کو میڈیکل انشورنس اسکیم کہتے ہیں اس کا نام انہوں MAS رکھا ہے، غالباً اس کو میڈیکل انشورنس تو نہیں کہتے ہیں، لیکن اس میں ہر ملازم کی ان کی تنخواہ کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً کوئی پوسٹ گریجویٹ ملازم ہے اس کو تین ہزار روپے کے حساب سے تنخواہ ملتی ہے تو وہ پچیس روپے دیتا ہے، ایک جو کوئی ریڈر ہے وہ تیس ہزار روپیہ تنخواہ پاتا ہے تو وہ تیس ہزار کے حساب سے ڈیڑھ سو یا دو سو روپے دیتا ہے، کوئی پروفیسر ہے تو وہ ڈھائی سو یا تین سو روپے دیتا ہے، اور اس کے لئے پورا کول بنا دیا جاتا ہے، اور بیماری ہونے کی شکل میں سب کو یکساں طور پر اس سے فائدہ ہوتا ہے، جہاں جتنی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطابق اس میں یہ یقینی بات ہے کہ جو پیسہ جمع ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں نہایت کم ہوتا ہے، جتنا

پیسہ اس میں دیا جاتا ہے اور یہ سب یقینی معاملہ ہے اس میں کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے کہ سرکار اس پیسے کی بھرپائی کرتی ہے، اگر سرکار اس کی بھرپائی کرتی ہے تو اس کو کیا کہا جائے؟ یعنی مثلاً بیس لاکھ روپے جمع ہوئے سب لوگوں کے کول سے کسی خاص یونیورسٹی یا کسی کالج یا کسی فیکلٹی جو کسی انڈر ہیں کل ملا کر وہاں دو کروڑ روپیہ خرچ ہوا تو بیس لاکھ روپیہ وہاں کے دفتر نے دیا اور ایک کروڑ اسی لاکھ انہوں نے دیا، لیکن سب کا پیسہ اس میں شامل ہے، بچپس روپے والے کو تین سو روپے والے کو ڈھائی سو روپے والے کو یکسا طور پر علاج کی سہولت حاصل ہے، جبکہ سب کا معاملہ ایک دوسرے سے مختلف ہے، اور روپیہ تنخواہ کے ساتھ ساتھ دیا جاتا ہے، کوئی اگر اس کا ممبر نہ بننا چاہے تو اپنے طور پر ویڈرا کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دو طرح کے اور یہاں معاملات ہیں ایک کمپلری گروپ انشورنس کمپنی اسکیم ہوتی ہے جس کے اندر عجیب و غریب صورت حال یہ ہے کہ اگر کسی کا انتقال دوران سروں ہو جائے گا تو اس کو پوری رقم مثلاً اگر ایک لاکھ کا اگر اس کا انتقال ہوتا ہے تو اس کو وہ دیں گے ایک لاکھ روپیہ، جب بھی دیں ایک دو تین پانچ سال میں انتقال ہو جائے لیکن اگر وہ ریٹائرمنٹ لے گا تو اس کو کل چالیس ہزار روپے ملیں گے اور انتقال کرے گا تو ایک لاکھ روپیہ ملے گا، جب کہ ایک سو بیس روپے سب کو دینے ہیں، جو ادائیگی ہوگی وہ چالیس فیصد ہوگی اور جو رسک ہوگا اس میں وہ صد فیصد پائے گا، چاہے اس نے کتنا ہی کم جمع کیا ہو، اس کے علاوہ بھی اور کئی اسکیم ہے۔

احسان الحق:

اس میں میں اپنا ذاتی تجربہ بتاتا ہوں کہ بینک میں ہمارے یہاں ایک ایسی اسکیم تھی اور ایک سو بیس روپے ایک سال میں لئے جاتے تھے اور اس میں ہم کفری ٹریٹ منٹ ملتا تھا، اس میں میں نے خود ہی بائی پاس سرجری کرائی، میں نے اسٹنڈنگ کرائی، تقریباً دو لاکھ روپیہ کا اس اسکیم سے فائدہ اٹھایا، تو اس میں وہ ایک سو بیس روپے لیتے تھے، لیکن وہ ایک سو بیس روپے میں

انشورنس کمپنی کا کام نہیں چلتا، یہ جو میڈیکل اسکیم ہوتی ہے وہ بینک نے اپنے طور پر بنائی ہوئی ہوتی ہے، اس میں کوئی کمپلیکٹیڈ بات نہیں ہوتی۔

گروپ انشورنس کے لئے ضرور باہر کی کمپنی سے رابطہ کر لیتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں جو ڈیمانڈ تھی آفیسرز نے کہ دوران سروس تو یہ فیسلٹی مہیا ہوتی ہے ریٹائرمنٹ کے بعد بینک کوئی ایسی اسکیم بنا کے دے دے تو اس میں فائدہ ہو جائے گا تو اس میں انشورنس کمپنی نے رابطہ کیا گیا تو اس میں جہاں ہم ایک سوئیس روپیہ دیا کرتے تھے اس نے تین ہزار کی ڈیمانڈ کی کہ تین ہزار روپے سال میں اگر آپ دیں تو ہم اس کی ذمہ داری لیں تو یہ سمجھئے کہ باقی جو فرق رہا ایک سوئیس روپیہ اور تین ہزار کا، وہ سب بینک نے بیئر کیا، بالکل یہی معاملہ گروپ انشورنس کا ہے کہ بہت سارا پریمیم جو ہے وہ ادارہ خود دیا کرتا ہے، اور تھوڑا پریمیم وہ اپلائی دیا کرتے ہیں۔

مولانا محی الدین غازی:

اصل میں یہ جو سوال نامہ آیا تھا اور اس میں جو صورت مسئلہ کی وضاحت کی گئی تھی اس صورت میں مسئلہ کو ماہرین کے ذریعہ جو سند ملنی چاہئے تھی وہ ہماری امید کے خلاف ہوئی وہ ساری چیز مل نہیں سکی، انشورنس کے سلسلہ میں تو سارا موقف واضح ہے متفق علیہ ہے، اس کے بعد پھر میڈیکل انشورنس کے سلسلہ میں ہمیں دوبارہ پیشنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس بارے میں جو جواب سامنے آ رہا تھا سوال نامے سے وہ یہ کہ یہ تجارتی اور استحصال کے بجائے رفاہی اور خدمت کی اسکیم ہے، اب چونکہ مقاصد میں فرق ہو گیا، اس لئے اس موضوع پر غور کیا جائے، ورنہ اس موضوع پر غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی، لائف اور دوسرے انشورنس کی طرح اس کا بھی وہی فیصلہ تھا تو یہ جو بنیادی نوعیت کا فرق سامنے آیا ہے، یہ فرق کیا واقعی ہے یہ ماہرین سے میری گزارش ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ واقعی جو سرکاری انشورنس کمپنی ہے وہ خالص رفاہی ہے، تجارتی نہیں ہے اور جو پرائیوٹ کمپنیاں اس کو چارے ہیں وہ بھی اتنے کم مقدار میں اس کو چارے ہیں کہ

ابھی کو یانی الوقت رفاہی اور مستقبل میں ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے وہ نفع کا سامان بنے جو جو ازیادہ دیا گیا، ایک بات تو یہ ہے، دوسری چیز یہ کہ سوال نامہ کے صورت مسئلہ میں یہ بات بھی تھی کہ بعض دوسرے ملکوں سے میڈیکل انشورنس ضروری ہوتا ہے، لیکن کیا خود ہندوستان میں بھی بہت ساری مائی نیشنل کمپنی میں ملازمت کے لئے میڈیکل انشورنس کو کرانا لازم ہے، میرے علم کے مطابق بہت ساری مائی نیشنل کمپنی میں ہندوستان کی میڈیکل انشورنس تو کرانا ضروری ہے اور ہندوستان کی یونیورسٹیز میں ایڈمیشن کے لئے بھی میڈیکل انشورنس کرانا ضروری ہے تو کیا صورت ایسی ہی ہے؟

مفتی زاہد علی:

اس میں بہت سے وہ لوگ جو ہیلتھ سے وابستہ ہیں ان کو الگ سے اس کا پیسہ بھی ملتا ہے مثلاً ہمارے یہاں ایک صاحب میڈیکل انشورنس میں سات سو روپیہ اور چہرہ اسی کے مقابلہ زیادہ ملتے ہیں ان کو اور ساتھ میں اس کا میڈیکل انشورنس بھی ہوتا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

ایک وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے مولانا محی الدین غازی صاحب کے سوال کے پس منظر میں کہ سوال نامہ میں ایسی کوئی بات ذکر نہیں ہے، یا کوئی جواز کارخ بھی اختیار نہیں کیا جاتا ہے، ایسا ہے کہ عالمی سطح پر جو مختلف اکیڈمیاں ہیں، انہوں نے مسئلہ تائین پر اور تائین صحیحی پر الگ الگ بحثیں کی ہیں اور تائین صحیحی کے مسئلہ پر رائے منقسم ہے بہت سے ملکوں میں، تو اس پس منظر میں یہ سوال نامہ ہے اور اس میں انہیں ماہرین کے جو سوالات کئے گئے تھے اس کی روشنی میں یہ لکھا گیا تھا کہ واقف کار لوگوں کا کہنا ہے کہ میڈیکل انشورنس کا شعبہ مسلسل اور بہت زیادہ خسارہ میں چل رہا ہے، حکومت اس کو اس تصور سے چارہ ہی ہے کہ عوام کو ناجی تحفظ حاصل

ہوگا ان حضرات کی بات نقل کی گئی تھی، اور ایک بنیادی فرق تو سمجھ میں آتا ہے کہ لائف انشورنس مکس ربا کا پہلو بھی ہے، کیونکہ اگر وہ زندہ رہا موت اس کی اس درمیان واقع نہیں ہوئی تب بھی اس کے بعد اس کو رقم ملتی ہے اور میڈیکل انشورنس کا مسئلہ جو ہے اس میں رقم کا ملنا ضروری نہیں رہتا ہے، اس لئے اس مسئلہ میں تھوڑا اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس پس منظر میں یہ سوال رکھا گیا ہے، اکیڈمی کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، آپ حضرات جو فیصلہ کریں گے وہی اکیڈمی کی رائے ہوگی۔

مفتی شیر علی کجراتی:

یہ بلوئی عام ہے اور بہت زیادہ مشہور ہو گیا ہے، ہمیں اس پر سوچنا چاہئے کہ ربا کی تعریف میں یہ سب صورتیں آتی ہیں یا نہیں، ربا عقد میں تراخی طرفین سے لین دین اور اس پر جو زائد ہو اس زیادتی کا نام ہے، بہت سی ایسی صورتیں رائج ہو گئی ہیں کہ جن میں تراخی طرفین نہیں ہوتا ہے، ایک طرف رضامندی ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی تو جب دوسری طرف رضامندی نہیں ہے وہ مجبوراً قبول کر رہا ہے تو اس کو آپ ربا کس اعتبار سے کہہ رہے ہیں؟ اس پر علماء کرام کو ذرا سوچنا چاہئے کہ ربا کی تعریف میں یہ سب صورتیں آتی ہیں یا نہیں، کیونکہ لین دین میں اور رضامندی طرفین میں جو زائد ہے وہ فضل ربا ہے، تو بدل کی صورت میں ربا کے تحقق کے لئے رضامندی طرفین سے ہونا چاہئے اور اگر ایک طرف مجبور ہے تو اس کو شریعت میں ربا نہیں کہتے ہیں، یہ ہے میرا خیال ہے۔

مفتی اقبال احمد قاسمی:

میڈیکل انشورنس کی تعارفی تفصیلات میں یہ بات آچکی ہے کہ میڈیکل انشورنس کرانے کا مقصد علاج و معالجے کرانے کی مشکلات سے بچنا ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے اس

سے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ انشورنس کی حرمت ہے۔

اس سلسلہ میں احقر علاج معالجے کی بابت شرعی حکم کے حوالے سے یہ بات پیش نظر رکھنا چاہتا ہے کہ علاج و معالجہ معاملے میں شریعت نے ممنوعات و حرمت کے ارتکاب کے لئے کچک رکھی ہے اور انسانی زندگی کے تحفظ اور اس کی صحت کے بچاؤ کے لئے بہت سے مواقع میں ناجائز چیزوں کو جائز رکھا گیا ہے، مثلاً سونے کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے، لیکن دانتوں کی بیماری میں سونے کے تار سے دانت باندھنے کی اجازت دی گئی ہے، اسی طرح ریشمی کپڑا مردوں کے لئے ممنوع ہے، لیکن خارش کی وجہ سے اس کو پہننے کی اجازت ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیمار کے لئے خون و پھیثاب کا پینا اور مردار کا کھانا ازراہ علاج جائز ہے، بشرطیکہ کسی مسلمان طیب نے اس میں شفا یابی کی اطلاع دی ہو اور جائز چیزوں میں اس کا بدل نہ ہو، یہی اور بھی مسالک میں ہے، علاج کے معاملہ میں شریعت کی اس نرم روش کا بھی تقاضا ہے کہ میڈیکل انشورنس میں مسلمانوں کو استفادے سے محروم نہ رکھا جائے، اگر خرابی بھی ہے، لیکن علاج کا یہ طریقہ مشکل کو آسان بنانا ہے تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہئے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

(۱) مولانا اقبال صاحب نے اہم پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے، لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ ”الضرورات تنحیح المحظورات“ میں ضرورات سے ضرورات واقعہ مراد ہے یا ضرورت ممکنہ وہ ضرورت جو فی الفور واقع ہو چکی ہو اس سے محظورات کا جواز پیدا ہوتا ہے، یا وہ ضرورتیں جو امکانی طور پر پیدا ہو سکتی ہیں ان کا بھی جواز اس کی وجہ سے پیدا ہوگا؟ یہ غور طلب مسئلہ ہے، میرے خیال میں اس سے مراد وہ ضرورتیں ہیں جو وقوع پذیر ہو چکی ہوں۔

۲- ایک نکتہ اس میں اور زیر بحث آیا حضرت مولانا مفتی شیری علی صاحب کی طرف سے کہ ربا میں ضروری ہے کہ ایسا عقد معاوضہ ہو جس پر طرفین راضی ہوں اور ایک طرف سے زائد ہو

اور اس میں جہاں انشورنس کرانے پر آدمی مجبور ہے تو ایک طرف سے تو رضامندی پائی جاتی ہے اور ایک طرف سے رضامندی نہیں پائی جاتی ہے، تو اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ ایک ہے دل کی آمادگی کے ساتھ کرنا، فقہاء کی اصطلاح میں ایجاب و قبول میں جو رضامراد ہے، اس میں دل کی آمادگی ضروری نہیں ہے، الفاظ و کلمات کے ذریعہ یا کسی دستاویز پر دستخط کے ذریعہ اگر آپ نے بظاہر چاہے کسی مجبوری ہی کی وجہ سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تو ایجاب و قبول کا تحقق ہو گیا، اور اگر اس نے اگر کسی مجبوری سے کیا ہے تو گناہ گار نہیں ہوگا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں ربا کے تحقق میں مانع نہیں ہوگی، ایسا خیال ہوتا ہے۔

مولانا سعید الرحمن:

حضرات ماہرین نے جو یہ رائے پیش کی کہ ”لائف انشورنس“ میں جمع کی جانے والی رقم، اور صحت انشورنس میں جمع کی جانے والی رقم میں کوئی فرق نہیں ہے، ڈوبنے یا ضائع ہونے کے اعتبار سے تقریباً دونوں متحد ہیں، اس لئے یہ بات تو طے ہونی چاہئے کہ جمع کی جانے والی رقم جو ہے، یہ خود کس حد تک جائز ہے؟، سب سے پہلے تو یہ مسئلہ ہے، اس کے بعد آپ نے یہ بات کہی کہ ایک دفع ضرر موہوم کے لئے ارتکاب منظور فوری طور پر کیا جائے گا، یہ بات تو شرعاً درست نہیں ہونی چاہئے؟ تیسری بات یہ میرے ذہن میں آ رہی ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے: ”التداوی لیس بواجب“ تو کیا اس حوالہ سے ہر آدمی کے لئے ہر حال میں تداوی واجب ہے؟ اگر ہر حال میں واجب نہیں ہے تو احکامات میں فرق ضرور ہونا چاہئے، جب تداوی ہی لازم اور واجب نہ ہوگی تو پھر انشورنس کا مسئلہ ایک مشکل مسئلہ ہوگا، وہاں تک پہنچنے کے لئے افراد کے اعتبار سے احکامات بھی مختلف ہوں گے، یہ دو تین اہم باتیں میرے جو ذہن میں تھیں، اسی طرح شامی میں ایک جز یہ بھی ہے کہ شوہر پر بیوی کا علاج کرنا واجب نہیں، حالانکہ اور نفقات تو واجب ہیں، تو دوا علاج بھی واجب ہونا چاہئے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

میرے خیال میں یہ ایک مستقل موضوع ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج ہے یا نہیں، اور اس وقت ہمارے زیر بحث بھی نہیں ہے، اور ہمارے مولانا سعید الرحمان صاحب نے جو بات کہی کہ علاج واجب نہیں ہے، اس کا مقصد فقہاء کے بیان میں یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے علاج نہیں کروایا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار اور قاتل نفس نہیں سمجھا جائے گا، لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ اگر بیماری پیدا ہو چکی ہو تو اس کے لئے بعض محرّمات کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

الحمد للہ یہ علماء کی محفل ہے، اور ایسے مواقع بہت کم آتے ہیں کہ اس طرح کی محفل میں علمی مباحث سامنے آئیں، ایک طرف تو فقہاء نے یہ بات کہی ہے کہ علاج کرنا جائز ہے، مباح ہے، لیکن اس کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ نصوص اور فقہاء کی تصریحات کی بنیاد علاج کے باب میں پر بہت سی محرّمات کی گنجائش دی گئی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جو احکام شرعیہ کے مدارج اور اس کے جو مراتب ہیں اس کے اعتبار سے احکام دینیے جاتے ہیں، علاج کو جائز کہنا خود قاتل بحث چیز ہے، خاص طور سے یہ کہ بیوی کا علاج شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں، مجھے یاد پڑتا ہے ایک تفصیلی بحث حضرت قاضی صاحب کی اس موضوع پر آئی تھی، لیکن چونکہ مسئلہ یہاں پر دو علاج میں جان کی حفاظت کا ہوتا ہے، اور جہاں صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ایک علاج سے جان کا بچنا ممکن ہوتا ہے اور اس میں بے اعتدالی کرنے سے جان کے فوت ہونے کا خطرہ ہے، ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہے۔ تو ایک طرف ان کو مباح کہہ رہے ہیں، دوسری طرف گویا ہم نے اس کی خاطر اس طرح کے محرّمات کے استعمال کی گنجائش دی ہے۔ اس طرح سے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ صرف مباح کہنے کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی اہمیت بہت کم ہوگئی ہے، یا قاتل رحم چیز نہیں ہے، یہ بات



نہیں ہے۔

شریعت میں جو ضروریات ہیں، حاجیات ہیں اور تحسینات ہیں، اس کا تعلق چونکہ ضروریات سے ہے، جیسے نفس انسانی کی بقا، مال کی بقا، وودین کی بقا، اس لئے یہاں اس حکم کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ اب ایک مسئلہ مان لیجئے تصویر کا ہے ہم اس کو حرام کہتے ہیں اور ہم نفلی حج کرنے جاتے ہیں، حج فرض کی بات نہیں کر رہا ہوں، نفلی حج کرنے کے لئے تصویر کھینچواتے ہیں اب یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ ایک طرف تو نفل حج کرنا کیا ہے؟ واجب فرض نہیں ہے، لیکن تصویر کھینچوانا جو کہ حرام ہے، پھر بھی تصویر کھینچوانے کا ہم ارتکاب کر رہے ہیں تو ہمارے لئے غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہم مقاصد شریعت کی علامہ شاطبی نے جو تقسیمات کیں ہیں اس کو سامنے رکھ کر زیر بحث مسئلہ پر غور کریں، بہر حال وقت مختصر ہے، اس لئے اس وقت اس پر زیادہ گفتگو نہیں ہو سکتی ہے۔

انشورنس کے تعلق سے جو بات مولانا اقبال صاحب نے کہی ہے وہ بھی قابل غور ہے کہ بہر حال علاج معالجے کے باب میں شریعت نے بہت کچھ سہولتیں رکھی ہیں، تو اگر صورت حال یہ ہو جیسا کہ میں نے یہ بات عرض کی کہ امریکہ اور یورپ وغیرہ کے کئی ملکوں میں ہے، جہاں انشورنس کے لزوم کی بات ہے، وہاں لزوم کی بات ہوگی، لیکن جہاں لزوم نہ ہو، لیکن عملاً علاج اتنا گراں ہو گیا ہو کہ وہاں پر کو یا عام طریقے سے ہیلتھ انشورنس کے بغیر علاج کا امکان نہ ہو سخت تنگی کا باعث ہوتا ہو تو ان ملکوں میں ظاہر بات ہے کہ یا تو ہم متبادل اسلامی انشورنس بیسے کا تصور پیش کریں اور اس کو عملی شکل دیں یا پھر انہیں میں کوئی ایسی راہ تلاش کریں جس میں مشکلات کا حل ہو، فسوسناک بات یہ ہے کہ جو سہولتیں ہمیں مل رہی ہیں اور ان میں ناجائز پہلو بھی شامل ہیں، اس کا متبادل شرعی حکم مہیا کر کے عملاً اس کو ہمیں برپا کرنا چاہئے اور اس کو سماج میں نافذ کرنا چاہئے، یہ نہیں ہو پا رہا ہے، چاہے اسلامی بینکنگ کی صورت میں ہو، انشورنس کے تعلق سے ہو

بہر حال یہ تعاونی جذبے کے ساتھ اس طرح کا اگر کام کیا جائے تو کچھ اہل خیر ہمت کریں اور کام شروع کریں تو ہو سکتا ہے کہ کام پھیلے اور امت کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہو، یہ گفتگو علماء کی ہے اس میں اس طرح کے مباحث آئیں گے اور فائدہ ہوگا انشاء اللہ۔

الشیخ عبدالقادر العارنی:

اس وقت جو ہمارے علماء اور مشائخ کی طرف سے ”میڈیکل انشورنس“ کے موضوع پر قیمتی مناقشات، بحثیں اور عرض مسئلہ کی شکل میں مقالات کا خلاصہ پیش کیا گیا عمدہ اور علمی بحثیں تھیں، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے یہاں ایران میں ”صحت بیمہ“ حکومت کی طرف سے لازمی نہیں ہے، مگر وہاں پر جو دشواری ہے وہ یہ کہ عام طور پر جو لوگ بیمار پڑتے ہیں اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں وہ سرکاری شفاخانوں سے رجوع ہوتے ہیں، بیمار شخص ایک دن، دو دن وہاں رہتا ہے تو اس کے اخراجات ایک ایک لاکھ تک پہنچ جاتے ہیں، بسا اوقات ان بیماریوں کی وجہ سے مہینہ اور دو مہینے اسپتال میں رہنا پڑتا ہے، اگر بحکم خداوندی شفا یاب ہوتے ہیں تو بھی اور اگر کسی کا وہیں وقت موعود آ جاتا ہے اور وہاں سے جسد خاکی لانے کی نوبت آتی ہے تب بھی دونوں صورتوں میں جب تک شفاخانوں کے ذمہ داران اپنے ضابطے کے مطابق پوری رقم وصول نہیں کر لیتے لاش تک نہیں لانے دیتے، اور ان اخراجات کی شرح لاکھوں بلکہ دس لاکھ تک ہندوستانی کرنسی میں پہنچ جاتی ہے۔

ان مالی دشواریوں اور اس قدر گراں علاج کے بار کو لوگوں سے کم کرنے اور اس باب میں لوگوں کو آسانیاں فراہم کرنے کے لئے اسلامک فقہ اکیڈمی جماعت اہل سنت ایران کے علماء نے آج سے پانچ سال قبل اپنی فقہی نشست رکھی اور بحث و مناقشہ اور غور و خوض کے بعد ”میڈیکل انشورنس“ کے جواز کا اجتماعی فتویٰ دیا ”للأجل هذه هناك تكلم العلماء

والشیوخ فی هذا الموضوع قبل خمس سنوات فی إجماع البرامج الفقہیة التي تم تنظیمه من قبل مجمع الفقہ الإسلامی لأهل السنة فی ایران وتکلموا فی هذا الموضوع، وافتوا بجواز هنا أي لهذه الضرورة۔

جہاں تک انشورس کی دوسری اقسام کا تعلق ہے جیسے گاڑی وغیرہ کا انشورس، تو اس کے بھی جواز کا فتویٰ ضرورت کی بنا پر ہمارے یہاں کے علماء نے دیا ہے، ”فہذا ایضا افتی بجوازہ لأجل الضرورة“ کیونکہ حکومت نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ بغیر انشورس کے کسی بھی شخص کو گاڑی چلانے کی اجازت نہیں ہے، اس کو اضطراری یا غیر اختیاری، یا اجباری انشورس بھی آپ کہہ سکتے ہیں۔

انشورس کی تیسری قسم ہے جسے ہم ”اجتماعی انشورس“ کہتے ہیں، جس کی شکل یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ جو شخص اپنا انشورس کرانا اور حکومت کی اس پالیسی سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ آئے اور اپنا انشورس کرائے، اور عمر کے جس مرحلہ میں ہے اسی حساب سے پریمیم جمع کرائے۔ پالیسی کے حساب سے اگر اسی درمیان موت واقع ہوگئی تو انہیں حکومت متعین رقم اس کے ورثاء کو دے گی اور طبعی یا حادثاتی موت واقع نہیں ہوتی تو ان کے پیسے انہیں واپس ملیں گے، یہ مسئلہ ایران میں علماء کے درمیان زیر بحث ہے، میں آپ حضرات سے یہ امید کرتا ہوں کہ اس پر بھی آپ حضرات روشنی ڈالیں۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے جس پر علماء کا خیال ہے کہ اس میں غرر ہے، یا قمار ہے، یا دوسری شرعی قباحتیں ہیں، میرے خیال میں ”تأین اجتماعی“ میں غرر و قمار وغیرہ سے متعلق ایسی کوئی بات نہیں ہے، یہ انشورس اختیاری ہے جس کا جی چاہے کرائے جس کا جی نہ چاہے نہ کرائے، جزاکم اللہ خیرا۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی:

ابھی مولانا عتیق احمد صاحب نے جو بات فرمائی دراصل انہوں نے میرے خیال میں

ایک اشکال پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو فقہاء جان بچانے کے لئے شراب کے پینے کی اجازت دیتے ہیں تو دوسری طرف علاج کو صرف مباح کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس اشکال کا رفع کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے، اصل میں علاج کا لفظ بہت ساری شکلوں پر حاوی ہے، لیکن یہ جو شریعت کی طرف سے احکام دیئے گئے ہیں یہ سب شکلوں پر حاوی نہیں ہیں، خواہ شراب پینے کی اجازت یا مردار کھانے کی اجازت، وہ قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ ہے: ”فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ“ وہ اس مرحلہ کو پہنچ جائے مرض کہ اس کے بغیر جان بچ ہی نہیں سکتی، چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جان بچانے کا واحد ذریعہ رہ گیا ہو اور اس حرام چیز کے استعمال کے علاوہ اور کوئی جائز ذریعہ باقی نہ رہا ہو، طیب حاذق نے، مسلم (بعض لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مسلم طیب ہو)، اس نے اس کی اجازت دے دی ہو، تو کووہ مرحلہ جواز کا الگ ہے اور کسی حرام چیز کے استعمال کے جواز کا مسئلہ الگ ہے، دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، چنانچہ جن حضرات نے اجازت دی ہے، انہوں نے اسی آیت کو مستدل بنایا ہے، یعنی: ”فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ“ کو۔ یا پھر ”عزینین“ کے واقعہ کو مستدل بنایا گیا ہے، عزینین کے واقعہ میں ”اشربوا من اموالہا و ابلانہا“ فرمایا گیا تھا۔ اسے منسوخ کہا گیا ہے یا یہ چونکہ اس کا اگلا حصہ عزینین کی آنکھیں پھوڑیں گئیں۔ اور کیا کیا گیا، وہ بالاتفاق منسوخ ہے، تو بعض نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے، یا بعض نے اسے خصوصیات نبوی ﷺ میں سے قرار دیا ہے، جن لوگوں نے مطلقاً ہر علاج میں حرام کے استعمال کے جواز کی اجازت نہیں دی ہے، اور رہا یہ درجہ کہ جس میں آج کل جان کا خطرہ نہ ہو، بس یہ ہے کہ مثلاً اس کے کچھ اس کے کام متاثر ہو جائیں گے، وہ کچھ دن بخار میں مبتلا رہے گا، کام پہ نہیں جائے گا، یا نماز بیٹھ کر پڑھنے لگا، تو غالباً یہ دور بے الگ الگ ہیں، اس لئے ان دونوں میں خلط ملط کرنے سے اشتباہ اور اشکال پیدا ہوتا ہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

مولانا کی گفتگو سے بہت مفید بات سامنے آئی کہ ایک ہے مطلق علاج کو جائز کہنا کہ یہ جائز ہے، یہ مطلق حکم لگانا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ بعض ایسے مرحلے مرض کے ہوتے ہیں جس میں علاج ضروری ہوتا ہے، تو گویا وہاں لازم ہوا اور علاج واجب ہوا، اس مرحلہ کو گویا فقہاء نے واجب قرار دیا ہے، خیر یہ تو یہ علمی محفل ہے، اس طرح کی گفتگو آتی رہے گی، دراصل احکام کے جو مدارج ہیں ایک تو وہ جو ضروریات ہیں، ضروریات خمسہ یا ستہ اس کے تعلق سے جو احکام ہیں، مال کا تحفظ ہے، دین کا تحفظ ہے، جان کا تحفظ ہے، تو ان چیزوں کو غیر معمولی اہمیت ہے شریعت میں اور اس کے بعد جو حاجیات کا درجہ ہوتا ہے، تحسینیات کا درجہ ہوتا ہے، تو جن احکام کا تعلق تحسینیات سے ہے، مثلاً ستر عورت ہے، لباس ہے، یہ چیزیں تحسینیات کے قبیل کی ہیں اور تحسینیات کا اگر کوئی حکم واجب بھی ہو تو اس میں شریعت گنجائش رکھتی ہے، جب مسئلہ آجائے گا ضروریات کا، تو ہم جب غور کریں ان احکامات پر تو ایک طرف مان لیجئے جو پہلے مثال دی تھی، تصویر کو اگر حرام کہتے ہیں، پھر بھی نفلی حج کے لئے تصویر کھینچنا اور بعض کارروائی ضروری ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ انشورنس بھی ضروری ہو جاتا ہے، جیسے ہوائی سفر ہے ظاہر ہے انشورنس ضروری ہے اس لحاظ سے آپ دیکھیں تو گویا ان کو صحیح نہیں ہونا چاہئے؟ لیکن دوسری طرف اس بات کو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جو عبادات کا حصہ ہے، یہ ہماری ضروریات میں شامل ہے، ضروریات خمسہ میں، تو ضروریات کے تحفظ کے لئے اور اسی کی رعایت میں یہ ان چیزوں کو کرتے ہیں، یا مثلاً علاج کا معاملہ ہے، اگر ڈاکٹر ضرورت سمجھتا ہے کہ اس حصہ کو دیکھے بغیر علاج ممکن نہیں ہے تو اس کو ہم گویا اجازت دیتے ہیں، یہ کوئی جھکاؤ کی بات نہیں ہے، ایک نکتہ کی میں نے وضاحت کرنی چاہی ہے، بہر حال آپ حضرات کو اظہار رائے کا پورا موقع ہے فرمائیں آپ لوگ جو فرمائیں۔

## ایک آواز

میری گزارش یہ ہے کہ یہ حضرات جن کو ہم ذمہ دار سمجھتے ہیں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہوں، مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب ہوں اور یہ حضرت (مولانا عتیق احمد صاحب) ہوں آپ ہمارے لئے قابل احترام ہیں، ہم سر پر بیٹھائیں آپ حضرات کو، ایک رائے آتی ہے جواز کی تو بھی کچھ بولیں اور عدم جواز کی آئے تو بھی آپ یہ سمجھانے کی کوشش کریں، آپ کے درجہ کے لئے میں سمجھتا ہوں مناسب نہیں ہے۔

## مولانا عتیق احمد صاحب

آپ نے جو بات فرمائی ہے وہ آپ کے اخلاص کی بنیاد پر ہے، اور ویسے ہم سبھی حضرات اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے ذہن میں اگر کوئی بات ہو تو آپ کے سامنے پیش کر دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے، اور فیصلہ تو وہی ہوگا جو شرکاء کی رائے ہوگی، کمیٹی بنے گی اس میں جو حضرات ہوں گے، میں نے تو اپنے حساب سے مسئلہ کی وضاحت کرنی چاہی تھی۔

## مفتی ظہیر الدین کانپوری:

میں تھوڑی سی توجہ ایک دوسرے موضوع کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہم کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اصطلاحات اگر اس کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی اصطلاح بدل سکتی ہے، مثال کے طور پر لائف انشورنس تو ٹھیک ہے اس میں قباحت موجود ہے، لیکن میڈیکل انشورنس اس کا نام ہم نے تو انشورنس رکھ دیا ہے، لیکن حقیقی اعتبار سے اگر اس کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد اجارہ ہے یا ٹھیکہ داری ہے کہ ایک طرف ایک شخص کو یا کہ اپنی کمپنی سے معاملہ کر رہا ہوتا ہے یا جو بھی کمپنی انشورنس کر رہی ہے کہ آپ ہمارے اتنی اتنی مدت تک علاج کی ذمہ داری لے لیجئے، رہی یہ بات کہ ایک نقطہ مقالہ نگاروں کی

جانب سے اٹھایا گیا ہے کہ یہ امر موہوم ہے، بیماری ابھی ہے ہی نہیں، لیکن یہاں یہ بتائیے کہ ظن غالب کے اعتبار سے کوئی بھی شخص بیماری سے پاک ہے کیا؟ اگر مان لیجئے کہ اس نے ساٹھ سال کا بیمہ کروایا ہے جو ریٹائرمنٹ تک کا اس کا بیمہ ہے، عام طور سے ظن غالب یہ ہے کہ وہ بیمار ضرور ہوتا ہے، مثال کے طور پر آپ کسی وکیل کو ماہانہ طور پر رکھ لیجئے کہ جتنے بھی کیس ہمارے آئیں گے آپ اس کو ڈیل کریں اور ہم آپ کو ماہانہ اتنی تنخواہ دیں گے، اسی طریقے سے اگر پریمیم کے نام سے اس کو ادا کرتے ہیں تو وہ ماہانہ دی جانے والی رقم کو اگر اجرت کا نام دے دیں تو اس میں کوئی پریشانی ہے۔

اسی طریقے سے کسی ڈاکٹر کو آپ ماہانہ اجرت پر رکھ لیں کہ آپ ہمارا علاج معالجہ کیجئے ہم آپ کو ماہانہ ایک ہزار روپیہ دیں گے تو کیا یہ ناجائز ہوگا؟ اس پر بھی اگر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

بس ایک بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اجارہ میں اجرت بمقابلہ عمل کے ہوتی ہے، اجرت بمقابلہ مال کے نہیں ہوتی ہے، یعنی عقد اجارہ میں ایک طرف سے مالی عوض اور ایک طرف سے عمل پایا جاتا ہے اور یہاں جب کوئی کمپنی آپ کے علاج کا ذمہ لیتی ہے تو اس میں دوائیں بھی داخل ہیں اس میں اور بھی بہت سی چیزیں جو میڈیکل میں استعمال ہوتی ہیں، وہ بھی داخل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اجرت میں عمل کا متعین ہونا آپ لوگ ضروری قرار دیتے ہیں، یہاں یہ عمل متعین نہیں ہوتا ہے، نہ معلوم کوئی بیماری ہو، کس طرح کی ضرورت پڑے، کس ٹسٹ کی ضرورت دامن گیر ہو تو اس پہلو سے بھی اگر غور فرمائیں تو مناسب ہوگا۔

مفتی ظہیر الدین:

اجرت کے معاملہ میں کافی حد تک جہالت کو برداشت کیا جاتا ہے ایک حد تک علی

الاطلاق اتنا بھی کافی ہے، لیکن بیچ کے اندر تو یقینی طور پر اس کا متعین ہونا ضروری ہوتا ہے، رہی بات عمل کے اعتبار سے علاج کرنا تو یہ عمل کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کوئی مستری ہے، آپ نے سائیکل دی اس نے پتھر بنایا اور پوری سروں کی اور مال بھی کچھ لگایا تو اگر مان لیجئے کہ کوئی کمپنی یا کوئی ٹھیکہ دار نے کہا کہ ہم آپ کی سائیکل کا پتھر بنوادیں گے، آپ نے اپنی سائیکل دے دی، اس نے اسے کھولا اور اس کی مرمت کی، ظاہر ہے اس میں محنت بھی لگی اور سامان بھی تو اس میں جو اس نے ٹیوب وغیرہ لگایا ہے، یہ کیا ہے، یہ مال نہیں ہے؟۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

اسی لئے فقہاء نے زکاۃ کے مسئلہ میں فرق کیا ہے، اگر اجیر کو اس عمل میں کوئی مال بھی استعمال کرنا پڑتا ہو، جیسے رنگ ریز رنگ کا استعمال کرنا ہو تو اس مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی، یعنی باوجود اجیر ہونے کے، اس معاملہ میں اس کو مال تجارت کی حیثیت سے قبول کیا گیا ہے۔

مولانا ارشد فاروقی:

میڈیکل انشورنس کے سلسلے میں جو تفصیلات سامنے آئی ہیں تو اس میں اصولی طور سے دو باتیں سامنے آتی ہیں: اول یہ کہ صحت بیمہ کے جو اجزائے ترکیبی ہیں اس میں غرر، ربا، قمار ہیں، اس لئے اس کو حرام ہونا چاہئے اور حرام ہے، پھر دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ ضرورت کے تحت بہت سی چیزیں جائز قرار دی جاتی ہیں تو اس میں ضرورت کی تطبیق یہ ایک اہم مسئلہ ہے، اس میں خاص طور سے ہندوستان کو سامنے رکھا جائے تو وہ کمپنیاں، وہ یونیورسٹیاں، وہ مراکز جہاں انشورنس لازمی ہے کہ اس میں بغیر اس کے داخلہ نہیں ہو سکتا تو وہاں ضرورت کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا جانا چاہئے، پھر وہ ممالک جہاں جانے کے لئے یا وہاں قیام پذیر ہونے کے لئے یہ بیمہ کرنا ضروری ہے، وہاں بھی اس کی اجازت ہونی چاہئے۔ اب ایک مسئلہ اٹھتا ہے کہ اگر وہ شخص



بیمار پڑ جاتا ہے دوسرے ملک میں جہاں اس نے انشورنس کرایا ہے تو وہ زائد رقم جو اس کے علاج سے خرچ ہوتی ہے، اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کا استعمال اضطرار کی صورت میں جائز ہے، تو ہمارے سامنے جو ہم نے تجزیہ کیا ہے۔ U.A.E. کا، یا اسی طرح سعودی عرب کا تو ہمارے ملک سے جو مزدور طبقہ کے لوگ یا دوسرے طبقہ کے لوگ جاتے ہیں، وہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ انشورنس تو کرنا ان کے لئے لازمی ہے، لیکن اگر وہ بیمار پڑے اور ان کا علاج ہو تو کثیر رقم خرچ ہوئی اور اس کو ادا کرنا یا اس کو واپس کرنا اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے، اس لئے اس زائد رقم کو اضطرار کی وجہ سے جائز سمجھنا مناسب ہوگا۔

پھر ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب بھی کوئی نئی چیز ہمارے سامنے آتی ہے، اس طرح کی تو اس کو حرام کہہ دینا ہمارے لئے تو بہت آسان ہے، ہم حرام کہہ دیتے ہیں، لیکن اس کا بدل یا نعم البدل جو بہت وسیع پیمانہ پر ہے، عملی طور پر، پیش کرنا ہمارے سماج اور ہماری قیادت کے لئے ذرا مشکل مسئلہ ہے اس واسطے ہمیں یہ بھی پیش کرنا ہوگا۔

مولانا مشتاق احمد باقوی:

میڈیکل انشورنس کے تعلق سے بات تقریباً آگئی، میں کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ بیماری یہاں کئی قسم کی ہیں۔ ایک بیماری وہ ہے جس میں عام طور پر متوسط آدمی اپنے آپ کو برداشت کر لیتا ہے، بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ وہ خرچہ برداشت نہیں کر سکتا، مثال کے طور پر 'ڈول' کی بیماری ہے اس میں لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں، اگر کوئی متعین بیماری کے لئے، اگر کوئی متوسط آدمی انشورنس کرائے تو اس کے لئے کیا صورت اور کیا شمل اختیار کیا جاسکتا ہے، اس پر بھی غور کریں، اس لئے کہ عام طور پر متوسط آدمی دل کی بیماری کے علاج کرانے کے لئے بہت پریشان ہو جاتا ہے، اور بلکہ اپنے گھر و بار کو بھی وافر وخت کر دیتا ہے، لہذا اس پر بھی غور کیا جائے۔

مولانا عبدالقیوم:

یہ بات تو ٹھیک ہے کہ انشورنس کمپنیاں جتنی بھی ہیں ان کا اپنا کاروبار، سود، میسر اور غرر سے مرکب ہے اور اصولاً سبھی قسم کے انشورنس جو ہیں، جیسا کہ رائے دی گئی کہ ناجائز اور حرام ہی ہونا چاہئے، مجھے یہ بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ ہمارے اپنے ملک میں اسلامی اور جائز انشورنس کی کوئی صورت ہمارے پاس نہیں ہے، حالانکہ باہمی تعاون والی تکافل کی جو شکل ہے کواپریٹیو انشورنس کی، اسلام میں اس کی شکل موجود ہے، اگر ہم اس بارے میں غور کریں کہ یہ جو کمپنیاں ہیں اس میں شریک ہونے والا اور انشورنس کرانے والا ہر فرد یہ سمجھے کہ میں اپنا پیسہ کمپنی کو بطور وقف اور تعاون دے رہا ہوں، بایں طور کہ میں اور اس کمپنی میں شریک ہونے والے تمام افراد اس سے فائدہ اٹھائیں گے، اگر میں بیمار ہوا تو میں بھی اپنی ضرورت کے بقدر فائدہ اٹھاؤں گا اور اس میں باقی جو لوگ ہیں وہ بھی فائدہ اٹھائیں گے، سال پورا ہو گیا، میں اپنی رقم کے استحقاق سے نکل گیا۔

ایک آواز:

اس سلسلہ میں فقہی جو جزئیہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے کھلیان میں بیل لگا کر بلیوں سے گیہوں نکلوا یا اور بلیوں نے اس پر چلتے ہوئے پیٹا بھی کیا، پاخانہ بھی کیا، تو فقہی جزئیہ موجود ہے کہ اس میں سے تھوڑا سا حصہ کسی کو صدقہ کر دیا جائے یا جو مزدور ہے اس کو دیدیا جائے اور باقی ناج کے بارے میں سمجھا جائے کہ جو میرے گھر آیا وہ تمام پاک ہے اور ناپاک اس کے گھر سے چلا گیا۔ تو کمپنی میں جو پریمی جمع ہوتا ہے اس کی اصل رقم بھی ہوتی ہے اس کا سود بھی ہوتا ہے، کمپنی کے اخراجات بھی ہوتے ہیں تو مسلمان یہ سمجھے کہ میرے حصے میں جو کچھ آئے گا وہ خود پریمیم کا حصہ ہے اور کمپنی کے اخراجات اور کلیم میں یا دوسرے لوگ جو علاج کے اخراجات لیں گے مسلمان کے علاوہ وہ سودی رقم سے اپنے اخراجات وصول کر رہے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آپ شیئرز کے کاروبار کو جائز کہتے ہیں، حضرت مولانا مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے یہ بات لکھی ہے کہ شیئرز کی خرید و فروخت چار شرطوں کے ساتھ جائز ہے، آئیں ایک شرط یہ ہے کہ کمپنی کے حصص کو خرید و فروخت کرنے والا آدمی سال میں ایک مرتبہ ان کی مینٹنگ ہوتی ہے وہ کم سے کم اپنی طرف سے درج کروائے کہ ہم سودی کاروبار کو فروغ نہیں دینا چاہتے، اور آپ جائز کاروبار کرنے کے باوجود جتنا حصہ سودی لین دین کرتے ہیں اس کو بھی بند کیجئے، شرعاً یہ جائز نہیں ہے تو ہم ان کمپنیوں کو جب بھی آدمی پالیسی لے سب اسلامی صورت کے اعتبار سے نہیں یہ لکھے کہ آپ جو کچھ سودی لین دین کرتے ہیں اسلام میں یہ جائز نہیں ہے اور اس کو بند کر کے سرمایہ کاری کیا جائے۔ میری گزارش یہی ہے کہ وہ جو سود آ رہا ہے وہ شیرز میں اس کے جواز کی جو بنیاد بنائی گئی ہے یہاں بھی اس کی بنیاد بنائی جائے۔ اور چونکہ ضرورت کا تحقق ہے بایں معنی کہ کوئی آدمی جب بیمار ہو جاتا ہے اور بالخصوص پانچ، سات، آٹھ، دس، امراض ایسے مہلک ہیں کہ ان کا علاج اچھے خاصہ مالدار آدمی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے یا بہت مشکل ہے کہ اپنی رقم سے وہ علاج کرائے۔ اگر کرائے گا تو دیوالیہ ہو جائے گا۔ چہ جائیکہ کوئی غریب آدمی، ایڈز میں، کینسر میں، دل کی بیماری میں یا گردے کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کے لئے توجان کا مسئلہ ہوتا ہے، اس لئے اس پہلو پر غور کیا جانا ضروری ہے۔

مولانا ولی اللہ رشادی:

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان الحمد للہ بہت سے رفاہی ادارے قائم کر رہے ہیں اور کئے ہوئے ہیں ایسی خدمت ہو رہی ہے ہر جگہ اور آئندہ بھی ہونے کی امید ہے انشاء اللہ، اس لئے حرام کو حلال بنانے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں جو حضرات یہ کہتے ہیں۔ من نفس عن مو من قربۃ من قرب اللینا، یہ سب معاوضہ لیکر کچھ پیسہ اپنا سودی پیسہ لینے کے لئے ہرگز نہیں ہے استدلال جو ہے بالکل ناحق ہے، وہ ترغیب ہے بتلا لوکوں کے لئے، ان کی

تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے تاہم سود پر کاروبار کے ذریعہ سے اس سے تھوڑا پیسہ لے کر زائد پیسہ سودی لگانا علاج معالجہ کرنے کی غرض سے اس میں بظاہر کوئی ترغیب نہیں۔

مولانا محی الدین غازی:

صورت مسئلہ میں کافی فرق ہو چکا ہے، اب سرکاری اور غیر سرکاری کی تفصیل بھی جیسا کہ یہ بات آئی کہ ختم ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔ دوسری طرف پریم بھی بڑھنے والے ہیں، اس کے علاوہ یہ کہہ رہا تھا کہ مولانا عتیق صاحب نے جو بات اٹھائی ہے ہندوستان میں کیا علاج واقعی بہت مہنگا ہے؟ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جہاں انشورنس لازم ہے ترقی یافتہ و دیگر ممالک میں تو وہاں پر صرف ایلوپیتھک طریقہ علاج ہونے کی وجہ سے علاج مہنگا ہے۔ ہندوستان میں ایک تو متبادل طریقہ علاج موجود ہے، رائج ہے جو بہت سستے ہیں (۱) نمبر (۲) یہاں پر طبی اداروں میں ویلفیئر ٹسٹ کا کالم بھی رہتا ہے، جس کی وجہ سے بڑی حد تک غریبوں کو سہولت ملتی ہے، جو لوگ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں۔ تو ان ساری چیزوں کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے لئے یہ ابھی ضرورت کا مسئلہ نہیں بنا۔ بعض مخصوص امراض ہیں جن میں ضرورت پڑتی ہے، بہت زیادہ رقم کی، وہ بہت ہی مخصوص ہے، اس میں ابھی اس طرح کی پوزیشن نہیں ہے نمبر ایک اور نمبر ۲ یہ کہ زیادہ پیسوں کی ضرورت اس وقت سے پڑنے لگی ہے جب سے ایلوپیتھک طریقہ علاج نے یہ جو رجحان دیا ہے کہ مرتے ہوئے آدمی کے بھی طبی موت کو نالنے کی حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں بہت زیادہ پیسے خرچ ہوتے ہیں عجیب عجیب انداز میں ان کو ہسپتال میں رکھا جاتا ہے تو ان چیزوں سے ظاہر ہے ایک مومن کو پرہیز کرنا چاہئے، ظاہر ہے ابھی ہم اس مقام تک نہیں آئے ہیں، اس لئے ہمیں بچنا چاہئے۔

مفتی زاہد صاحب علی گڑھ:

میرا عرض کرنا یہ ہے کہ جو میں نے شروع میں یہ بات عرض کی تھی کہ جس میں لفظ

انشورنس تو نہیں تھا۔ M.A.S. میڈیکل انشورنس کی اس کے بارے میں اگرچہ کوشش کی گئی ہے سرکاری وغیر سرکاری ختم کرنے کی، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں جو سرکار میں ہے تو چونکہ زمین و آسمان کا فرق ہے کہ جو اس کو واپس ملتا ہے، اس لئے اس کے جواز کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بظاہر محسوس ہوتی ہے، اس کے علاوہ ایک اہم بات اور بھی ہے کہ چونکہ ہر حکومت آج کل اپنے کورفاہی حکومت کہلانا چاہتی ہے، اور ہمارے یہاں کانسٹی ٹیوشن آف انڈیا کے اندر صحت اور تعلیم کو بنیادی اور اہم لسٹ میں رکھا گیا ہے، اس میں تینوں کی ذمہ داری رکھی گئی ہے، حکومت مرکزی، صوبائی حکومت، اور اسی طرح سے وہ فرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے تو یہ کویا اہم مسئلہ ہے کوئی اتنا سرسری نہیں، اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، آٹھ، دس اتنے خطرناک امراض ہیں کہ یقینی طور پر بڑے صاحب حیثیت لوگ بھی اس میں کچھ نہیں کر سکتے، ایک بات یہ ہے کہ حضرت مولانا نے جو وضاحت فرمائی تھی وہ میں سمجھتا ہوں، اس کی مزید وضاحت ہو جائے، اس میں ذرا غلط فہمی اور التباس پیدا ہو گیا ہے، آپ نے حضرت مولانا شیرعلی صاحب کی بات پر جو ارشاد فرمایا کہ ایجاب و قبول اگرچہ بظاہر صحیح نہ ہو، لیکن اگر وہ ہو جاتا ہے تو تسلیم کیا جائے گا میرا اس سلسلہ میں عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے حنفیہ کے یہاں اگر اہ کی شکل میں بیع منعقد نہیں مانی جاتی ہے، لیکن طلاق و حنق کو منعقد مانا جاتا ہے، غالباً یہ بات ملنہس سی ہو گئی، اس لئے یہ بات عرض کی۔

مفتی عبدالرشید:

سب سے پہلی بات تو یہ کہ یہاں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کوئی شخص کسی پر ایسا لفظ یا ایسا انداز اختیار نہ کرے کہ کسی کی توہین معلوم ہو، ہر شخص اخلاص کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔ دوسری چیز یہ کہ جن حضرات نے یہ تشبیہ دی ہے کہ حرام چیزوں سے علاج بیماری واقع ہونے کے وقت ہے اور اپنی دلیلوں کو پیش کیا ہے، مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمائی نے

جو اس پر فرق بیان کیا ہے کہ ایک ہے متوقعہ بیماری اور ایک ہے کہ مجملہ قرآن و حدیث میں اس کی اجازت دی گئی ہے، یہ وہ بیماری ہے جو وقوع پذیر ہو چکی ہو اور جن کا احتمال ہے، ان میں کوئی بحث نہیں ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ جن حضرات نے یہاں پر دلیل پیش کی ہے وہ تشبیہ من کل الوجوه نہیں ہے، بلکہ تشبیہ صرف اس سلسلے میں ہے کہ شریعت نے چک دی ہے یا نہیں؟ میں ان حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے دانت کے ٹوٹنے پر سونے کے دانت لگانے کی اجازت دی ہے، فقہاء نے بتایا ایک دانت ٹوٹنے سے کوئی قباحت ہوتی ہے وہ کھانا نہیں کھا سکتا، یا اس کے حسن میں کمی آجائیگی، آخر کس وجہ سے شریعت نے اور ہمارے فقہاء نے سونے کے دانت لگانے کی اجازت دی ہے یہ چک نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہاں پر کوئی ضرورت بھی نہیں ظاہر بات ہے کہ یہ چک ہی ہے اور یہ تشبیہ بھی صرف چک کی بنیاد پر دی گئی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جان کے بیمہ اور صحت کے بیمہ میں فرق ہے۔ جان کا بیمہ جو لوگ کراتے ہیں وہ لالچ ہوتی ہے کہ ہمیں زیادہ رقم شاید مل جائے، لیکن آپ بتائیں کہ جب تک آدمی اپنے اندر یہ محسوس نہیں کرتا کہ میں کسی بیماری میں مبتلا ہوں اس وقت تک وہ بیمہ کراتا ہی نہیں، کسی کو پیسہ نہیں کاٹ رہا ہے کہ صحت کا بیمہ کرائے گا، جب وہ محسوس کر لیتا ہے کہ شاید کوئی بیماری مجھے متوقع ہے تب ہی وہ اس سلسلے میں بیمہ کرائے گا، لہذا مقصد پر بھی نظر رہنی چاہئے کہ جان کا بیمہ اور صحت کے بیمہ میں ذرا سا فرق ہے۔

### مفتی شیر علی کجراتی:

یہ جو ادارے انشورنس کے قائم کئے گئے ہیں اس کا مطلب یہی ہے کہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے، لیکن اس پر غور کرنے کی بات ہے کہ ضرورت مند تو غریب ہوتے ہیں اب وہ بیچارے کہیں دیہات میں دور رہتے ہیں غریب ہیں وہ یہاں نہیں آسکتے، اسپتال نہیں جاسکتے، اسپتال پہنچنے کا بہت خرچہ ہے، تو وہ بیچارے محروم ہی رہتے ہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ جو بڑے بڑے مالدار

ہیں وہ زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں غریبوں کا تو بچا رہا اگر بیمار بھی نہیں ہو تو پیسہ واپس نہیں ہو تو یہ تو غریبوں کا نقصان ہے، اس لئے اس میں ایسا کچھ طریقہ ہونا چاہئے کہ ان غریبوں کا نقصان نہ ہو۔ دوسری بات یہ فرمایا کہ جو زائد رقم ان کو ملی تو وہ اس پر تو بہت سے حضرات نے کلام کیا ہے، لیکن اس پر بہت کم نے کلام کیا کہ جو کوئی بیمار ہی نہیں ہو اس کو کچھ نہیں ملے گا، تو اس پر غور کرنا چاہئے کہ اس کو کچھ فائدہ ملے۔

ڈاکٹر شیخ عبدالمجید سوسوہ:

حضرات علماء اور ہمارے دینی بھائیو!

حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرات کی گفتگو کی، آراء اور بحثوں سے جو کچھ میں نے استفادہ کیا ہے اور آپ کی بحثیں سنیں ہیں ان میں اور ہمارے کہنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ آپ نے انہیں باتوں کو اردو زبان میں فرمایا ہے اور میں عربی میں آپ کے سامنے دہرا ہوں۔ آج کا موضوع ہے ”میڈیکل انشورنس“ یہ یقیناً بڑا اہم مسئلہ ہے، اور مغرب کی تاجرانہ اقتصادی اور معاشی فکر کی دین ہے، جسے اس نے سماج کی معاشی دشواریوں کے حل کے طور پر رواج دیا ہے، بد قسمتی سے آج مسلم سماج بھی اس میں ملوث ہو گیا ہے، اب ہمارے سامنے دو ہی راستہ ہے یا تو ہم اس کا تجزیہ کریں اور اس میں سے خیر کا عنصر نکالیں اور اس کے متبادل کے طور پر اسلامی انشورنس کا نظام اپنی امت کے سامنے پیش کریں، یا پھر یہ کہہ کر کہ ہم مجبور ہیں اور اسے ضرورت و فطران کا نام دے کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اسی کو اختیار کر لیں۔ جہاں تک ”ہیلتھ انشورنس“ کا تعلق ہے تو یہ بات ہم سبھی لوگ جانتے ہیں کہ ”صحت کا بیمہ“ یعنی میڈیکل انشورنس، دراصل جنرل انشورنس ہی کی ایک شاخ ہے، اور انشورنس جیسا کہ آپ حضرات علماء ہیں جانتے ہیں کہ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: تجارتی انشورنس، تعاونی انشورنس۔

تجارتی انشورنس کے بارے میں آپ لوگ جانتے ہیں اور آپ حضرات نے خود گفتگو فرمائی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ چونکہ اس انشورنس میں ربا، غرر اور قمار جیسی حرام چیزیں پائی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممنوع ہے۔

اور ”تعاونی بیمہ“ ان چیزوں سے خالی اور پاک ہے، کیونکہ تعاونی بیمہ کا مقصد دراصل عوام کو ان مصائب سے نجات دلانا ہے، جن سے وہ اس وقت معاشی طور پر دوچار ہیں اور اس وقت کی میڈیکل انشورنس کی کمپنیاں اسی کا فائدہ اٹھا کر ضرورت، بیماری اور لوگوں کو سکون و راحت پہنچانے کا نام دے کر ان سے پیسے وصولی اور ان پیسوں کو سودی کاروبار میں لگا کر کثیر سودی رقم حاصل کرتی ہیں، اس لئے:

اب ہمارے پاس صرف اور صرف تعاونی بیمہ کی شکل متبادل کے طور پر بچتی ہے، جس میں لوگ تعاونی اور تکافلی جذبہ سے اپنے پیسہ جمع کریں گے، اور جب ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے گا (خدا نہ کرے) تو ان کو حادثہ کے بقدر پیسہ دیا جائے گا، اس طرح اس کے نقصان کی تلافی ہو جایا کرے گی، اور ہر شخص کے لئے تعاون اور تکافل کا دروازہ کھلا رہے گا، اور اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تو جمع کی ہوئی رقم کو اس کی طرف سے تعاون سمجھا جائے گا، تو یہ تعاونی بیمہ کی جو شکل ہے یہ مثالی اور آئیڈیل بن سکتی ہے۔

اور میڈیکل انشورنس کے بارے میں حتمی بات یہ ہے کہ شرعاً جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ضرورت شدیدہ واقع ہو جائے، اب اس حالت شدیدہ کے کئی پہلو ہیں:

۱- اگر کہیں کسی معاملہ میں ضرورت شدیدہ واقع ہو جائے تو اس کے لئے شریعت میں حل موجود ہے، اب ضرورت یا تو اجباری اور اضطراری ہوگی، مثلاً حکومت نے قانون بنا دیا کہ آپ کو انشورنس کرانا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اجباری ہے، یا انسان خود ایسے حالات سے دوچار ہو جائے کہ بغیر انشورنس کے کوئی چارہ کار نہ ہو تو ایسی صورت میں قاعدہ شرعیہ: ”الضرورة“



تقدر بقدرھا“ کی روشنی میں اس حد تک اس کی اجازت ہوگی۔

۲۔ یہ ہے کہ تجارتی بیمہ کو بدرجہ مجبوی اور ضرورت کی بنیاد پر جائز قرار دینے میں کسی قسم کی سہل پسندی نہیں ہونی چاہئے کہ مجبوری کا نام دے کر اسی پر تکیہ کئے رہیں اور نہ ہی عوام کو اتنی تنگی اور سختی میں مبتلا کر دیں، بلکہ عوام کو اس بات کے لئے آمادہ کرتے رہیں کہ وہ تعاونی انشورنس کی طرف راغب ہوں اور متبادل کے طور پر اسلامی انشورنس کا نظام اور نمونہ بھی پیش کرنے کی جدوجہد جاری رکھیں، اگرچہ اس میں کچھ وقت ہی کیوں نہ لگ جائے۔

جس طرح امت کو ربا اور حرام سے بچانے کے لئے اللہ کی توفیق سے اسلامی بینکنگ کے نظام کو بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی اور آج اسلام کا مالیاتی نظام اسلامی بینکنگ کی شکل میں الحمد للہ موجود ہے، اسی طرح میں یہ کہتا ہوں کہ انشورنس کے سلسلہ میں بھی ضرورت کے نام پر اس قدر سہل نہ برتی جائے اور اسلامی انشورنس کا نظام متبادل کی صورت میں پیش کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے کہ لوگ موجودہ انشورنس میں ملوث ہو کر حرام چیزوں کے عادی ہو جائیں، بلکہ ہر حال میں متبادل سسٹم لانے کی کوشش کی جائے۔

ساتھ ہی اس مسئلہ کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چلوں کہ بہت سے لوگ ”تعاونی انشورنس“ کو بھی جنرل انشورنس کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنرل انشورنس محض ایک امکانی اور احتمالی چیز ہے اور تعاونی انشورنس قطعی محتمل اور امکانی چیز نہیں ہے، اور میڈیکل انشورنس میں بھی کوئی احتمالی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک قویٰ پذیر چیز ہے اور بہت سے لوگ بیمار پڑتے ہیں اور بیمار ہونا انسانی فطرت یہ کوئی امکانی چیز نہیں ہے، اور بسا اوقات لوگ دوسرے ادیان و مذاہب کے لوگوں کی دیکھا دیکھی ان امراض کو تمار، سود اور غرر پر مشتمل تجارتی بیمہ جیسی حرام چیزوں کو برتنے کے لئے گنجائش کا ذریعہ تصور کرنے لگتے ہیں، یہ انسانی فطرت ہے، اس میں علماء کے لئے دانشمندی کی ضرورت ہے۔

اس لئے محض ضرورت کا نام دے کر علی الاطلاق حرام کے دروازے کو نہ کھولا جائے، بلکہ اس بات کا گہرائی کے ساتھ تجزیہ کیا جائے کہ جب تک لوگ اس حد کو نہ پہنچیں جس میں حرام چیز مباح ہو جاتی ہے تب تک محض ضرورت کے نام پر اس کی اجازت نہ دی جائے جن کی حرمت کتاب و سنت سے واضح ہے۔ یہ شریعت کے مسلمات میں سے ہے اور واضح ہے، یہاں علماء اور فقہاء تشریف فرما ہیں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حرج اور تنگی کی کیا حد ہے، غور کریں اور سوچیں تاکہ کسی امر کی واضح حرمت کا حل تلاش کر سکیں۔

میں آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو میڈیکل انشورنس اور انشورنس سسٹم کے اسلامی متبادل نظام کا حل اور نمونہ ایجاد کرنے اور پیش کرنے میں ہمیں توفیق دے اور ہماری مدد فرمائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

یہ آخری نشست تھی اس میں مولانا عبید اللہ صاحب، کمیٹی کا اعلان فرمادیں گے، ایک بات وضاحت کے طور پر عرض کر دیتا ہوں کہ ایک مسئلہ جو بار بار اٹھ رہا ہے علاج کے لئے مخرمات کے استعمال کا، اس پر تو میں اظہار رائے کرنا نہیں چاہتا، لیکن جو اکیڈمی کا سمینار ہوا تھا میڈیکل مسائل پر علی گڑھ میں، اس میں یہ بحث تفصیل سے آچکی ہے کہ کن حالات میں علاج کے لئے ممنوعات کا استعمال کرنا شرعاً درست ہوگا۔ اور میں نے جو بات کہی تھی ضرورت واقعہ اور ضرورت ممکنہ کی، اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خاص علاج کے بارے میں یہ بات عرض کر رہا ہوں، میں نے فقہاء کا جو قاعدہ ہے: ”الضرورات تبیح المحضورات“، تو اس سے کس درجے کی ضرورت مراد ہے، اس بارے میں عرض کر رہا تھا، اور وہ جو سونے کے دانت والی بات ہے وہ الگ مسئلہ ہے جو آپ تو اہل کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ حاجت کو بھی کبھی کبھی ضرورت کے درجے میں لے لیا جاتا ہے، اور ”الحاجة قد تنزل منزلة الضرورة“، اس قاعدہ کے تحت اہل علم نے اس کو داخل

فرمایا ہے، بہر حال ایک بات اصولی طور پر ہم تمام رفقاء کی طرف سے ہے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب، حضرت مولانا عتیق صاحب، ہمارے مولانا صدر محترم صاحب کی طرف سے کہ اکیڈمی کی ایک روایت یہ رہی ہے کہ ہم کھلے دل سے مناقشہ کرتے ہیں، رائے پر نقد بھی ہوتا ہے، رائے پر تنقید بھی ہوتی ہے، لیکن اس میں کوئی بے احترامی کا یا ”تسابذیا الألقاب“ کا یا تمسخر کا پہلو نہیں ہوتا، اور اس وقت بھی جو مجلس رہی ہے اس میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کوئی پہلو نہیں رہا، اگر ایسی کوئی بات ہمارے دوستوں اور ہم لوگوں میں سے کسی کی طرف سے آئی ہو تو ہم بہت معذرت خواہ ہیں آپ سے، ہمیں امید ہے کہ ہم لوگ ایسے ہی جو ہمارے سلف کی روایت ہے جس اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے گفتگو کریں گے۔

جو بحث آپ حضرات کے سامنے آئی ہے اس کے لحاظ سے کئی پہلو ہیں، اس میں اجباری انشورنس، اختیاری انشورنس، اگر کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہو چکا ہے تو اس کے لئے انشورنس اور ابھی نہیں ہوا ہے، مستقبل میں احتمال ہے، اس کے لئے انشورنس، ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے گا، ایک بات آپ حضرات کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہندوستان میں بھی جو بجاج کمپنی ہے، جو انشورنس کے میدان میں اتر رہی ہے وہ اسلامی اصولوں پر مسلمانوں کے لئے انشورنس کا شعبہ قائم کرنے پر آمادہ ہے، اس سلسلہ میں ہمارے پاس بھی ایک آدمی کامر اسلا آیا تھا اور خود آپ کے بنگلور میں مولانا شعیب اللہ مفتاحی صاحب انہوں نے ان سے کافی ربط رکھا اور پھر ساؤتھ فریقہ سے اور پڑوسی ملک سے جو اسلامی متبادل ہے اس کی ضرورت کی طرف اشارہ کیا ہے، حضرت مفتی شفیع صاحب نے بھی ”جوہر الفقہ“ میں تکافل کی اور وقف کی صورت ہو تو اس کی روشنی میں جو ماڈل ہے وہ ان کو بنا کر دیا گیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی بنیادوں پر ہم انشورنس کی کمپنی کو چلائیں اور اس کے سرمایہ کو بزنس اور تجارت میں لگائیں، حلال طریقہ پر اس سے نفع حاصل کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس کی اس اسکیم

میں شریک ہو سکے، اللہ کرے کہ یہ صورت پیدا ہو جائے تو انشاء اللہ ایک اسلامی متبادل بھی ہمارے اس ملک میں فراہم ہو جائے گا، بہر حال ہماری جو تجویز ہو، جیسا کہ ہمارے بہت سے دوستوں نے کہا اس پہلو کو بھی ہمیں پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اس کا حلال متبادل کن اصولوں پر ہے، مفتی شفیع کا، مولانا قتی عثمانی صاحب کا اور بعض دوسرے ملکوں میں جہاں تکافل کے نام سے اس کو قائم کیا گیا ہے، اس کا ماڈل اور عملی صورت موجود ہے تو اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہم لوگ اس بارے میں بھی کوئی بات پیش کر سکیں تو اس سے لوگ محسوس یہ کریں گے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہماری مشکلات کا حل شریعت میں موجود نہیں ہے، اگر آپ لوگ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے تو شریعت میں اس کا جائز متبادل بھی موجود ہے، اس سے انشاء اللہ شریعت کی محبت ان کے اندر پیدا ہوگی اور وہ محسوس کریں گے کہ یہ شریعت ہمارے لئے بوجھ نہیں ہے۔

☆☆☆